

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاچپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فناوی حکمیں

افادات

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد رندیلہ ضلع سرگودھا



دارالافتاء

آرٹو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان فون: 2631861

فتاویٰ جمعیہ

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ماسخ

کمپیوٹرائزیشن

فتاویٰ رحمتیں

جلد پنجم

کتاب الصلوٰۃ

افادات

حضرت مولانا فاطمہ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد رانڈی ملع سوات

اردو بازار ایم ای جیل روڈ
کراچی پاکستان 2213768

دارالاشاعت

فتاویٰ رحیمیہ کے جملہ حقوق پاکستان میں بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں
نیز ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے بھی جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں
کاپی رائٹ رجسٹریشن

باہتمام : ذلیل اشرف عثمانی
طباعت : مارچ ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
صفحات : 238 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی
کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم
مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

..... ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰-انارکلی لاہور
بیت العلوم 20: بھڑوڈا لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی ٹیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا-ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ-مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ مین پور بازار-فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ بنگلی-پشاور

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel: 020 8911 9797

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIEF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم

صفة الصلوة

- ۱۹ سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے
- ۱۹ کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے
- ۱۹ آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟
- ۲۰ پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے
- ۲۰ صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟
- ۲۰ مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا
- ۲۱ تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے
- ۲۲ تکبیر تحریمہ یا رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ
- ۲۳ نمازوں میں رکوع و سجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ
- ۲۴ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے
- ۲۵ بعد نماز گوشہ مصلیٰ کو لپیٹنا چہ حکم دارو؟
- ۲۵ قبلہ کی جانب پاؤں کر کے سونا
- ۲۵ انتظار صلوة کی فضیلت
- ۲۶ شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟
- ۲۶ نماز کے سلام میں و برکاتہ کا اضافہ
- ۲۷ بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟
- ۲۷ قومہ و جلسہ میں دعاؤں کا حکم
- ۲۸ مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہ پڑھے
- ۲۸ سورہ فاتحہ کے شروع میں اور سورہ فاتحہ و سورت کے درمیان تعوذ و تسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے
- ۲۹ زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے
- ۲۹ نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کر سکتا ہے
- ۲۹ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا
- ۳۰ سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں
- ۳۰ حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے
- ۳۰ ناقص العقل شخص کون سی صف میں کھڑا ہو

صفحہ	مضمون
۳۱	صف اول کس کو کہتے ہیں
۳۱	ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی
۳۲	قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے یا نہ باندھے جائیں
۳۳	مرد اور عورت کے رکوع میں فرق
۳۴	تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے
۳۴	تکبیر تحریرہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت
۳۵	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت
۳۶	غیر مقلدین کا دعویٰ کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے
۳۷	قرأت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب
۴۰	احادیث مبارکہ
۴۵	آثار صحابہ و تابعین
۴۶	حضرت علی کا اثر، حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اثر
۴۷	حضرت عبداللہ ابن عباس کا اثر، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر
۴۸	حضرت زید بن ثابت کا اثر، حضرت جابر بن عبداللہ کا اثر
۴۹	حضرت علقمہ بن قیس کا اثر، محمد بن سیرین کا اثر، سوید بن غفلہ کا اثر، ابراہیم نخعی کا اثر
۵۷	خلفائے راشدین، فاروق اعظم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ
۵۷	لطائف و معارف
۶۰	حدیث عبادہ کا جواب
۶۲	خلاصہ کلام
۶۲	رفع یدین اور آمین بالجہر
۶۶	رفع یدین سے متعلق امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ کا مناظرہ
۶۷	رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان
۶۸	آمین بالجہر:
۷۰	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق
۷۱	آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:
۷۲	شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:
۷۲	سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ
۷۳	سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ

صفحہ	مضمون
۷۳	مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے؟
۷۶	قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلا عذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے
۷۶	نماز کا سلام پھیرنے میں ”السلام علیکم“ کے بجائے ”سلام علیکم“ کہنا کیسا ہے؟
۷۷	مقتدی تشہد پورا کرے یا امام کی اتباع کرے
۷۷	اللہ اکبر میں لفظ اللہ یا اکبر کے ہمزہ یا باء پر مد کرے تو کیا حکم ہے؟
	باب القراءۃ القرآنی
۷۹	امام قرأت کتنے زور سے پڑھے
۷۹	توین کے بعد ”الف لام“ آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں
۸۲	فجر میں قرأت کی مقدار
۸۲	منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہر قرأت کرے یا سرا
۸۲	سورہ فاتحہ اور سورہ کے بیچ میں بسم اللہ
۸۳	ایک ہی سورۃ کی قرأت دو رکعت میں
۸۳	قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے
۸۳	سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟
۸۴	تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہا
۸۴	ایک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے
۸۴	قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے
۸۵	ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ
۸۵	صلوۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہوتی چاہئے یا زور سے؟
۸۵	نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا
۸۶	قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ
۸۶	قرأت میں ”الینا“ کی جگہ ”علینا“ پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں
۸۶	امام کو بلا ضرورت لقمہ دینا
۸۷	نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل هو اللہ کی قرأت
۸۸	نماز میں وائجر کی جگہ وائجر پڑھنا
۸۸	امام قرأت شروع کر چکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے
۸۸	صحیح وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے
۸۹	فرض قرأت کی ادنی مقدار کتنی ہے

صفحہ	مضمون
۹۰	فاذا هم بالساهرة کی جگہ بالساحرة پڑھ دیا
۹۱	قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی
۹۱	دھاقا کی جگہ دھاقا پڑھ دے تو کیا حکم ہے
۹۱	غلط پڑھنے کے بعد صحیح کرے تو کیا حکم ہے
۹۱	قرأت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے
۹۲	سورۃ غاشیہ میں "الامن تولی وکفر یروقف کرے یا وصل
۹۲	احد عشر کی جگہ عشر پڑھا
۹۲	قرأت تعلمون کی جگہ تعلمون پڑھنا
۹۲	قرأت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے
۹۳	سورۃ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اور اس واجب قرأت کی ادنی مقدار کتنی ہے
۹۳	امام کی قرأت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا
۹۴	فرض نماز میں ایک سانس میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا
۹۵	نماز میں قرأت کی مقدار مسنون
۱۰۰	جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے
۱۰۰	سری قرأت کا درجہ
۱۰۱	درجہ ادنی قرأت سریہ
۱۰۲	افضل یہ ہے کہ امام سورۃ فاتحہ ترتیل پڑھے
۱۰۲	م منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟
۱۰۳	فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت
۱۰۳	نماز میں قرأت کی غلطی درست کر لی
۱۰۳	ایک امام صاحب کی تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات میں ہا کی آواز نکلنا
۱۰۳	ایک امام کے حالات اور ان کی امامت کا حکم
۱۰۴	قرأت میں رکاوٹ پیش آنے پر امام رکوع کب کرے؟
۱۰۶	بقدر واجب یا بقدر مستحب قرأت کے بعد
۱۰۷	اللہ اکبر کی ہاء کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹنا ضروری ہے
۱۰۷	امام نے "ضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط" پڑھا تو نماز
۱۰۷	لوٹانی پڑے گی

صفحہ	مضمون
	مفسدات صلوٰۃ
۱۰۷	امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تو کیا حکم ہے
۱۰۸	نماز میں آستین چڑھانا
۱۰۸	چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کر لی
۱۰۹	لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا
۱۰۹	مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا
۱۱۰	نماز میں امام کے بعد روا جب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے
۱۱۰	امام نے سہو اسورۃ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی
۱۱۱	دعاء قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا
۱۱۱	قعدہ اولی سہو اچھوٹ گیا پھر کھڑا ہو جانے کے بعد لوٹا
۱۱۲	سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہو جائے
۱۱۲	نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں۔ کیا حکم ہے؟
۱۱۲	بحالت صلوٰۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں
۱۱۲	لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے
۱۱۳	مسیبوق نے ایک رکعت پا کر امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو؟
۱۱۴	تعداد رکعت میں شک ہو جائے
۱۱۴	قعدہ اخیرہ میں امام فوت ہو گیا تو کیا حکم ہے؟
۱۱۴	نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر امام کا تکبیر کہنا
۱۱۵	نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے
۱۱۵	جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ہو جائے تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟
۱۱۵	تدارک زلہ کی صورت میں صحت صلوٰۃ وعدم فساد کا حکم
۱۱۷	پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں
۱۱۸	بلا تحریر نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا
۱۱۸	کھانے کے بعد بلا کلی کے نماز
۱۱۸	حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا
۱۱۹	خوش الحانی سے نماز میں گریہ طاری ہونا

صفحہ	مضمون
۱۱۹	عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چہرہ رکعت نماز پڑھا دی تو فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں
۱۱۹	حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں کبھی اتر گئی اس کا حکم
۱۲۰	نماز کی حالت میں وساوس آئیں ان کا علاج
	مکروہات صلوٰۃ
۱۲۰	نماز کیلئے جگہ
۱۲۱	تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کر لیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہے؟
۱۲۲	ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے
۱۲۲	زبردستی صف اول میں جگہ پکڑنا
۱۲۲	مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟
۱۲۳	نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اس کا جواب
۱۲۴	نماز میں عمامہ باندھنا
۱۲۴	نماز میں دائرہ اور کپڑوں سے کھیلنا
۱۲۵	تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھنا
۱۲۵	قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا
۱۲۵	غصب کردہ زمین میں نماز کا حکم
۱۲۵	نماز میں وسوسہ دور کرنے کیلئے بار بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنا
۱۲۶	سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا
۱۲۶	نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے
۱۲۶	نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے
۱۲۷	سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیرا اٹھ جائے تو کیا حکم ہے
۱۲۷	ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا
۱۲۷	سجدہ میں جاتے ہوئے پاؤں کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا
۱۲۸	اذان ہو جانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا
۱۲۸	عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا
۱۲۹	امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے
۱۳۰	اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو

صفحہ	مضمون
۱۳۱	متفرق مسائل
۱۳۲	سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے
۱۳۳	تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کیلئے دوڑنے کا حکم
۱۳۳	رکعت اور رکوع حاصل کرنے کیلئے دوڑنا
۱۳۳	حنفی امام شافعی مقتدی کے آمین ختم ہونے تک رکاوٹ ہے
۱۳۴	رکعت فوت ہو جانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے
۱۳۴	نماز کیلئے عورتوں کا مسجد میں آنا
۱۳۵	کھلی کہنی نماز پڑھنا
۱۳۵	نماز میں کھٹکھارنا
۱۳۵	نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے
۱۳۶	بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے
۱۳۶	صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہنا
۱۳۶	سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیاوی باتیں
۱۳۶	نماز میں کھٹکھارے تو کیا حکم ہے
۱۳۷	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کیلئے کیا وعیدیں ہیں؟
۱۳۷	نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں
۱۳۸	نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل ھواللہ کی قرأت
۱۳۸	دوسرا سلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا ہے
۱۳۹	آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا
۱۳۹	قومہ اور جلسہ اطمینان سے کریں
۱۴۱	پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا
۱۴۲	کھلے سر نماز پڑھنا
۱۴۲	سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا
۱۴۳	امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا
۱۴۳	نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے
۱۴۴	نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں
	مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے

صفحہ	مضمون
۱۴۵	بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے
۱۴۹	نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا
۱۴۹	فرض نماز کے بعد امام سنت اور نوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے
۱۵۰	کھلے سر نماز پڑھنا
۱۵۱	محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے
۱۵۱	نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں
	مسبق لاحق مدرک
۱۵۲	حرم شریف میں بوقت ازدحام مسبوق کیلئے کیا حکم ہے
۱۵۲	مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے
۱۵۳	مسبق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا
۱۵۳	کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے
۱۵۳	امام جب قعدہ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود دعا پڑھے یا نہیں
۱۵۳	رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے تو کیا حکم ہے
	چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں
۱۵۴	کس طرح ادا کرے
۱۵۴	مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے؟
۱۵۵	فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب
۱۵۶	ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔؟
۱۵۶	فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص: ۱۵۳ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے
۱۵۶	حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام
۱۵۷	مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر لیا
۱۵۷	مسبق کیلئے ثنا تعوذ اور تسمیہ کہنا
	صلوٰۃ المریض
۱۵۸	بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے
۱۵۸	بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے کس صورت میں قیام کر سکتا ہے
۱۵۹	مریض کیلئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے

صفحہ	مضمون
۱۵۹	مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست
۱۶۰	سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہے تو نماز کس طرح پڑھے
۱۶۲	آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ
۱۶۴	مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلیٰ بچھانے پر اصرار کرنا
۱۶۴	رکوع و سجدہ کرنے سے ریح خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے
۱۶۵	بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا
	باب مایتعلق بالسفر والمسافر
۱۶۶	امام اور مقتدی مسافر یا مقیم
۱۶۶	سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم
۱۶۶	نماز قصر کیلئے کتنی مسافت شرط ہے
۱۶۷	نیت اقامت کی صحت کیلئے ایک ہی جگہ کی تعمین شرط ہے
۱۶۸	چھوٹا بڑا راستہ
۱۶۸	قصر کے احکام کب جاری ہونگے
۱۶۸	نصف مسافت سے واپس ہو جائے
۱۶۸	قصر کب کرے کب نہ کرے
۱۶۹	اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے
۱۶۹	وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام
۱۶۹	وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق
۱۷۰	مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی
۱۷۰	مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے
۱۷۱	وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے
۱۷۱	وطن اصلی و نین اقامت سے باطل نہیں ہوتا
۱۷۲	وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے
۱۷۳	وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا
۱۷۳	مقیم مسافر امام کی اقتداء کرے تو قرأت کا کیا حکم ہے
۱۷۳	حالت سفر میں سنتوں کا حکم

صفحہ	مضمون
۱۷۴	مسافر شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کر لیا
۱۷۵	وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا
۱۷۵	دوسرا اقامت مسافت شرعی پر نہ ہو تو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں
۱۷۵	قیدی نماز کب قصر کرے
۱۷۶	وطن اصلی متعدد ہو سکتا ہے یا نہیں
۱۷۷	وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے
۱۷۷	محض کسی جگہ شادی کرنے سے وطن اصلی بن جاتی ہے
۱۷۸	مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھا دیئے
۱۷۸	سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم
۱۷۹	روزانہ امت کے سلسلے میں جائے تو مسافر ہوگا
۱۷۹	ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا
۱۷۹	مسافر مقیم کے پیچھے قضاء نماز میں اقتداء کیوں نہیں کر سکتا
۱۸۰	مسافر مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ نماز فاسد ہو گئی تھی تو اب کیا کرے
۱۸۰	آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا
۱۸۱	شرعی مسافر کب ہوگا
۱۸۱	ڈرائیور کنڈیکٹر اتمام کرے یا قصر
۱۸۲	مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا
۱۸۲	مقیم مقتدی امام مسافر کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قرأت کرے یا نہ کرے
۱۸۲	حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں
	سجدہ السہو
۱۸۳	سورۃ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے
۱۸۳	فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ
۱۸۳	جمعہ کی چار رکعات سنت کی قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے
۱۸۴	سنت مؤکدہ اور نوافل کے قعدہ اولیٰ میں درود پڑھ سکتا ہے
۱۸۴	بجائے فاتحہ التحیات
۱۸۴	صلوۃ التیمم میں تسبیح کم و بیش ہو جائے

صفحہ	مضمون
۱۸۴	اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدہ سہو کرے یا نہیں
۱۸۵	سجدہ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد
۱۸۵	اگر سلام پھیرنے میں سہو ہو جائے
۱۸۵	چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے
۱۸۶	سجدہ سہو میں بجائے دو سجدہ کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے
۱۸۶	جہری نماز میں سر اور سری نماز میں جہر پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں
۱۸۷	نماز میں سورۃ فاتحہ تمام ہوا واجب ہے یا نہیں
۱۸۸	سورۃ فاتحہ سے پہلے سورۃ پڑھنا شروع کر دے
۱۸۸	سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا
۱۸۸	امام سورۃ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے
۱۸۹	سلام پھیرنے میں تاخیر ہو تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں
۱۸۹	سورۃ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۃ فاتحہ پڑھے
۱۹۰	تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے
۱۹۰	سورۃ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے
۱۹۱	سجدہ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہیں یا نہیں
۱۹۱	سجدہ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے
۱۹۲	مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے
۱۹۳	قرأت میں تکرار کرے تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں
۱۹۳	امام قعدہ اولی یا قعدہ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمے سے بیٹھ گیا تو؟
۱۹۴	غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا؟
۱۹۴	عیدین اور جمعہ کی نماز میں سجدہ سہو کس وقت ماقط ہوتا ہے؟
۱۹۴	سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں
۱۹۵	مغرب یا عشاء کے آخری رکعتوں میں امام نے سورۃ فاتحہ جہر پڑھ لی تو
۱۹۵	سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں
۱۹۵	کیا مسبوق تراویح میں سجدہ سہو کرے گا؟
۱۹۶	مقتدی کے سہو سے سجدہ سہو
۱۹۶	سجدہ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں
۱۹۷	امام وتر کی تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو کر خاموش رہا تو کیا حکم ہے

صفحہ	مضمون
۱۹۷	فرض کی آخری رکعتوں میں قرأت بالجہر
	سجدہ تلاوت
۱۹۸	آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا
۱۹۸	آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے
۱۹۸	نماز میں سجدہ تلاوت کے بعد دوبارہ آیت سجدہ پڑھ لے تو؟
۱۹۸	چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت و سماعت کرے تو کتنے سجدے کرے؟
۱۹۹	تراویح میں سجدہ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں
۱۹۹	مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدہ تلاوت ایک ہے یا دو
۲۰۰	سورۃ ص میں سجدہ تلاوت کی آیت کونسی ہے؟
۲۰۰	سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہونگے
۲۰۰	نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا
۲۰۱	رکوع اور سجدہ میں سجدہ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے؟
۲۰۲	سجدہ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہو کر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے
۲۰۲	سجدہ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف سورتیں اور ان کا حکم
۲۰۳	سورۃ ص میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے
	دو رکعت پوری کر کے دوسری نماز میں وہی سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی جو پہلے
۲۰۴	دو رکعت میں پڑھی سجدہ واجب ہوگا یا نہیں
۲۰۴	سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا؟
۲۰۴	سجدہ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں
۲۰۵	آیت سجدہ سے قبل سجدہ
۲۰۵	آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدہ تلاوت کر دیا
۲۰۵	آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدہ تلاوت نہیں کیا
۲۰۶	ایک ہی مجلس میں استاد کی مختلف طلباء سے ایک آیت سجدہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا
	باب قضاء الفوائت
۲۰۷	کیا آنحضرت ﷺ کی نماز کبھی قضاء ہوئی تھی
۲۰۷	قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو تو کیا کرے
۲۰۸	جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا یاد آئے

صفحہ	مضمون
۲۰۸	سوال میں مذکور صورت میں مریض پر نمازوں کی قضاء لازم ہے یا نہیں
۲۰۸	زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے
۲۱۰	بلاعذر نماز قضاء کرنا
۲۱۱	بیمار کی نماز کی قضاء اور فدیہ
	(باب السنن والنوافل)
	ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو
۲۱۳	بعد میں کتنی رکعت ادا کرے
۲۱۳	ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے
۲۱۴	صلوۃ تسبیح کا طریقہ اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل
۲۱۴	شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا
۲۱۶	تسبیح میں کمی ہوگئی تو جہد سہو سے تلافی ہوگی یا نہیں
۲۱۶	تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے
۲۱۷	تحیۃ الوضوء پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے
۲۱۷	تہجد باجماعت کا حکم
۲۱۹	تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہو جائے
۲۱۹	نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد میں
۲۱۹	عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ
۲۲۰	نماز تہجد کا صحیح وقت
۲۲۰	فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا
۲۲۲	نماز اشراق کیلئے تعیین مکان شرط ہے
۲۲۳	سنت پڑھے بغیر فرض شروع کرے تو کیا حکم ہے
۲۲۳	وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر
۲۲۳	نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب
۲۲۵	عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے
۲۲۶	ظہر اور جمعہ سے قبل کی چار رکعت سنت ایک سلام سے یا دو سلام سے
۲۲۷	نوافل کی چار رکعت میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود دعا پڑھنے کی گنجائش

صفحہ	مضمون
۲۲۷	تہجد کیلئے جس کی آنکھ نہ کھلتی اس کا عشاء کے بعد چار رکعت بنیت تہجد پڑھنا
۲۲۸	تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے
	صلوۃ الوتر
۲۳۰	امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی رکوع میں چلے گئے مقتدیوں میں بعض نے کیا اور بعض نے نہیں کیا تو کیا حکم ہے
۲۳۰	غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا کیسا ہے
۲۳۱	وتر کی نماز میں امام صاحب سہواً قعدہ اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتی بہ قول ہے
۲۳۱	وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ دوسری میں سورۃ کافرون تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص مستحب ہے مگر مداومت نہ کرے
۲۳۲	تہجد گزار کیلئے بھی رمضان شریف میں وتر کا جماعت سے ادا کرنا افضل ہے
۲۳۳	وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کے دو رکعت واجب الاعادہ ہے تو کیا حکم ہے
۲۳۴	وتر کے تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں
۲۳۴	رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے
۲۳۴	تہجد گزار وتر باجماعت پڑھے
۲۳۴	عشاء کی نماز قنوت ہونے یا بلا وضوء پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں
۲۳۵	نماز وتر میں مستون قرأت
۲۳۵	وتر باجماعت
۲۳۶	وتر کی دعایا دنہ ہو
۲۳۶	دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا
۲۳۶	مقتدی دعائے قنوت پوری کرے یا نہیں
۲۳۶	دعا قنوت چھوٹ گئی
۲۳۷	وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا۔

باب صفۃ الصلوٰۃ

سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے:

(سوال ۱) قعدہ اولیٰ اور سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کھلی رکھے یا بند۔

(الجواب) مردوں کے لئے رکوع میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر اور ان کو چھیدی کر کے گھٹنے پکڑنا مسنون ہے۔ سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر زمین پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سر قبلہ کی طرف رہیں ان دونوں حالتوں کے علاوہ انگلیوں کو حسب عادت رکھے نہ کھولے نہ بند کرے ضاقاً اصابع یدیدہ (درمختار) ای ملصقا جنبات بعضها ببعض (قبہا) ولا یسندب الضم الا هنا ولا التفریج الا فی الركوع کما فی الزیلعی وغیرہ (شامی ج ۱ ص ۲۶۵ فصل (واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم۔

کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے:

(سوال ۲) کم سن نابالغ لڑکا نماز پڑھتا ہے نماز عشاء میں اور لڑکے حاضر نہیں ہوتے تو یہ لڑکا بالغوں کی صف میں کھڑا رہ سکتا ہے کہ پیچھے تنہا کھڑا رہے؟

(الجواب) ایک سے زائد بچے ہوں تو ان کی علیحدہ صف بنائی جائے، بالغوں کی صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ اگر ایک ہی لڑکا ہو تو پیچھے تنہا کھڑا نہ رہے مردوں کے ساتھ شامل ہو جائے بحر الرائق میں ہے ان الصبی الواحد لا یقوم منفرداً عن صف الرجال بل یدخل فی صفہم۔ یعنی ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف چھوڑ کر تنہا کھڑا نہ رہے بلکہ مردوں کی صف میں جا ملے (ج ص ۳۵۳ باب الامامۃ) اور درمختار میں ہے فلو واحد ادخل فی الصف یعنی اگر ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں شامل کیا جائے (شامی ج ۱ ص ۵۳۲ باب الامامۃ مطلب فی کلام علی الصف الاول) صورت مسئلہ میں جب لڑکا ایک ہی ہے اور سمجھدار ہے تو اس کو بالغوں کی صف میں لے لیا جائے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(سوال ۳) آنکھ میں موتیا ہے۔ آپریشن کرانا ضروری ہے ورنہ آنکھ چلی جائے گی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آپریشن کے وقت بعض دن اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی ڈاکٹر کی اجازت نہیں ہوتی۔ تو آپریشن کرائے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں معذوری ہے آپریشن کرائے ہر کے اشارہ سے نماز پڑھی جاتی ہو تو قضا کی اجازت نہیں اور اگر سر کے اشارے سے نماز پڑھنے میں نقصان ہوتا ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں نماز کی قضا کی اجازت ہے^(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وان تعذیر القعود ولو حکماً او ما مستلقیا علی ظہرہ درمختار علی هامش شامی صلوٰۃ المریض ج ۲ ص ۹۹۰

پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے؟

(سوال ۱۲) ایک آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ اور بیٹھنے میں یہ چیز نہیں ہے تو یہ آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

(الجواب) ایسا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے (فتاویٰ سر اجیہ ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۵) کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو قطرے ٹپکتے ہیں اور چٹ لیٹ کر سونے میں یہ عذر نہیں ہے تو نماز کس طرح پڑھے؟

(الجواب) اس صورت میں سوتے سوتے اشارہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کھڑے کھڑے نماز پڑھے (نفع المفتی والسائل ص ۹۸) فقط۔

صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟

(سوال ۶) صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟ درمیان میں یا کونے پر؟

(الجواب) صف میں جگہ نہ ہو تو امام رکوع کرے وہاں تک انتظار کرے اگر کوئی دوسرا شخص آجائے تو اس کے ہمراہ امام کی سیدھ میں صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے اگر کوئی نہ آئے تو اکیلا ہی وہاں کھڑا ہو جائے۔ ومتى استوى جانباه يقوم عن يمين الامام ان امكده وان وجد في الصف فرجة سدھا والا انتظر حتى يجئ آخر فيقفان خلفه وان لم يجئ حتى يركع الامام يختار اعلم الناس بهذه المسائل فيجد به ويقفان خلفه ولو لم يجد عالماً يقف خلف الصف بحذاء الامام للضرورة (شامی ج ۱ ص ۵۳۱) ومن اتى الجماعة يكره له القيام خلف الصف وحده متى وجد في الصف فرجة وان لم يوجد في الصف فربما ينتظر الى الركوع فان جاء واحداً يقوم احدهما في جنب الاخر بحذاء الامام والا يجذب واحداً من الصف الى نفسه فيقف في جنبه لكن الاولى في زماننا القيام وحده بحذاء الامام لغلبة الجهل على الناس فلو جرحوا حداً فسد الصلوة (مجالس الابرار م ۵۴ ص ۳۲۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا:

(سوال ۷) بیمار آدمی مسجد میں آکر یا جماعت نماز پڑھتا ہے مگر بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

(الجواب) جو مریض قیام سے عاجز ہے یعنی اگر قیام کرے تو گر جانے یا مرض کے بڑھ جانے یا جلد اچھانہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بے حد تکلیف ہوتی ہو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اگر کھڑے رہنے کی استطاعت ہے تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو تو اتنی دیر کھڑا رہے یہاں تک کہ اگر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنے کی طاقت ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے بعض مریض کھڑے ہوتے ہیں پھر بھی بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہتے

ہیں، یہ جائز نہیں ہے ”درمختار“ میں ہے۔ وان قدر علی بعض القیام ولو متکثرا علی عہد او حائط قام لزوماً بقدر ما یقدر و لو قد رایۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالحل (درمختار) (قولہ علی المذہب) فی شرح الحلوانی نقلاً عن الہندوانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامہ او کان یقدر علی القیام لبعض القراءۃ دون تمامہا یومر بان یکبر قائماً و یقرأ ما قدر علیہ ثم یقعد ان عجز و هو المذہب الصحیح لا یروی خلافہ عن اصحابنا و لو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلوٰتہ (شامی ج ۱ ص ۱۰۷ باب صلاۃ المریض) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے:

(سوال ۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ تکبیر تحریمہ کب کہے ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر (۱) اگر امام صاحب کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۲) اگر امام صاحب کا ہاتھ ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر کا ایک جزء کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا جزء تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۳) غرض کہ تکبیر تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے (۴) رکوع و سجود کی تکبیرات کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ (۵) اگر امام نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں (۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے (۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے (۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کر دے (بحر الرائق ج ۱ ص ۲۰۵ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاۃ الخ۔ درمختار مع الشامی صفت صلاۃ ج ۱ ص ۳۶۵)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں ہے (ہدایہ ج ۱ ص ۸۴ باب صفۃ الصلاۃ) (شامی وغیرہ بحر الرائق)

اور جوہرہ میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب دونوں ہاتھ کان کے محاذات میں پہنچ کر قرار پکڑیں تب تکبیر شروع کرے۔ (جوہرہ ج ۱ ص ۴۹ باب صفۃ الصلاۃ)

صورت مسئلہ میں نماز ہوگئی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر کو مؤخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے یہ بنا پڑھنے کا کل ہے نہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہو جانی چاہئے۔ ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا در بہر مقتدی امام کی رفع یدین کو دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی بنا پر اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ ”اللہ“ کہنے میں مقتدی سبقت کرے یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے ”اللہ“ لفظ ”اکبر“ امام کے ختم کرنے سے پہلے ختم کر دے تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۳۸ حوالہ بالا) لہذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(الجواب ۲) رکوع و سجود کی تکبیرات کا مستنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کرے اور (رکوع میں پہنچتے ہی) ختم کرے اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر شروع کرے اور (سجدہ میں پہنچتے ہی) ختم

کرے رکوع و سجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور دو طرح کی کراہت لازم آتی ہے۔ ایک کراہت ترک محل کی کیونکہ یہ تکبیریں تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہئے تھا یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کر دیا۔ دوسری کراہت، اداء بے محل کی۔ یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے وہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کا وقت تھا تکبیر کا وقت نہیں تھا اس وقت تکبیر بے محل ہے۔ منیۃ المصلیٰ ص ۸۸، ص ۹۴ و کبیری میں ہے (۱) مختصر کہ امام کا یہ عمل خلاف سنت ہے۔ انہیں سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ، رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ:

(سوال ۹) کیا فرماتے ہیں۔ علمائے کرام اس بارے میں کہ تکبیر تحریمہ جو فرض ہے اس کو ہاتھ باندھنے سے پہلے کہے یا ہاتھ باندھنے کے بعد۔

(۱) اگر کوئی امام کان تک ہاتھ اٹھا لینے کے بعد یا ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر امام ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر شروع کرے اور ہاتھ باندھنے کے بعد تکبیر پوری کرے۔ تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کا آغاز کب کرے اور تکبیر پوری کب کرے؟

(۴) رکوع اور سجدہ کی تکبیرات کا صحیح وقت کون سا ہے؟ اور صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵) اگر امام ہر نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الاجواب) تکبیر تحریمہ یعنی تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کان تک اٹھا کر تکبیر شروع کرے اور تکبیر ختم ہونے پر دونوں ہاتھ باندھ لے۔

(۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ساتھ ساتھ شروع کرے اور دونوں ساتھ ساتھ ختم کرے۔

(۳) پہلے تکبیر شروع کرے ہاتھ اٹھا کر ساتھ ساتھ ختم کرے۔ وفيہ ثلثة اقوال۔

القول الاول: انه يرفع مقارنا للتكبير وهو المروى عن ابى يوسف قولاً وعن

الطحاوى فعلاً واختاره شيخ الاسلام وقاضى خان وصاحب الخلاصة والخفقد والبدايع والحيط

حتى قال البقالى هذا قول اصحابنا جميعاً ويشهد له المروى عنه صلى الله عليه وسلم انه كان يكبر

عند كل خفض ورفع وما رواه ابو داود انه صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه مع التكبير وفسر

قاضى خان المقارنة بان تكون بداءته عند بدأته وختمه عند ختمه.

(۱) وينبغي ان يكون ابتداء التكبير عند اول الخرو والفراغ منه عند الاستواء راعياً وقال بعضهم يكبر قائماً ثم يركع..... وهذا يستلزم تاخير التكبير الى ان يصل الى الركوع وليس بشئ والقول الاول وهو المقارنة اصح الاقوال صفۃ الصلوۃ ص ۳۴۵

القول الثانی:۔ وقتہ قبل التکبیر و نسبہ فی الجمع الی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ و محمد رحمہ اللہ و فی غایۃ البیان الی عامۃ علماً بنا و فی المبسوط الی اکثر مشائخنا و صححہ فی الہدایۃ و یشہد لہ ما فی الصحیحین عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه حتی یکونا حذاء منکبیه ثم کبر۔

القول الثالث:۔ وقتہ بعد التکبیر فیکبر اولاً ثم یرفع یدیه و یشہد لہ ما فی صحیح المسلم الخ۔ ۳۰۵ ج ۱ درمختار مع الشامی صفۃ صلوٰۃ ص ۲۶۵ ج ۱)

مذکورہ صورتوں میں پہلی دوسری صورت اصل ہے۔ تیسری صورت بھی جائز ہے۔ لیکن معمول بہا نہیں ہے۔ والا صح انہ یرفع یدیه او لائم یکبر لان فعلہ نفی الکبریاء عن غیر اللہ و النفی مقدم علی الایجاب۔ (ہدایہ ص ۶۸ صفۃ الصلوٰۃ ج ۱ شامی۔ بحر الرائق)

”جوہرہ“ میں ہے اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب ہاتھ کان کے برابر پہنچ جائے تب تکبیر شروع کرے۔ والا صح انہ یرفع اولاً فاذا استقر تافی موضع المحاذاة کبر (جوہرہ ص ۴۹ ج ۱ باب صفۃ الصلوٰۃ)

صورت مسئلہ میں نماز صحیح ہوگی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر میں تاخیر کرنا۔ یعنی ہاتھ باندھ کر تکبیر کہنے کی عادت کر لینا غلط اور مکروہ ہے۔ یہ وقت ہے ثناء پڑھنے کا۔ نہ کہ تکبیر کہنے کا۔ تکبیر ہاتھ باندھنے پر ختم کر دی جائے۔ ہاتھ باندھنے تک تاخیر کرنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ کم سنے والا اور بہر مقتدی، امام کو ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا، تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی وجہ سے اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔ اگر لفظ اللہ کہنے میں مقتدی پہل کرے بلکہ لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے لیکن لفظ اکبر کو امام کے ختم کرنے سے پہلے مقتدی ختم کر دے تب بھی اقتداء درست نہ ہوگی۔

فلو قال اللہ مع الامام و کبر قبلہ (ای قبل فراغہ) لم یصح (درمختار مع الشامی ص ۲۲۸ ج ۱ صفۃ الصلوٰۃ فصل اذا اراد الخ) لہذا امام کو چاہئے کہ یہ عادت ترک کر دے۔

رکوع اور سجدے کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع میں جاتے وقت تکبیر بھی ساتھ ساتھ شروع کر دے اور ساتھ ساتھ ختم کرے۔ اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر ساتھ ساتھ شروع کرے اور ساتھ ہی ختم کرے۔ رکوع و سجدہ میں پہنچنے کے بعد تکبیر کہنا سنت کے خلاف ہے اور اس میں دو کراہتیں بھی لازم آتی ہیں۔ ایک کراہت تکبیر کے وقت کو ضائع کرنے کی اور دوسری کراہت بے وقت تکبیر کہنے کی۔ کیونکہ یہ وقت رکوع و سجدے کی تسبیح پڑھنے کا ہے تکبیر کہنے کا نہیں۔

فلما فرغ من القراءۃ یخیر را کھا مکبرا و ینبغی ان یکون ابتداء تکبیرہ عند اول الخرو و الفراغ منه عند الاستواء و قال بعضهم اذا اتم القراءۃ ح حالة الخرو لا بأس بہ بعد ان یکون مابقی من القراءۃ حرفاً او کلمۃ والا ول اصح (منیۃ المصلی ص ۸۸ صفۃ الصلوٰۃ)

وفی موضع آخر وان یاقی بالا ذکار المشروعة فی الا انتقالات بعد تمام الا انتقال وفیہ کراہتان تکرہا عن موضعه وتخصیلہا فی غیر موضع (ص ۹۴ کبیری ص ۳۴۵ صفۃ الصلوۃ)

نمازوں میں رکوع و سجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ؟

(سوال ۱۰) بعض آدمیوں کی عادت ہے کہ فرض۔ سنت۔ وغیرہ نمازوں میں ثناء۔ اور رکوع و سجود کی تسبیحات اور تکبیرات انتقالات اور تشہد، درود شریف، اور نماز کے بعد دعاء اور وظیفہ وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں کہ قریب نماز پڑھنے والے کو حرج ہوتا ہے اور نماز میں غلطی ہوتی ہے۔ خشوع اور خضوع فوت ہوتا ہے۔ تو اس قدر زور سے پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) فرض وغیرہ میں ثناء اور رکوع و سجود کی تسبیحات وغیرہ یا تلاوت قرآن مجید، ذکر اور اوراد اور وظیفہ وغیرہ اس قدر زور سے پڑھنا کہ دوسروں کی توجہ بٹے، نماز پڑھنے والوں کو خلجان ہو وہ بھول جائیں یا ان کے خشوع و خضوع میں یا اعتکاف کرنے والوں کی یکسوئی میں فرق آئے، سونے والوں کی نیند میں خلل پڑے (اس طرح پڑھنا) درست نہیں۔ گناہ کا موجب ہے۔ لہذا ایسی عادت چھوڑ دینی چاہئے۔

وفی حاشیۃ الحموی عن الامام الشعرانی انی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرہا الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصلی او قاری، الخ (شامی ص ۲۱۸ ج ۱ احکام المسجد مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

وقد ذکر الشیخ عبدالوہاب الشعرانی فی کتابہ المسمی، "بیان ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور" مانصہ واجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعة فی المساجد وغیرہا من غیر نکیر الا ان یشوش جہرہم بالذکر علی نائم او مصلی او قاری "کما ہو مقرر فی کتب الفقہ (الا شباه والنظائر مع شرح الحموی ص ۵۶۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے

(سوال ۱۱) تکبیر تحریمہ کی وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھے یا چھوڑ کر پھر باندھے صحیح طریقہ کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت سے، اسی طرح نماز عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لئے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کسی سے ثابت نہیں اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قراءت پڑھنے کی حالت میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک باندھنے کا حکم ہے۔ (کیونکہ وہ ہاتھ باندھنے کو قیام کی سنت قرار دیتے ہیں اور امام محمد کے نزدیک ثناء کے وقت ٹھوڑنے کا حکم ہے ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قراءت کے آداب میں سے ہے۔ اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوۃ اخرج کفیه من کمیتہ ثم رفعہما حذاء اذنیہ ثم کبر بلا سہ ناویا ثم وضع یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ عقب التحریمة بلا مہلۃ مستفتحاً۔ یعنی:- جب مرد نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے

پھر ان کو کانوں کے مقابل اٹھائے پھر تکبیر کہے بلا مد کے، نیت کرتے ہوئے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ تحریمہ کے بعد بلا تاخیر کے ثناء پڑھتے ہوئے (نور الاحیاء ص ۶۷ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوٰۃ)

اور ”مراقی الفلاح“ میں ہے (تحت سرۃ عقب التحریمة بلامهلة) لانه سنة القيام فی ظاهر المذهب وعند محمد سنة القراءة قیرسل حال الثناء وعندهما يعتمد فی کل قیام فیہ ذکر مسنون كحالة الثناء والقنوت و صلوۃ الجنائزۃ ویرسل بین تكبیرات العیدین اذلیس فیہ ذکر مسنون ص ۵۲ ایضاً)

فالا عتماد سنة القيام عندهما حتی لا یرسل حالة الثناء وعند محمد رحمه الله سنة القراءة حتی انه یرسل حالة قراءة الثناء الخ (الجوهرة النيرة ص ۵۰ ج ۱ باب صفة الصلاة) فقط والله اعلم بالصواب.

بعد نماز گوشہ مصلیٰ کو لیٹنا چہ حکم دارد؟:

(سوال ۱۲) نماز پڑھنے کے بعد مصلے کا ایک کونہ لیٹ لیتے ہیں۔ ورنہ شیطان اس پر نماز پڑھتا ہے۔ یہ اعتقاد کیسا ہے؟

(الجواب) مذکور وارج کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ اعتقاد بالکل غلط ہے۔ فقط۔

قبلہ کی جانب پاؤں کر کے سونا:

(سوال ۱۳) ہمارے ہاں ایک مسلم برادر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتا ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ قبلہ جہت پیر کر کے سونا گناہ ہے اس نے کہا کہ اپنے پیغمبر بھی سوتے تھے اور سونا گناہ نہیں ہے۔ اور کہتا ہے کہ گاؤں کے مشرقی جانب میں قبرستان ہو تو میت کو کیسے لے جاتے ہیں؟ ایسی دلیل پیش کرتا ہے بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) بجانب قبلہ پیر پھیلا کر سونا مکروہ تحریمی قریب حرام ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے یعنی شرعاً اس کی گواہی مردود اور نامقبول ہے (شامی ج ۱) (۱) جاہل، ضدی شخص دینی بحث اور سوال و جواب کے قابل نہیں ہے فقط والله اعلم بالصواب.

انتظار صلوٰۃ کی فضیلت:

(سوال ۱۴) حدیث شریف میں ہے کہ آدمی جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے اس کا یہ وقت نماز میں گنراہا و شمار ہوتا ہے تو اس کے لئے باوجود ہنا ضروری ہے یا بے وضوء بھی اسی قدر ثواب ہے؟

(۱) مدر جلیہ فی نوم او غیرھا ای عمداً لانه اساءۃ ادب قال فی الشامیۃ تحت قوله لانه اساءۃ ادب افاد ان الکراہۃ تنزیہتہ لکن قد مناعن الرحمة فی باب الاستجاء انہ سیأتی انہ یمد الرجل الیہا ترد شہادۃ قال وهذا یقتضی التحريم فلیحرر، درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۱۳ مطلب فی مکروہات الصلاة)

(الجواب) مذکورہ فضیلت کے لئے با وضو ہونا ضروری ہے۔ وضو نہ ہو تو نماز کا انتظار نہیں سمجھا جائے گا۔ وقد صرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم او لوح ان من المرجحات انه اذا توضأ فاحسن وضوءه ثم توجه الى المسجد لا ينهضه الا الصلوٰۃ کان مشیہ فی حکم الصلوٰۃ وخطواتہ مکفورات للذنوبہ۔

ترجمہ:- اور نبی کریم ﷺ نے صراحت یا اشارۃ فرمایا کہ فضیلت نماز کو بڑھانے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص وضوء کرے اور وضوء اچھی طرح کرے (یعنی وضوء کے آداب مثلاً قبلہ رو بیٹھنا۔ دنیا کی باتیں نہ کرنا۔ مسنون طرح پر مسواک کرنا وغیرہ کا خیال رکھے اور ان کو پورا کرے) پھر مسجد کی طرف روانہ ہو۔ اور اس کا محرک صرف نماز ہی ہو تو اس کا چلنا نماز کے حکم میں ہوگا۔ اور اس کے قدم گناہوں کے کفارہ کرنے والے ہوں گے (ہر قدم پر گناہ معاف ہوگا۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (حجتہ اللہ البالغہ ص ۸۸ ج ۲)

شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟

(سوال ۱۵) مسجد میں نماز ہو جانے کے خیال سے گھر میں نماز شروع کی۔ پھر مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے یا توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں نماز پوری کرے۔ ”خلاصۃ الفتاویٰ“ میں ہے۔ ولو افتتح الصلوٰۃ فی منزله ثم سمع الاقامة فی مسجد آخر اوفی مسجده یتتم الصلوٰۃ۔

ترجمہ:- اگر مکان میں نماز شروع کی۔ پھر دوسری مسجد یا محلہ کی مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے (ص ۲۲۹ ج ۱ الفصل السادس والعشرون فی المسجد وما يتصل به) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ:

(سوال ۱۶) نماز کے سلام میں ورحمۃ اللہ کے بعد وبرکاتہ کا اضافہ کیا جائے تو کیا حکم ہے۔ بیّنوا تو جروا۔

(الجواب) وبرکاتہ کا اضافہ متروک العمل ہے (قوله) السلام علیکم ورحمۃ اللہ لم یقل وبرکاتہ کما فی الہدایۃ الاختلاف فیہ قال

المظہر فی شرح المصابیح لفظ برکاتہ لم یرد فی سلام الصلوٰۃ وفی السراج وانہ لا یقول وبرکاتہ وصوح فی النووی بانہ بدعۃ ولس فیہ شیئی ثابت ولكن یردہ ما فی الحاوی القدسی من انہ مروی وایضاً قال امیر الحاج رد اللہ نووی بانہا جاءت فی سنن ابی داؤد من حدیث وائل بن حجر باسناد صحیح (حاشیۃ الدرر علی الغرر) ج ۱ ص ۶۲

قائلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ هو السنۃ ودرج الحدادی علیکم السلام (و) انہ (لا یقول) ہنا (وبرکاتہ) وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی وفی الحاوی انہ حسن (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۹۱ مطلب فی وقت ادراک فضیلۃ الافتتاح) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے :

(سوال ۱۷) جب کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مستحب اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ کو اتنی جھکائی جائے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے۔ سرین اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ نفع المفتی والسائل میں ہے الا ستفسار صلی النفل قاعد فکیف یرکع فیہ۔ الاستبشار۔ الرکوع یتم بانحناء الظهر لکن المستحب ان یرکع بحیث یحاذی جہتہ قدام رکبتہ نقلہ الشامی عن حاشیۃ الفتال عن البرجندی (ص ۷۶) ولو کان یصلی قاعد ینبغی ان یخفف جہتہ قدام رکبتہ لیحصل الرکوع (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ مطلب الرکن الاصلی والرکن الزاید) تحت بحث الرکوع والسجود فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم :

(سوال ۱۸) قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعاء پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر (قومہ میں) ربنا لک الحمد کے بعد حمد اکثر اُطیاً مبارکافہ کہہ سکتا ہے۔ جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو، اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) اللھم اغفر لی کہے اور وقت مل جاتا ہو تو وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی بھی کہہ سکتا ہے ممنوع نہیں ہے۔ (قوله لیس بینہما ذکر مسنون) قال ابو یوسف سألت الا امام ایقول الرجل اذا رفع رأسہ من الرکوع والسجود اللھم قال یقول ربنا لک الحمد وسکت ولقد احسن فی الجواب اذ لم یتہ عن الاستغفار نہر وغیرہ۔ اقول بل فیہ اشارۃ الی انہ غیر مکروہ اذ لو کان مکروہاً لنہی عنہ کما ینہی عن القراءة فی الرکوع والسجود وعدم کونہ مسنوناً لا ینافی الجواز کالتسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ بل ینبغی ان یندب الدعاء بالمغفرۃ بین السجدتین خروجاً من خلاف الا امام احمد رحمہ اللہ الخ (ج ۱ ص ۴۷۲ باب صفۃ الصلوۃ) (قوله محمول علی النفل) وصرح بہ فی الحلیۃ فی الوارد فی القومۃ والجلسۃ وقال علی انہ ان ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الا نفراد او الجماعۃ والمامون محصورون لا یتثقلون بذلك کما نص علیہ الشافعیۃ ولا ضرر فی التزامہ وان لم یصرح بہ مشائخنا فان القواعد الشرعیۃ لو تنبؤ عنہ کیف والصلوۃ والتسبیح والتکبیر والقرائۃ کما ثبت فی السنۃ ۵۱ (شامی ج ۱ ص ۴۷۲، ص ۴۷۳ ایضاً) غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے۔ شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں۔ گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی۔ اس لئے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں۔ اور قراءت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے۔ (غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۳۵ ایضاً) البتہ حضور اکرم ﷺ کی ہدایت من ام قوماً فلیخفف فان فیہم المریض والكبیر وذا الحاجة (او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام) کا لحاظ کرتے

ہوئے مقتدیوں کے لئے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہیں

(سوال ۱۹) مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہا اور امام نے سلام پھیر دیا تو اب اسے بیٹھ کر کھڑے ہونا چاہئے یا کھڑے کھڑے ہی قراءت شروع کر دے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مقتدی کے بیٹھتے ہی سلام پھیر دیا تو التحیات پڑھنا چاہئے۔ یا بغیر پڑھے ہی کھڑا ہو جائے۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مسبق نے تکبیر تحریمہ کہی اگر امام کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو یہ شخص جماعت میں شامل ہو گیا۔ اپنی نماز شروع کرے قعدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر امام نے السلام کا لفظ کہا ابھی علیکم کا لفظ کہنے نہیں پایا تھا کہ مسبق نے تکبیر تحریمہ کہی اور قعدہ میں بیٹھا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کو تشهد پڑھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر تشهد پڑھے بغیر ہی کھڑا ہو گیا تب بھی نماز درست ہے۔ شامی میں ہے۔ قال فی التجینس الا امام اذا فرغ من صلاته قلما قال السلام جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول عليكم لا يصير داخل في صلاته لان هذا سلام (باب صفة الصلاة شامی ج ۱ ص ۴۳۶ وفتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۲۰۵) شامی میں دوسری جگہ ہے۔ وشمل باطلاقة ما لو اقتدى به في اثناء التشهد الاول او الاخير فحين قعد قام امامه او سلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقول ولم اره صريحا ثم رأيت في الذخيرة ناقلا عن ابی الليث المختار عندی انه يتم التشهدو ان لم يفعل اجزاؤه ولله الحمد (شامی ج ۱ ص ۴۲۳ صفة الصلاة بعد) مطلب فی اطالة الركوع لجائی فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سورۃ فاتحہ کے شروع میں، اور سورۃ فاتحہ وسورت کے درمیان

تعوذ و تسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے

(سوال ۲۰) پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد سورۃ فاتحہ کے شروع میں اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) پہلی رکعت میں (منفرد اور امام کے لئے) ثناء کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھنا مسنون ہے۔ اور بقیہ رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے شروع میں صرف بسم اللہ پڑھے۔ ویسن التعوذ للقراءة وتسین التسمیہ اول کل رکعة قبل الفاتحة لانه صلى الله عليه وسلم كان يفتح صلاته بسم الله الرحمن الرحيم (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۱) سنی سرافی اول کل رکعة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷) (قبیل) مطلب لفظة الفتوى أكد و ابلغ من لفظ المختار (درمختار میں دوسری جگہ ہے۔) (والرکعة الثانية کالاولی) فیما مر (غیر انہ لا یأتی بثناء ولا تعوذ فیها) اذ لم یشرع الا مرة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص

۴۷۳ صفۃ الصلوٰۃ

سورۃ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔ شامی میں ہے۔ ان سُمیٰ بین الفاتحة والسورة المقروئة سرّاً وجہراً کان حسناً عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ، یعنی سورۃ فاتحہ اور سورت زور سے پڑھی یا آہستہ اس کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے (شامی ج ۱ ص ۴۵۸ مطلب قرأۃ البسملة بین الفاتحة والسورة حسن) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱) نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ زبان سے بجائے عصر کے فرض کے ظہر کا فرض نکل گیا تھا تو اب نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) دل میں عصر کی نیت تھی مگر زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا تو مضائقہ نہیں نماز ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔ والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية (درمختار) قوله ان خالف القلب فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزاه كما في الزاھدی قہستانی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۸۵، ۳۸۶ باب شروط الصلوة بحث النية) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کر سکتا ہے؟

(سوال ۲۲) نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ بجائے عصر کے فرض کے ظہر کے فرض کی یا اسی طرح سنت کی نیت کی ہے تو اب نماز توڑ کر پھر تکبیر تحریمہ کہے یا نماز میں ہی نیت بدل دے۔ اگر نماز میں ہی نیت بدل سکتا ہو تو کب تک بدلنے کا اختیار ہے رکوع کے بعد بھی بدل سکتا ہے؟ بینوا تو جروا (حیدر آباد)

(الجواب) بلانیت ہی نماز شروع کر دی پھر یاد آیا کہ نیت نہیں کی ہے یا غلط نیت کی مثلاً عصر کی جگہ ظہر کی نیت کر لی تو اب نیت کا وقت جاتا رہا۔ نماز شروع کرنے کے بعد نیت کا اعتبار نہیں از سر نو نیت کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے، ولا عبرة بنية متاخرة عنها على المذهب (قوله ولا عبرة بنية متاخرة) لان الجزء الخالي عن النية لا يقع عبادة فلا يبنى الباقي عليه الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۸۷ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا:

(سوال ۲۳) ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز حج کے لئے گیا انہوں نے عصر کی اور مغرب کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ جس چیز پر نماز پڑھتے ہوں اس کا زمین کی سطح سے لگا ہوا ہونا ضروری ہے؟ اس لئے عصر اور مغرب کی نماز قضا کرنا ہوگی جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) ہوائی جہاز میں نماز کا وقت آ جائے تو نماز قضا نہ کرے پڑھ لیوے اور بعد میں اعادہ کر لیوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سجدے کی حالت میں اپنے پیر کی انگلیاں زمین کو نہ لگاتا ہو۔ صرف انگوٹھا ہی رکھتا ہو تو اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے۔ سجدہ ہوگا؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) سجدہ میں فقط پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا رہنے سے نماز ہو جائے گی مگر صرف انگوٹھا رکھنے پر اکتفا کرنا اور دوسری انگلیوں کو اٹھائے رکھنا خلاف سنت ہے اس لئے مکروہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ دونوں قدموں کی انگلیاں زمین پر لگی رہیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ و وضع اصبع واحلۃ منہما شرط (در مختار) و افاد انہ لو لم یضع شیئاً من القدمین لم یصح السجود الخ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ بحث الركوع والسجود) والمراد بوضع القدمین علی ما ذکر فی الخلاصۃ وضع اصابعہما والمراد بوضع الاصابع توجیہہما نحو القبلة لیکون الا اعتماد علیہا حتی لو وضع ظہر القدمین ولم یوجہہ اصابعہما او احدهما نحو القبلة لا یصح سجودہ۔ وهذا مما یجب حفظہ واكثر الناس عنه غفلون (مجالس ابرار ص ۳۱۵ مجلس نمبر ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب ۳ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ۔

حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۵) مقتدی نے بحالت قیام تکبیر کہی اس کے بعد بلا توقف رکوع میں چلا گیا اور امام کو رکوع میں پالیا تو اس قدر قیام سے (قیام کا) فرض متحقق ہو جائے گا؟ یا تکبیر کے بعد توقف کرنا ضروری ہے؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) بحالت قیام تکبیر کہنے کی مقدار قیام کافی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے :-

حتى لو کبر قائماً ولم یقف یمیر مودیا فرضی التکبیر والقیام جمیعاً ولا یلزمہ توقف بعده قائداً لان قدرماً وجد من القیام یکفیه۔

ترجمہ یہاں تک کہ اگر تکبیر کھڑے کھڑے کہی اور پھر توقف نہ کیا تو قیام اور تکبیر دونوں کا فرض (اتنی مقدار کھڑے رہنے سے) ادا کر چکا، بعد اس کے قیام میں توقف کرنا اس کو لازم نہیں اس لئے کہ جس قدر قیام پایا گیا وہی کافی ہے۔ (مجالس ابرار ص ۳۰۷ ص ۳۰۸ مجلس نمبر ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ناقص العقل شخص کون سی صف میں کھڑا ہو :

(سوال ۲۶) ایک لڑکا ہے جو بالغ ہے لیکن وہ پاگل جیسا ہے اور نماز میں سکون کے ساتھ کھڑا نہیں رہتا۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے۔ اور پاکی ناپاکی کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ پہلی صف میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس لڑکے کو پہلی یا دوسری صف میں کھڑا رکھا جاسکتا ہے؟ اور اگر وہ کھڑا ہو جائے تو اس کو پیچھے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) جو بالغ لڑکا پاگل کی طرح ہو، نماز کی عظمت نہ سمجھتا ہو، پاکی ناپاکی کا خیال نہ کرتا ہو اور نماز میں بیجا حرکتیں کرے، جس کی وجہ سے نمازیوں کو تشویش ہوتی ہو تو اس کو بالغوں کی صف میں کھڑا ہونے سے روکا جائے اگر کھڑا ہو گیا تو

اس کو پیچھے کیا جاسکتا ہے۔ فقہاء نے ایسے شخص کو بچے کے حکم میں داخل کیا ہے۔ (قولہ او معتوہ) هو الناقص العقل وقيل المدهوش من غير جنون كذا في المغرب وقد جعلوه في حكم الصبي. (شامی ج ۱ ص ۵۳۱ باب الامامة) فقط والله اعلم بالصواب.

صف اول کس کو کہتے ہیں

(سوال ۲۷) صف اول کس کو کہتے ہیں اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک صف آگے بڑھادی جائے اور وہ منبر کی وجہ سے منقطع ہو جائے۔ اور مقتدی امام کے قریب اگل بغل کھڑے ہوں تو یہ صف۔ صف اول ہوگی یا اس کے پیچھے والی صف، صف اول ہوگی۔ اور پہلی صف باطل ہوگی۔ اور جگہ کی تنگی کے وقت اس طرح صف بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صف اول وہ ہے جو امام کے قریب ہو۔ مؤذن اقامت کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مصلیوں کی جو صف ہے وہ صف اول ہے اگر یہ صف آگے بڑھ کر امام کے قریب ہو جائے اس وقت بھی وہ صف اول شمار ہوگی۔ پیچھے جماعت خانہ اور صحن میں اور اوپر بھی جگہ نہ ہو تو نمازیوں کو امام کے قریب ہو جانا بلا کراہت درست ہے۔ جگہ ہوتے ہوئے امام کے ساتھ صف بنالینا مکروہ تحریمی ہے۔ الزائد یقف خلفه فلو توسط اثنتین کرہ تنریہا وتحریماً لو اکثر الخ (در مختار) قوله وتحریماً لو اکثر (فاذا تقدم الامام امام الصف واجب کم افاده فی الهدایة والفتح۔ یعنی ایک سے زائد مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ لہذا اگر وہ مقتدی ہوں اور امام ان کے درمیان کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہ سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔ (در مختار والشمسی ج ۱ ص ۵۳۱ هل الا ساءة دون الکراہة او افحش منها) نیز مقتدیوں کے امام کے ساتھ کھڑے ہونے میں جماعت نساء کے ساتھ بھی مشابہت لازم آتی ہے یہ بھی ایک وجہ کراہت ہے۔

صف اول کے سلسلہ میں جو لکھا گیا ہے شامی کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے ملاحظہ ہو۔ ویعلم منه بالاولیٰ ان مثل مقصورة دمشق التي هی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یكون الصف الاول فیہا ما یلی الامام فی داخلہا وما اتصل به من طرفیہا خارجاً من اول الجدار الی آخرہ فلا ینقطع الصف ببناء ہا کما لا ینقطع بالمنبر الذی هو داخلہا فیما یظهر الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۲ مطلب فی الکلام علی الصف الاول تحت مطلب فی الکلام علی الصف الاول، باب الامامة) فقط والله اعلم بالصواب.

ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی

ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی؟

(سوال ۲۸) کبھی صرف ایک مقتدی ہو یا صرف نابالغ بچہ ہو۔ یا صرف ایک عورت ہو۔ یا ایک سے زیادہ مقتدی ہوں جن میں کچھ بچے کچھ عورتیں بھی ہوں تو صف کس طرح بنائی جائے؟ مفصل و مدلل تحریر فرمائیں۔

(الجواب) ایک مقتدی ہو تو اسے امام کی دہائی طرف محاذ میں قدرے پیچھے کھڑا رہنا چاہئے۔ ویقف الواحد محاذ یا یسارہ کرہ اتفاقاً (درمختار ج ۱ ص ۵۲۹، ص ۵۳۰) اگر بائیں طرف کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقاً (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) ایضاً الظاہران الکراہۃ تنزیہیۃ لتعلیلہا فی الہدایۃ وغیرہا بمخالفۃ السنۃ ولقولہ فی الکافی جازو اساء الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۰) ایضاً اسی طرح اگر ایک مقتدی ہو اور پیچھے کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے بوجہ خلاف سنت ہونے کے (وکذا) یکرہ (خلفہ علی الاصح) لمخالفۃ السنۃ (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) اور اگر صرف ایک نابالغ لڑکا ہو تو امام کی سیدھی طرف محاذ میں یعنی امام کے برابر قدرے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ ویقف الواحد ولو صبیاً..... محاذیاً (لیمین! مامہ علی المذہب) (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) ایضاً اور اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ اما لو حدة فتناً خو (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) ایضاً اور اگر ایک عورت اور ایک مرد ہو تو مرد کو امام اپنے برابر کھڑا کرے اور عورت کو پیچھے کھڑا رکھے (قولہ اما لو حدة فتناً خو) فلو کان معہ رجل ایضاً یقیمہ عن یمینہ والمرأۃ خلفہما (شامی ج ۱ ص ۵۳۰) ایضاً حتی لو کان خلفہ رجل واحد وامرأۃ یقوم الرجل بحذائہ کما لو لم یکن معہ امرأۃ (عیسیٰ شرح کنز الاقائق باب الامامۃ ج ۱ ص ۳۹) اور اگر امام کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت ہو تو دونوں مرد پیچھے کھڑے رہیں اور عورت ان دونوں کے پیچھے۔ ولو وجلان یقیمہما خلفہ والمرأۃ خلفہما (شامی ج ۱ ص ۵۳۰) ایضاً اگر ایک سے زائد دو مقتدی بجائے پیچھے کھڑے رہنے کے امام کی دونوں طرف محاذ میں کھڑے ہو گئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو مقتدیوں سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے والزائد یقف خلفہ فلو تو سبط اثنین کرہ تنزیہاً وتحریماً لو اکثر (درمختار ج ۱ ص ۵۳۹) ایضاً اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو اور امام کے پیچھے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق یہ کراہت مقتدی کے حق میں ہے نہ کہ امام کے حق میں۔ ولو قام واحد بجانب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعاً الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۳۱) فقط واللہ اعلم۔

قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے جائیں یا نہ باندھے جائیں

(سوال ۲۹) قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھنا چاہئے یا چھوڑے رکھے، دونوں میں راجح کیا ہے؟ مینو اتوجروا۔ (الجواب) ہاتھ باندھنا قوی اور راجح ہے اس لئے کہ ہر اس قیام میں جس میں ذکر مسنون ہے شیخین کے نزدیک ہاتھ باندھنا سنت ہے، اس لئے ثناء، پڑھتے وقت قنوت وتر میں، صلوۃ جنازہ میں اسی طرح قنوت نازلہ میں بھی ہاتھ باندھنا چاہئے، اگر کوئی چھوڑے رکھے تو اس سے جھگڑنا نہیں چاہئے، الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔ قال فی الہدایۃ الاصل ان کل قیام فیہ ذکر مسنون یعتمد فیہ وما لا فلا ہو المصحیح فیعتمد فی حالۃ القنوت وحلاۃ الجنازۃ ویرسل فی القنومۃ من الركوع و بین تکبیرات العید (الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۵۰ صفۃ الصلاۃ)

مراقی الفلاح میں ہے: وعندہما یعتمد فی کل قیام فیہ ذکر مسنون کحالۃ الثناء

والقنوت وصلاة الجنائز ویرسل بین تکبیرات، العیدین اذلیس فیہ ذکر مسنون (مراقی الفلاح مع طحاوی ص ۵۳ فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلوۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرد اور عورت کے رکوع میں فرق:

(سوال ۳۰) بعد سلام مسنون! عرض ہے کہ مرد اور عورت کے رکوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو بالتفصیل کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مرد اور عورت کے رکوع میں چند باتوں میں فرق ہے (۱) یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں، اور عورت تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے (۲) یہ کہ مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے، مردوں کی طرح خوب سیدھی نہ کرے (۳) یہ کہ مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے شامی میں ہے قال فی المعراج وفي المجتبیٰ هذا كله فی حق الرجل اما المرأة فتحنی فی الركوع یسیراً ولا تفرج ولكن تضم وتضع یدیها علی رکتیها وضعا وتحنی رکتیها ولا تجافی عضدیها لان ذلك استرلها (امی ج ۱ ص ۲۶۱ فصل فی تالیف الصلوۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ویعتمد بیدیہ علی رکتیہ کذا فی الہدایۃ وهو الصحیح ہکذا فی البدائع ویفرج بین اصابعہ ولا یندب الی التفریج الا فی هذه الحالة ولا الی الضم الا فی حالة السجود وفیما وراء ذلك یترک علی العادۃ کذا فی الہدایۃ ویسط ظہرہ حتی لو وضع علی ظہرہ قدح من ماء لا ستقر ولا ینکس رأسہ ولا یرفع یعنی یسوی رأسہ بعجزہ کذا فی الخلاصۃ ویکرہ ان یحنی رکتیہ شبہ القوس والمرآۃ تحنی فی الركوع یسیراً ولا تعتمد ولا تفرج اصابعها ولكن تضم یدیها وتضع علی رکتیها وضعا وتحنی رکتیها ولا تجافی عضدیها کذا فی الزاہدی (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۶ کتاب الصلوۃ۔ الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ وآدابہا وکیفیتہا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے:

(سوال ۳۱) تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بعد شہادت کی انگلی زانو پر رکھ دینی چاہئے یا زانو سے کھڑی رکھنا چاہئے؟ یہاں اس بارے میں اختلاف ہو گیا ہے، لہذا حوالیات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تو عین کرم ہوگا، بینوا تو جروا۔ (انگلینڈ)

(الجواب) قوی یہ ہے کہ تشہد میں کلمہ کے موقع پر داہنے ہاتھ کے اخیر کی دونوں چھوٹی انگلیوں کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر لا الہ پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور لا اللہ پر رکھ دے یعنی چھوڑ دے اور یہ حالت (یعنی حلقہ) آخر

تک باقی رکھے، یہی صورت اولیٰ ہے۔ شامی کی عبارت ملاحظہ ہو وہی المحيط انہا (ای الاشارة) سنة یرفعہا عند النفی و یضعہا عند الاثبات وهو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ومحمد رحمہ اللہ و کثرت بہ الآثار والاخبار فالعمل بہ اولیٰ فهو و صریح فی ان المفتی بہ هو الاشارة بالمسبحة..... ولذا قال فی منیہ المصلی فان اشار یعقد الخنصر والبصر و یحلق الوسطی بالا بہام و یمیم السبابة..... وصحح فی شرح الہدایۃ انہ یشیر و کذا فی الملتقط وغیرہ و صفتہا ان یحلق من یدہ الیمنی عند الشہادۃ الا بہام والوسطی و یقبض الخنصر والبصر و یشیر بالمسبحة..... الخ (شامی ج ۱ ص ۲۷۵ تحت مطلب مهم فی عقد الا صابع عند التشہد)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعلیم الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

”جب اشہدان لا الہ الا اللہ پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کی انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لو اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرو اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو لا الہ پر اٹھاؤ اور لا اللہ پر جھکاؤ اور اسی طرح اخیر تک حلقہ باندھے رکھو۔ (تعلیم الاسلام ص ۶۰ حصہ سوم، نماز پڑھنے کی پوری ترکیب)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لا الہ کہنے کے وقت انگلی اٹھاوے اور لا اللہ کہنے کے وقت جھکاوے مگر عقد و حلقہ کی بیعت کو آخر نماز تک باقی رکھے (بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

عمدۃ الفقہ میں ہے:- اور جب اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلیا اور اس کے آس پاس کی انگلی کو بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے لا الہ پر انگلی اٹھائے اور لا اللہ پر جھکاوے اور پھر انیر قعدہ تک اس طرح حلقہ باندھے رکھے۔ (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱ نماز کی پوری ترکیب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت:

(سوال ۳۲) احناف نماز کی تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ احناف کے پاس حدیث نہیں ہے۔ بینوا تو بڑوا۔

(الجواب) مشکوٰۃ شریف میں ہے عن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدہ حتی یحاذی بہما اذنیہ الخ وفی روایۃ حتی یحاذی بہما فروع اذنبہ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ باب صفۃ الصلوۃ) حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اٹھاتے اپنے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ اپنے دونوں کانوں کے برابر کرتے (باب صفۃ الصلوۃ مشکوٰۃ شریف ص ۷۵)

نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے عن وائل بن حجرانہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوۃ رفع یدہ حتی کاننا بحیال منکبہ و حاذی ایہامیہ اذنبہ ثم کبر (رواہ ابو داؤد، وفی روایۃ

لہ یرفع ابہا میہ الی شحمة اذنیہ) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے نبی ﷺ کو نماز کے لئے کھڑا ہونے کے وقت دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے مقابل اٹھائے، اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو کے برابر فرمادیا (ابوداؤد) اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو (نرمہ گوش) کے برابر کیا (مشکوٰۃ شریف ص ۶۷ باب صفۃ الصلوٰۃ)

زجاجة المصابیح میں ہے عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ انہ رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه حتی تکاد ابہا ماہ تحاذی شحمة اذنیہ، رواہ النسائی ولا بی داؤد وروی الحاکم فی المستدرک والدارقطنی والبیہقی فی سننہ عن انس نحوه وقال الحاکم اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین ولا اعلم لہ علة وفي رواية لا بی داؤد والنسائی والطبرانی والدارقطنی ومسلم عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حين افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه حیال اذنیہ (زجاجة المصابیح، ص ۲۲ ج ۱، باب صفۃ الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت:

(سوال ۳۳) احناف ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے خلاف کرتے ہیں، بینوا تو جروا۔

(الجواب) مولانا نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (مؤلف مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف) نظام الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ تمیز الوصول کے ۲۱۶ صفحہ میں حدیث ہے عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ان علیا قال السنۃ وضع الکف فی الصلوٰۃ وان یضعہا تحت السرة اخرجہ رزین حضرت ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا سنت ہے، اور احمد اور ابوداؤد اور دارقطنی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرة یعنی ناف کے نیچے ہاتھ کو ہاتھ کے اوپر رکھنا سنت ہے، ہدایہ، بحر الرائق، کفایہ، عنایہ، نہایہ، اور کافی میں بھی اسی مضمون کی حدیث ہے، صرف لفظ میں اختلاف ہے اور معنی میں اتفاق، اور بحر الرائق میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ثلث من سنن المرسلین و ذکر من جملتها وضع الیمنی علی الشمال تحت السرة یعنی نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں پیغمبروں کی سنت ہے اور ان تینوں میں سے ایک یہ ہے کہ ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا (نظام الاسلام ص ۲۶) یہ رسالہ حضرت کے رسالے توفیر الحق اور تنبیہ الضالین کے ساتھ چھپا ہوا ہے، حدیث کے ترجمہ میں معمولی تغیر کیا گیا ہے)

زجاجة المصابیح میں ہے۔ عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرة رواہ ابن ابی شیبۃ وفی عمدة الرعاۃ سندہ جید ورواہ کلہم ثقات کذا قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا والشیخ عابد السندی وقال العلامة ابو الطیب المدنی هذا حدیث قوی من حیث السند. (زجاجة المصابیح ص ۲۳۲ باب صفۃ الصلاۃ جلد اول)

نور المصباح ترجمہ زجاجة المصباح میں ہے۔ علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد وائل سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد وائل نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہیں، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عمدة الرعاۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں حافظ قاسم ابن قطلوبغا اور شیخ عابد سندی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور علامہ ابو الطیب المذنی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے (نور المصباح ترجمہ زجاجة المصباح ج ۲، ص ۲۲۲)

نیز زجاجة المصباح میں ہے عن علی قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة رواہ ابو داؤد واحمد وابن ابی شیبہ والدارقطنی والبیہقی (زجاجة المصباح ج ۱ ص ۲۳۳ ایضاً)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے اس کی روایت ابو داؤد و امام احمد اور ابن ابی شیبہ و دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔ (نور المصباح ص ۲۲۲ ج ۱، ص ۲) نیز زجاجة المصباح میں ہے عن ابراہیم النخعی انه کان یضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری تحت السرة رواہ محمد فی الآثار (زجاجة المصباح ص ۲۳۳ ج ۱ باب صفۃ الصلوۃ) یعنی: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے، اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے۔ (نور المصباح ص ۲۲۲ حصہ دوم، جلد اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مقلدین کا دعویٰ کہ خفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے:

(سوال ۳۳) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم اور ضروری ہے اس کے بغیر اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی، کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ بینواتو جروا۔

(الجواب) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ جہری نماز میں بلا قراءۃ فاتحہ مقتدی کی نماز نہیں ہوتی باطل اور کار ت ہے، یہ دعویٰ قطعاً غلط ہے، چنانچہ مشہور محدث اور فقیہ حضرت شیخ موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ ۶۲۰ھ جو محبوب سبحانی حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ ۵۶۱ھ کے شاگرد رشید ہیں اپنی مشہور کتاب المغنی ص ۶۴ ج ۱ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ما سمعنا احداً من اهل الاسلام يقول اذا جهر الامام بالقراءة فلا تجزئ صلوۃ من خلفه الا لم يقرأ وقال هذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ والتابعون، وهذا مالک فی اهل الحجاز، وهذا الثوری فی اهل العراق، وهما الا وزاعی فی اهل الشام وهذا الليث فی اهل مصر ما قالوا لرجل صلی خلف الامام ولم يقرأ صلاته باطلۃ (المغنی ص ۵۶۳ ج ۱ مکروہات الصلوۃ)

یعنی: امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے پڑھتا ہو اور مقتدی نے اس کے پیچھے قراءت نہ کی ہو تو مقتدی کی نماز باطل ہوگی، چنانچہ رسول قبول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وعلیٰ تبعین رحمہم اللہ اور اہل حجاز میں امام مالکؒ اور اہل عراق میں سفیان ثوریؒ اہل شام

میں امام اوزاعی اہل مصر میں امام لیث بن سعد جیسے جلیل القدر محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت نہ کی اس کی نماز باطل ہوگی۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

قراءت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب:

(سوال ۳۵) غیر مقلدین قراءت خلف الامام کو فرض قرار دیتے ہیں، اور بخاری و مسلم کی روایت لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب پیش کر کے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے سراسر خلاف کرتے ہیں، عوام میں کچھ لوگوں کو تذبذب ہو گیا ہے اور وہ بھی کہنے لگے ہیں کہ سب بخاری و مسلم کی یہ روایت ہے تو اس کے خلاف عمل نہ کرنا چاہئے، آپ سے درخواست ہے کہ احادیث کی روشنی میں تفصیلی جواب تحریر فرمائیں، خاص طور پر حنفیہ کے دلائل قلم بند فرمائیں اور احناف ان احادیث کے متعلق کیا کہتے ہیں تحریر فرمائیں، آپ کی بڑی عنایات ہوں گی، آپ کا جواب انشاء اللہ ہمارے لئے بڑی رہنمائی کا سبب ہوگا اور انشاء اللہ عوام کی غلط فہمی دور ہوگی، بینوا تو جروا۔

(الجواب) یہ مسئلہ اختلافی اور معرکہ الآراء ہے، صرف ایک حدیث کا ٹکڑا پیش کر دینے سے دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا، اس کے متعلق تمام روایات پر نظر کر کے فیصلہ کرنا ہوگا۔ مذکورہ حدیث میں لا صلوة سے مراد منفرد کی نماز ہے (جو امام پر بھی صادق آتا ہے) مقتدی اس میں شامل نہیں، اس دعویٰ پر کہ لا صلوة، صلوة مقتدی کو شامل نہیں مشہور محدث و مجتہد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بیان جو ترمذی شریف میں مذکور ہے روز روشن کی طرح واضح ثبوت ہے صحیح ترمذی شریف کی عبارت یہ ہے۔

واما احمد بن حنبل فقال معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده واحتج بحديث جابر بن عبد الله حيث قال من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم تناول قول النبي صلى الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ان هذا اذا كان وحده..... حدثنا اسحق بن موسى الا نصارى ناعمنا مالک عن ابی نعیم وھب بن کيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام هذا حديث حسن صحيح (ترمذی شریف ج ۱ ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءۃ)

یعنی: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ " لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب " سے مراد منفرد ہے (مقتدی اس میں شامل نہیں) اور امام احمد نے اپنے اس قول پر حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے استدلال فرمایا ہے، حضرت جابرؓ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی۔ سر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ ایک صحابی رسول ہیں (ﷺ) جنہوں نے نبی ﷺ کے قول مبارک " لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب " کا مطلب بیان کیا ہے کہ مذکورہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (ترمذی شریف ص ۴۲ ج ۱)

حضرت جابرؓ کی یہ روایت موقوف ہے، امام طحاویؒ نے یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے، طحاوی شریف

میں ہے۔ حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا يحيى بن سلام قال ثنا مالك عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱، باب القراءة خلف الامام)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں ”لمن یصلی وحده“ یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (مقتدی کے حق میں نہیں ہے) ابوداؤد شریف میں ہے۔

حدثنا قتيبة بن سعيد وابن السرح قال نا سفیان عن الزهري عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال لا صلوۃ لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ضاعداً قال سفیان لمن یصلی وحده (ابوداؤد شریف ص ۱۲۶ ج ۱، باب من ترک القراءة فی صلوته)

خفیہ کا مذہب قرآن، احادیث اور اثار صحابہ و تابعین سے ثابت ہے، قرآن مجید میں ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (قرآن مجید پ ۹ سورہ اعراف آیت نمبر ۲۰۴)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی تفسیر ابن کثیر میں ہے: وقال علی بن طلحة عن ابن عباس فی الایة قوله (واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا) یعنی فی الصلوۃ المقرؤة وکذا روی عن عبد الله بن مغفل (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۳ سورہ اعراف)

نیز تفسیر ابن کثیر میں ہے: - وكذا قال سفیان الثوری عن ابی ہاشم اسمعیل بن کثیر عن مجاهد فی قوله (واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا) قال فی الصلوۃ وکذا رواه غیر واحد عن مجاهد. الی قوله. وكذا قال سعید بن جبیر والضحاك وایراهم النخعی وقتادة والشعبي والسدي وعبد الرحمن بن زید بن اسلم ان المراد بذلك فی الصلوۃ. یعنی اسی طرح سفیان ثوری نے اسمعیل بن کثیر سے اور انہوں نے مجاہد سے اللہ کے قول مبارک واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے اور بہت سے حضرات نے مجاہد سے اسی طرح روایت کی ہے، الی قوله۔ اور اسی طرح سعید بن جبیر، ضحاك، ابراہیم نخعی، قتاده، شعبی، سدی، اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد نماز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۳ ج ۳)

معالم التنزیل (تفسیر امام بغوی) میں ہے روی زید بن اسلم عن ابیه عن ابی ہریرۃ قال نزلت هذه الایة فی رفع الاصوات وهم خلف رسول الله ﷺ فی الصلوۃ. الی قوله. وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه سمع ناسا یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقهوا (واذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا) کما امرکم اللہ، وهذا قول الحسن والزہری والنخعی ان الایۃ فی القراءۃ فی الصلوٰۃ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں (قراءت کرنے کی وجہ سے) لوگوں کی آواز بلند ہوتی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی قولہ۔ ابن مسعودؓ نے لوگوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا جب نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا، کیا ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کو سمجھو۔ حسن، زہری، اور نخعی فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے متعلق ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل مع ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

امام احمد بن حنبلؓ فرماتے ہیں اجمع الناس علی ان هذه الایۃ فی الصلوٰۃ سب لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (المغنی ص ۶۰۱ ج ۱ قراءۃ الماموم خلف الامام، مکروہات الصلوٰۃ)

امام زید بن اسلمؓ اور ابو العالیہؓ فرماتے ہیں كانوا یقرؤن خلف الامام فنزلت واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔ یعنی بعض لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، واذا قرأ القرآن الخ (المغنی والشرح الکبیر ص ۶۰۱، مصری مکروہات الصلوٰۃ)

تفسیر ابن کثیر میں ایک اور روایت ہے۔ عن بشیر بن جابر رضی اللہ عنہ قال صلی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نسمع ناساً یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما انکم ان تفقہوا ما انکم ان تعقلوا (واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا) کما امرکم اللہ۔ حضرت بشیر بن جابرؓ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ قرأت کرتے ہیں، نماز کے بعد آپ نے ان لوگوں سے فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو، اس کے باوجود تم اس بات کو نہیں سمجھتے، کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان کان ماموناً لا یقرأ) لقوله تعالى واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا..... قال ابن عباس و ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما و جماعۃ من المفسرین : نزلت فی الصلوٰۃ خاصۃ حین كانوا یقرؤن خلفہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی: اگر مقتدی ہو تو قراءت نہ کرے اللہ کے فرمان واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۵۲)

زجاجۃ المصباح ص ۲۳۱ ج ۱ پر بھی متعدد روایتیں اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ مذکورہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے لہذا جب امام قرأت کر رہا ہو (جہری نماز ہو یا سری) تو اس وقت مقتدیوں پر لازم ہے کہ خاموش رہیں اور غور سے سنیں کیونکہ قرآن میں دو حکم ہیں ایک استمعوا (امام کی قراءت سنو) یہ تو جہری نماز کے ساتھ خاص ہے، دوسرا حکم ہے انصتوا (امام کی قرأت کے وقت خاموش ہو) یہ جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: وحاصل الاستدلال بالایۃ ان المطلوب امران: الاستماع والسکوت فیعمل بکل منهما والاول یخص الجهریۃ، والثانی لا فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القراءۃ مطلقاً، وهذا بناء علی ان ورود الایۃ فی القراءۃ فی الصلوۃ (فتح القدیر مع عنایہ ج ۱ ص ۳۴۲ فصل فی القراءۃ)

احادیث مبارکہ

(۱) عن ابی موسیٰ الاشعری بروایۃ جریر عن سلیمان التیمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلواتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین الخ۔ (مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱، باب التشہد فی الصلوۃ)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا ہمیں سنت سکھائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھی کر لیا کرو پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد نے سوال کیا کہ اس حدیث میں اذا قرئ فانصتوا کا اضافہ صحیح ہے؟ یہ اضافہ سلیمان تیمی نے کیا ہے، دوسروں کی روایت میں یہ جملہ نہیں، تو امام مسلمؒ نے جواب دیا ”تسرید احفظ من سلیمان؟“ کیا تم سلیمان سے بڑھ کر حدیث کا حافظ چاہتے ہو؟ یعنی وہ کامل الحفظ تام الضبط ہے، اس کا تفرہ مضرب نہیں (مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱)

حقیقت یہ ہے کہ سلیمان تیمی کی متابعت و موافقت کرنے والے دوسرے حفاظ وثقات موجود ہیں، چنانچہ مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”صحیح ابوعوانہ میں اس حدیث کو عبد اللہ بن رشید سے ابو عبیدہ (مجاہد بن زبیر عتقی) سے قتادہ سے یونس بن جبیر سے حطان بن عبد اللہ رقاشی سے، ابو موسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اس میں سلیمان تیمی کی متابعت ابو عبیدہ نے کی ہے وہ بھی قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح اذا قرأ الا امام فانصتوا روایت کر رہا ہے اور ابو عبیدہ ثقہ ہے انساب سمعانی میں عبد اللہ بن رشید اور ابو عبیدہ دونوں کو مستقیم الحدیث کہا ہے، دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، ان کی سند میں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح واذا قرأ فانصتوا روایت کیا ہے، عمر بن عامر امام مسلم کے راویوں میں سے ہے اسی طرح اس کا شاگرد و سالم بن نوح رجال مسلم میں سے ہے امام مسلم اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اپنی صحیح میں اس سے روایت کرتے ہیں پس بعض محدثین کا یہ کہنا کہ قتادہ کے شاگردوں میں سے صرف سلیمان تیمی نے اس حدیث میں اذا قرأ الا امام فانصتوا زیادہ کیا ہے غلط ہے، قتادہ کے تین شاگردوں نے جو ثقہ ہیں سلیمان تیمی کی موافقت کی ہے۔ (فاتحہ

الکلام فی القراءة خلف الامام ص ۲۴، ص ۲۵)

(۲) نسائی شریف میں ہے۔

تاویل قوله عز وجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون ، عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبر واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع لمن حمدہ فقولوا اللہم ربنا لک الحمد (باب تاویل واذا قرئ القرآن نسائی شریف ص ۹۳ ج ۱) (باب القراءة مشکوۃ شریف ص ۸۱)۔

یعنی: ارشاد خداوندی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون کی تاویل حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع (اقتداء) کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللہم ربنا لک الحمد کہو۔

(۳) ابن ماجہ میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللہم ربنا لک الحمد (ابن ماجہ شریف ص ۶۱ باب اذا قرأ الامام فانصتوا)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تک تم اللہم ربنا لک الحمد کہو۔

نسائی اور ابن ماجہ کی مذکورہ حدیث ابو ہریرہؓ صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد ابو بکر نے امام مسلم سے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ میرے نزدیک صحیح ہے، مسلم شریف میں ہے، فقال له ابو بکر فحدیث ابی ہریرۃ فقال هو صحیح یعنی واذا قرئ فانصتوا فقال هو عندی صحیح (مسلم شریف ج ۱ ص ۷۴ باب التشہد فی الصلوٰۃ)

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں چاہئے اسے خاموش رہنا چاہئے، نیز مذکورہ حدیث سے قرآن مجید کی آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی تشریح بھی ہو جاتی ہے کہ اس آیت کا تعلق نماز سے ہے۔

(۴) ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا اسحق بن موسیٰ الانصاری نامعن نا مالک عن ابی نعیم وہب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء

الامام هذا حدیث حسن صحیح. (ترمذی شریف ج ۱ ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءة خلف الامام)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جس نے کوئی رکعت بغیر سورہ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵) امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ حدیث معانی الآثار میں مرفوعاً روایت کی ہے۔

حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا يحيى بن سلام قال ثنا مالك عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام.

حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱ باب القراءة خلف الامام)

ان دونوں حدیثوں سے خاص طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

(۶) مؤطا امام مالک میں ہے۔

مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر رضي الله عنه لا يقرأ خلف الامام (مؤطا امام مالک ص ۲۹)

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کیا کوئی امام کے پیچھے قراءت کر سکتا ہے؟ تو آپ فرماتے جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کو کافی ہے (جس طرح امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور جب تنہا پڑھے تو قرأت کرے، خود عبد اللہ ابن عمر بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے،

زجاجة المصانح میں ہے: وقال العيني وكان ابن عمر رضي الله عنه لا يقرأ خلف الامام وكان اعظم الناس اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم، انتهى اعلامه عني فرماتے ہیں کہ ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں سب سے بڑھ کر تھے (زجاجة المصانح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراءة في الصلوة)

(۷) ابن ماجہ میں ہے۔ حدثنا علي بن محمد عن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأه الا امام له قراءة (ابن ماجه ص ۶۱ باب اذا قرأ الامام فانصتوا)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی

قرأت ہے (یعنی امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے)

(۸) مسند امام اعظم میں ہے: ابو حنیفہ عن موسیٰ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فقرأه الا امام له قراءة (مسند امام اعظم ص ۱۳۳ مترجم)

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی امام ہو (یعنی نماز باجماعت پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

(۹) مؤطا امام محمد میں ہے: قال محمد اخبرنا ابو حنیفہ قال حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الا امام فان قراءۃ الا امام له قراءۃ (موطا امام محمد ص ۷۷ باب القراءة فی الصلوۃ خلف الا امام)

امام محمد فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ نے ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبد اللہ بن شداد بن الہاد سے انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے قرأت ہے۔

(۱۰) زجاجة المصباح میں ہے: عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الا امام فان قراءۃ الا امام له قراءۃ. رواہ محمد، والدارقطنی والبیہقی عن امامنا ابی حنیفہ وهو احسن طرقہ حکم علیہ ابن الہمامانہ صحیح علی شرط الشیخین وقال العینی هو حدیث صحیح اما ابو حنیفہ فابو حنیفہ وموسیٰ بن عائشہ الکوفی من الثقات الا ثبات من رجال الصحیحین وعبد اللہ بن شداد من کبار الشامیین وثقاتہم وهو حدیث صحیح، انتہی، (باب القراءة فی الصلوۃ زجاجة المصباح ص ۲۴۸، ص ۲۴۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے امام محمد، دارقطنی اور بیہقی نے ہمارے امام ابو حنیفہ سے اسے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند سب سے احسن ہے اور اس کے متعلق علامہ امام ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، ابو حنیفہ تو ابو حنیفہ ہی ہیں۔ ان کا کیا کہنا، اور موسیٰ بن عائشہ نہ صرف ثقہ اور معتبر ہیں بلکہ بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں اور عبد اللہ بن شداد شام کے بڑے محدث اور ثقہ ہیں اور اس سند کی مذکورہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۱۱) مؤطا امام محمد میں ایک اور روایت ہے۔

قال محمد اخبرنا اسرائیل حدثنی موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد قال ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی یلیہ فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امک فکرمھت ان تقرأ خلفه

فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فان قرأته له قرأه (موطا امام محمد ص ۷۸، ص ۷۹ باب القراءة فی الصلوۃ خلف الامام)

یعنی: عبد اللہ بن شداد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی ان کے پاس والے شخص نے انہیں ہاتھ لگا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا نماز کے بعد اس شخص نے کہا تم نے مجھے خاموش رہنے کے لئے کیوں اشارہ کیا انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہارے آگے ہیں اس لئے میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تم قرأت کرو یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کا کوئی امام ہو تو بے شک اس (امام) کا قرأت کرنا اس (مقتدی) کا قرأت کرنا ہے۔

(۱۲) کتاب الآثار میں ہے۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفہ قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ ﷺ ورجل یقرأ خلفہ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہاہ عن القراءة فی الصلوۃ فقال اتہانی عن القراءة خلف نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعنا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرأه الامام له قرأه قال محمد وبہ نأخذ وهو قول ابی حنیفہ (کتاب الآثار ص ۲۳ باب القراءة خلف الامام)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرتا تھا تو نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت کرنے سے روکنے لگے اس نے کہا تم مجھ کو نبی ﷺ کی پیچھے قرأت کرنے سے روکتے ہو، دونوں کے درمیان اس سلسلہ میں نزاع ہونے لگا یہاں تک کہ اس بات کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لئے قرأت ہے، امام محمد فرماتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

(۱۳) زجاجة المصباح میں ہے: عن علی رضی اللہ عنہ قال سئل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام او انصت قال لا بل انصت فانه یکفیک رواہ البیہقی. (زجاجة المصباح ص ۲۵۰ ج ۱ باب القراءة فی الصلوۃ)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں یا خاموش رہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قراءت مت کرو بلکہ خاموش رہو کیونکہ وہ (امام کی قراءت) تمہارے لئے کافی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی قراءت کافی ہے سری نماز ہو جبری۔

(۱۴) زجاجة المصباح میں ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتکفیک قرأه الامام خافت او جهر رواہ الدار قطنی (زجاجة المصباح ج ۱ ص ۲۵۰ باب القراءة فی الصلوۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی

قراۃ کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۵) مسلم شریف میں ہے: حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا يعقوب يعني ابن عبد الرحمن عن سهيل عن ابيه عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قال القاري غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال من خلفه: آمين فوافق قوله قول اهل السماء غفر له ما تقدم من ذنبه (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۶ باب التسميع والتحميد والتامين)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قرآن پڑھنے والا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے، پس جو لوگ اس کے پیچھے ہیں (یعنی مقتدی) وہ آمین کہیں، پس جس کی آمین آسمان والوں (یعنی فرشتوں) کی آمین کے موافق ہوگی اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

یہ حدیث نماز باجماعت سے متعلق ہے اور اس حدیث میں قرآن پڑھنے والے کا اطلاق صرف امام پر کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کی ذمہ داری ہے اگر مقتدی پر بھی قرأت لازم ہوتی تو امام کی تخصیص نہ کی جاتی، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ صرف امام پڑھے گا، اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے والا یعنی امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو مقتدی آمین کہیں۔ (۱۶) بخاری شریف میں بھی یہ روایت ہے۔

حدثنا علي بن عبد الله قال حدثنا سفيان قال الزهري حدثنا عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا امن القاري فامنوا فان الملائكة تؤمن فمن وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۲ کتاب الدعوات، باب التامين)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قاری (یعنی امام) آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو، پس بے شک ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی قاری سے مراد امام ہی ہے، معلوم ہوا کہ امام ہی قرأت کرے گا اور مقتدی خاموش رہیں گے، اگر مقتدی پر بھی قرأت ہوتی تو ارشاد یوں ہوتا جب تم ولا الضالین کہو تو اس کے بعد آمین کہو۔ اس کے علاوہ متعدد جلیل القدر صحابہ و تابعین کے اقوال حنفیہ کی تائید میں ہیں چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

آثار صحابہ و تابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن معمر قال واخبرني موسى بن عقبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲)

(باب القراءة خلف الامام)

موسیٰ بن عقبہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ابو بکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے۔ (زجاجة المصباح ص ۲۵۰ ج ۱)
مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن ابن عیینہ عن ابی اسحاق الشیبانی عن رجل قال : عهد عمر بن الخطاب ان لا تقرأ و امع الامام (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رجاجة المصباح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراءة فی الصلوۃ)

ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم امام کے ساتھ قرأت نہ کریں۔

حضرت علیؓ کے آثار:

طحاوی شریف میں ہے حدثنا فہد قال سمعت ابی لیلیٰ قال قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرة (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱)

حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے وہ فطرت پر نہیں ہے۔ (زجاجة المصباح ص ۱۵۱ ج ۱)
مصنف عبدالرزاق میں ہے عبد الرزاق عن الحسن عن عبد اللہ بن ابی لیلیٰ قال : سمعت علیاً یقول : من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة.

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس نے فطرت کے خلاف کیا۔ (باب القراءة خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار:

مصنف عبدالرزاق میں ہے: عبد الرزاق عن منصور عن ابی وائل قال : جاء رجل الى عبد اللہ فقال : یا ابا عبد الرحمن! اقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقرآن فان فی الصلاة شغلاً و سیکفیک ذلک الامام (باب القراءة خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲) (موطا امام محمد ص ۷۸)

ابو وائل سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کر لیا کروں؟ فرمایا قرآن کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں دوسرا شغل ہے (یعنی قرآن کے اوامرو نواہی اور وعدہ وعید پر غور کرنا) اور تم کو قرأت کے بارے میں امام کافی ہے۔

موطا امام محمد میں ہے۔ قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراهيم النخعی عن علقمة بن قیس ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجهر فیہ و فیما ینخفض فیہ فی الاولین و لا فی الاخرین و اذا صلی وحده قرأ فی الاولین بقا تحة الكتاب و سورة و لم یقرأ فی الاخرین شینا (باب القراءة خلف الامام) موطا امام محمد ص ۷۸

علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ آخری دو رکعتوں میں، اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس کا اثر:

عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرا والامام بین یدی فقال : لا . طحاوی شریف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القراءة خلف الامام
ابو حمزہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا امام میرے آگے (قرأت کرتا ہو اس وقت میں قراءت کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں) (قراءت مت کرو)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر:

عبدالرزاق عن هشام بن حسان عن انس بن سیرین قال سألت ابن عمر اقرا مع الامام فقال انک لضخم البطن قراءة الامام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲)
ابن سیرین کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، میں امام کے پیچھے قرأت کیا کروں؟ فرمایا تو تو بڑے پیٹ کا معلوم ہوتا ہے (تجھے) امام کی قرأت (کافی ہے)
(۲) عبد الرزاق قال اخبرنا دائود بن قیس عن زید بن اسلم عن ابن عمر کان ینہی عن القراءة خلف الامام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲ باب القراءة خلف الامام)
زید بن اسلم سے روایت ہے کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(۳) مؤطا امام محمد میں ہے: قال محمد اخبرنا عبيد الله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر قال من صلى خلف الامام كفته قرأته (مؤطا امام محمد ص ۷۶ ایضاً)

نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

(۴) قال محمد اخبرنا عبد الرحمن بن عبد الله المسعودی اخبرني انس بن سيرين عن ابن عمر رضي الله عنه انه سائل عن القراءة خلف الامام قال تكفيك قراءة الامام (مؤطا امام محمد ص ۷۷ ایضاً)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر:

عن عطاء بن یسار انه سأل زیداً عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شی
رواه مسلم فی باب سجود التلاوة (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۱ باب القراءة فی
الصلوة) (مسلم شریف ص ۲۱۵ ج ۱)

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق
دریافت کیا تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی حالت میں بھی قرأت نہیں، یہ روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب
سجود التلاوة میں نقل فرمائی ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے:- اخبرنا عبدالرزاق قال قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن زید بن
ثابت وابن عمر کان لا یقرآن خلف الامام. (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۱)
امام ثوری ابن ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت
نہیں کرتے تھے۔

طحاوی شریف میں ہے:- عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعه یقول لا تقرأ خلف الا
مام فی شئی من الصلوات (طحاوی شریف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القراءة خلف الامام)
عطاء بن یسار نے زید بن ثابتؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت مت کیا
کرو۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا اثر:

عن جابر قال لا یقرء خلف الامام لان جهر ولا ان خافت، رواه ابن ابی شیبہ فی
مصنفه. (زجاجة المصابیح باب القراءة فی الصلوۃ ص ۲۵۱ ج ۱)

حضرت جابرؓ نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جہری نماز میں، نہ سری نماز میں۔

عن عبید اللہ بن مقسم انه سأل عبد اللہ بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ فقالوا لا
تقرؤا خلف الامام فی شئی من الصلوات (طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۰۷)

عبید اللہ بن مقسم نے عبد اللہ بن عمرو، زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے (قرأت
خلف الامام کے متعلق دریافت کیا) ان تمام حضرات نے فرمایا تم امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت مت کرو۔

عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن عبید اللہ بن مقسم قال: سئلت جابر بن عبد اللہ اتقرأ
خلف الامام فی الظهر والعصر شیئاً؟ فقال لا (باب القراءة خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص
۱۴۱ ج ۲)

عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہؓ سے دریافت کیا، آپ ظہر اور عصر میں امام کے
پیچھے قرأت کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔

علقمہ بن قیس کا اثر:

قال محمد اخبرنا بكير بن عامر حدثنا ابراهيم النخعي عن علقمة بن قيس قال لان اعرض على جمرة احب الى من ان اقرء خلف الامام (مؤطا امام محمد ص ۷۸) (باب القراءة في الصلوة خلف الامام)

ابراہیم نخعی علقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں علقمہ نے فرمایا میں دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ انگارے تھامے رہوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔

کتاب الآثار میں ہے: محمد قال اخبرنا ابو حنیفہ قال حدثنا حماد عن ابراهيم قال ما قرء علقمة بن قيس قط فيما يجهر ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الا خريين ام القران ولا غيرهما خلف الامام (كتاب الآثار ص ۲۲ باب القراءة خلف الامام)

امام ابو حنیفہ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ علقمہ بن قیس نے کبھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کی نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں، نہ سورہ فاتحہ پڑھتے تھے نہ اور کوئی سورت۔

محمد بن سیرین کا اثر:

حدثنا الثقفى عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف الامام من السنة (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۷۳ من کرہ القراءة خلف الامام)

محمد بن سیرین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کو مسنون نہیں سمجھتا۔

سويد بن غفلة کا اثر:

حدثنا الفضل عن زهير عن الوليد بن قيس قال سألت سويد بن غفلة اقرا خلف الامام في الظهر والعصر فقال لا (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۷۷۳ ج ۱ من کرہ القراءة خلف الامام)

فضل زہیر سے وہ ولید بن قیس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے سويد بن غفلة سے (جو بڑے درجہ کے تابعی ہیں اور بعض نے ان کو صحابی بھی کہا ہے) دریافت کیا میں ظہر و عصر میں امام کے پیچھے قراءت کر لیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ابراہیم نخعی کا اثر:

قال محمد اخبرنا اسرائيل بن يونس حدثنا منصور عن ابراهيم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم (مؤطا امام محمد ص ۷۸ باب القراءة خلف الامام)

منصور ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سب سے پہلے قراءت کی وہ دین

میں متہم تھا۔

مولانا ظفر احمد تھانوی تحریر فرماتے ہیں: ف۔ ابراہیم نخعی فقہاء کوفہ میں سے ہیں بظاہر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے جس شخص نے قرأت خلف الامام شروع کی وہ متہم تھا، ممکن ہے کوئی خارجی یا قدری ہو، اس سے پہلے اہل کوفہ کا عمل عبداللہ بن مسعود کے موافق تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے، ابراہیم نخعی کا یہ مطلب نہیں کہ مکہ اور حجاز میں بھی قرأت خلف الامام کرنے والے متہم تھے (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۴۱، ص ۴۲) ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن کو ہم نے مصلحتاً چھوڑ دیا۔

زجاجة المصائب میں ہے۔ قال الشيخ ابن الهمام وغيره ان المأمور به اثنان الاستماع والانصات فالاول في الجهرية والثاني في السرية فالمعنى اذ قرئ القرآن فاستمعوا له ان جهر به وانصتوا واسكتوا ان اسر به انتهى وبه اخذ اما منا ابو حنيفة واصحابه وقال به جابر بن عبد الله وزيد بن ثابت وعلي بن ابي طالب، وعمر بن الخطاب وعبد الله بن مسعود علي ما هو الا رجح في الرواية عنهما، وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة وابن ابي ليلى والحسن بن صالح بن حي وابراهيم النخعي واصحاب ابن مسعود وغيرهم من مشاهير الصحابة والتابعين كذا ذكره ابن عبد البر في الاستذكار والتمهيد وقال العيني وقد روى منع القراءة عن ثمانين نفرا من كبار الصحابة منهم المرتضى والعبادلة الثلاثة واساميههم عند اهل الحديث وقيل تجاوز عدد من ائمتي في ذلك الزمان عن الثمانين فكان اتفاقهم بمنزلة الاجماع وذكر الشيخ الامام عبد الله بن يعقوب الحارثي السبعموني في كتاب كشف الاسرار عن عبد الله بن زيد بن اسلم عن ابيه قال عشرة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهون عن القراءة خلف الامام اشد النهي ابو بكر الصديق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلي بن ابي طالب وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابي وقاص وعبد الله بن مسعود وزيد بن ثابت وعبد الله بن عمرو وعبد الله بن عباس رضي الله عنهم الخ (باب القراءة في الصلاة زجاجة المصاييح ص ۲۴۲ ج ۱)۔

ترجمہ: شیخ ابن ہمام اور دیگر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز میں مقتدی کو قرأت کے متعلق دو حکم ہیں ایک استماع یعنی ہان لگا کر سننا اور دوسرا حکم انصات یعنی چپ رہنا پہلا حکم (یعنی استماع) جہری نمازوں سے متعلق ہے اور دوسرا حکم (یعنی انصات) سری نمازوں سے متعلق ہے، پس آیت کے معنی یہ ہیں، اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خوب غور سے سنو، اگر جہر سے پڑھ رہا ہو، اور خاموش (چپ) رہو اگر آہستہ پڑھے۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں نے اسی کو اختیار فرمایا ہے (کہ مقتدی یا غور سے سنے یا خاموش رہے خود قرأت خلف الامام نہ کرے) اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ زید بن ثابتؓ اور حضرت علی بن ابوطالبؓ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے جو راجح روایت آئی ہے وہ بھی یہی ہے، نیز سفیان ثوریؓ، سفيان بن عيينهؓ، ابن ابی ليلىؓ، حسن بن صالح بن حيؓ، ابراہیم نخعیؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کے جملہ شاگرد اور ان سب کے سوا مشہور صحابہ و تابعین ہیں وہ سب قرأت خلف الامام کی ممانعت کے قائل ہیں ابن عبد البر رحمہ اللہ نے استدکار اور تمہید میں اسی طرح بیان فرمایا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی ۸۰ جلیل القدر صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی مرتضیٰؓ،

عبادہ ثلاثہ یعنی عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور ان اسی ۸۰ صحابہ کے اسماء محدثین کے پاس محفوظ ہیں، اور منقول ہے کہ قراءت خلف الامام کی ممانعت کے متعلق ہی اس زمانہ میں فتویٰ دیئے والوں کی تعداد اسی ۸۰ سے متجاوز تھی اور ان سب حضرات کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اتفاق کر لینا اجماع کی طرح ہے اور شیخ امام عبد اللہ بن یعقوب حارثی البدمونی نے کتاب کشف الاسرار میں عبد اللہ بن زید اسلم سے نقل کیا ہے وہ اپنے والد (زید بن اسلم) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے (یعنی زید بن اسلم) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں دس صحابہ قرأت خلف الامام سے بہت سختی کے ساتھ منع کرتے تھے وہ دس صحابہ یہ ہیں حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر بن الخطاب حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان كان ماموماً لا يقرأ) لقوله تعالى واذا قرى القرآن فاستمعوا له وانصتوا، قال ابن عباس و ابو هريرة رضي الله عنهما و جماعة من المفسرين نزلت في الصلوة خاصة حين كانوا يقرؤون خلفه عليه الصلوة والسلام وعن ابى هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليو تم به فاذا قرء فانصتوا، وقال صلى الله عليه وسلم من كان ماموماً فقرأه الا امام له قراءة، وروى الشعبي عن النبي صلى الله عليه وسلم لا قرأه خلف الا امام (الاختیار لتعلیل المختار ص ۵۰ ج ۱)

اور اگر مقتدی ہو تو قراءت نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے فرمان واذا قرى القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباس حضرت ابو ہریرہ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے تھے، اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی افتاء کی جائے جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مقتدی ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے اور شعبی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

رسائل الاکان میں ہے: وليس على المقتدى قراءة ويكفيه قراءة امامه عندنا وعند الامامين احمد رحمه الله ومالك رحمه الله الى قوله. وحجتنا ما روى جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأه الا امام له قراءة هذا حديث صحيح رواه الامام ابو حنيفة وقد ذكر الامام محمد في الموطا ان اخبره ذكر السند، وابن عدی بسندہ عن ابی حنيفة وحکم بصحته ابن الجوزی وقد اطال الکلام ههنا فی فتح القدير وذكر اسانید هذا الحديث وبين صحة سندی متصلين الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وسند ابی حنيفة اصح وقد ثبت عن اکابر الصحابة مثل مذهبنا.... الخ.

مقتدی پر قرأت نہیں ہے ہمارے نزدیک اور امام احمد اور امام مالک کے نزدیک امام کی قرأت اس کے لئے

کافی ہے۔ الی قولہ۔ ہماری دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کا امام ہو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، یہ حدیث صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ نے اسے روایت کیا ہے اور امام محمدؒ نے مؤطا میں بیان کیا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ نے یہ روایت انہیں بیان کی اور ابن عدی نے اپنی سند سے امام ابو حنیفہؒ سے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن جوزیؒ نے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے فتح القدیر میں اس موقع پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے اور اس حدیث کی سندیں بیان کیں اور اور رسول اللہ ﷺ تک دونوں متصل سند کی صحت بیان کی اور امام ابو حنیفہؒ کی سند اصح ہے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہمارے مذہب کے مانند ثابت ہے۔ الخ۔

حافظ ابن تیمیہؒ کو غیر مقلدین اپنا امام مانتے ہیں، ارقام فرماتے ہیں۔

فالنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة والذين اوجبوها على المأموم فحديثهم ضعفه ثمة. (تنوع العبادات ص ۸۶)

مسئلہ زیر بحث میں نزاع طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور السلف والخلف ہیں اور اور ان کے ساتھ کتاب اللہ و سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے جب امام قرآن آواز سے پڑھے تو مقتدیوں کے لئے سکوت کر کے سننے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نماز جہری پڑھا رہے تھے، فارغ ہو کر پوچھا کہ کیا کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا کہا ہاں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی کہتا تھا کہ مجھ سے کوئی قرآن میں جھگڑا رہا ہے اس وقت سے لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ جہریہ میں بڑھنے سے رک گئے، اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور یہی مضمون ابن مسعودؓ و عمران بن حصینؓ و جابر بن عبد اللہؓ سے منقول ہے، اور اسی طرح مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے انما جعل الامام الخ جس کے اخیر میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی منقول ہے اذا قرء فانصتوا کہ جب امام پڑھے تو مقتدیوں کو چپ چاپ رہنا چاہئے، اور اسی طرح ترمذی نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو اس حدیث کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور اسی حدیث کو امام طحاوی نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور احمد اور مالک نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور دیگر محدثین نے بھی اور اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث امام محمدؒ و ابو بکر بن شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہیں۔ لہذا اس آیت اور ان احادیث پر لحاظ کر کے امام ابو حنیفہؒ امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ سننے اور سکوت کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور صحابہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ و جابر بن عبد اللہؒ اور ابن عمرؓ وغیرہم بھی امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے تھے، امام شافعیؒ اور بعض محدثین آیت اور احادیث مذکورہ کو مخصوص کر کے امام کے پیچھے صرف الحمد پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں نہ اس طرح سے کہ امام بھی پڑھے اور وہ بھی پڑھے بلکہ جب امام سکتہ کرے تو پڑھے، ترمذی کہتے ہیں کہ اختار اصحاب الحدیث ان لا یقرء الرجل اذا جهر الا امام بالقراءة وقالوا يتبع سکنات الامام اور دلیل ان کی حدیث ابو ہریرہؓ ہے کہ من صلی صلوٰۃ لم یقر

فیہا بام القرآن فہی خداج غیر تمام کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز ناقص ہوگی، مگر محدثین خصوصاً امام احمد نے جو امام حدیث ہیں اس حدیث کو حالت انفراد پر محمول کیا ہے یعنی الحمد کا پڑھنا جو ضروری ہے تو اس حالت میں ہے کہ جب اکیلا ہو امام کے پیچھے نہیں چنانچہ ترمذی کہتے ہیں واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحة الكتاب اذا کان وحده واحتج بحديث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعة لم یقر فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام . بس جب امام الحمد ثین کے نزدیک اس حدیث کے کہ جس سے الحمد پڑھنا ضروری ثابت کیا جاتا ہے یہ معنی ہوئے تو پھر اس سے آیت کو خاص کرنا جو بقول نہتی بالا جماع نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے محض تکلف ہے اور اس آیت مکیہ کو سکوت بوقت خطبہ پر محمول کرنا جو مدینہ میں آ کر مشروع ہوا اور بھی تکلف ہے، نظر بریں آیت جماعت میں مقتدی کو سکوت کرنا اور دل سے قرآن سننا چاہئے (تفسیر حقانی ص ۱۸۲ ج ۸۳ پارہ نمبر ۹ سورہ اعراف، رکوع نمبر ۱۳)

شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں، حنفیہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ قیاس صحیح کئی وجوہ سے ان کی تائید کرتا ہے، اول تو یہ کہ مقتدی پر قرأت خلف الامام کا وجوب صراحۃً کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا حالانکہ یہ معاملہ نہایت کثیر الوقوع اور اہم ہے ایسے معاملہ میں قرأت کے وجوب کا صریح حکم نہ ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کے ذمہ قرأت واجب نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مقتدی کے ذمہ قرأت ہوتی تو اس کا کوئی موقع محل متعین ہوتا مثلاً امام کو حکم ہوتا کہ وہ قرأت فاتحہ کے بعد یا اس کی آیتوں پر وقف کے بعد اتنا سکتے کیا کرے کہ اس میں مقتدی قرأت کر لیا کریں لیکن ایسا حکم کہیں نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے ذمہ قرأت نہیں ہے، ورنہ جب مستحبات جیسے ربنا لک الحمد اور آمین کہنے کا موقع محل متعین کر دیا گیا ہے تو الحمد پڑھنے کا کیوں نہ متعین کیا جاتا جو فرض ہے..... الخ (معارف مدینہ ص ۱۰۶ حصہ پنجم)

(۱) حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابتداء جواب میں امام سفیان بن عیینہ اور امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے عرض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے، لہذا اس حدیث میں عمومیت نہیں ہے اور اگر اس روایت کو عموم پر رکھا جائے تو روایات میں تعارض ہوگا "الا ان یکون وراء الامام اور من کان له امام فقرأه الا امام له قراءه" کا کیا محمل ہوگا؟ ان احادیث کا ترک لازم ہوگا، اس کے برعکس احناف کا جو مسلک ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو روایات میں تعارض نہ ہوگا اور ہر ایک کا محمل متعین ہو جائے گا کہ حدیث عبادہ منفرد اور امام کے حق میں ہے اور دیگر احادیث مقتدی کے حق میں۔

(۲) مدرک رکوع (یعنی وہ شخص جو امام کو رکوع میں پائے) کے متعلق جمہور صحابہ اور تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس کو وہ رکعت مل گئی اور یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الى الصلوٰۃ ونحن سجد فاسجدوا ولا تعدوا شینا ومن ادرك رکعة (ای رکوع عامع الامام) فقد ادرك الصلوٰۃ رواہ ابو داؤد، یعنی حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور اس سجدہ کو شمار مت کرو اور جو شخص (امام کے ساتھ) رکوع پالے تو اس نے وہ رکعت پالی، ابو داؤد (مشکوٰۃ

شریف ص ۲۰۱ باب ما علی الماموم) حالانکہ مدرک رکوع سورۃ فاتحہ نہیں پڑھ سکا، جو لوگ قرأت فاتحہ کو فرض کہتے ہیں ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ اسے رکعت مل گئی اگرچہ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، نہ کہنا کہ رکوع ملنے سے رکعت کامل جانا صرف ان لوگوں کا قول ہے جو قرأت خلف الامام کی قائل نہیں ہیں مگر مذکورہ حدیث مرفوع کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ بات حدیث مرفوع سے ثابت ہے اس لئے یہ قول قابل قبول نہیں ہو سکتا خواہ یہ کسی کا قول ہو۔

(۳) غیر مقلدین لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب سے استدلال کر کے مقتدی پر بھی سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں مگر اس حدیث میں فصاعدا کی زیادتی بھی مروی ہے جسے امام مسلم نے اپنی تصحیح میں روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں (مسلم شریف ص ۱۶۹ ج ۱ باب وجوب قراءة الفاتحة) (مشکوٰۃ شریف ص ۸۷ باب القراءات فی الصلوۃ) بعض محدثین فرماتے ہیں کہ فصاعدا کی زیادتی میں معمر متفرد ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں متابعت و موافقت کرنے والے دیگر ثقات موجود ہیں ”حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں،، اس پر بعض محدثین کا یہ کہنا کہ لفظ فصاعدا کو صرف معمر نے تنہا زیادہ کیا ہے درست نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد کی سند میں سفیان بن عیینہ نے بھی معمر کی موافقت کی ہے وہ بھی زہری سے معمر کی طرح روایت کرتے اور فصاعدا بڑھاتے ہیں پھر صالح (بن کیسان) اور امام اوزاعی اور عبد الرحمن بن اسحاق وغیرہ جیسے ثقات نے بھی زہری سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسا عمر نے بیان کیا ہے۔ (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۵۱) اور اس کی (لفظ فصاعدا کی) تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا، اور ایک روایت میں اس طرح ہے الا بقراءة فاتحة الكتاب فما زاد نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱) (باب من ترک القراءة فی الصلوۃ) اور اس کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر، ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہم کو سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا گیا دوسری روایت میں اس طرح ہے عن ابی ہریرہ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انا دی انه لا صلوۃ الا بقراءة فاتحة الكتاب فما زاد، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱، باب من ترک القراءة فی صلاتہ) ابن ماجہ شریف میں روایت ہے عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعة الحمد وسورة فی فريضة او غیرها ابوسعید خدری سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کی نماز نہیں جو فرض یا غیر فرض میں الحمد اور سورت نہ پڑھے (ابن ماجہ شریف ص ۶۱، باب القراءۃ خلف الامام)

ان روایات کے پیش نظر مقتدی پر سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت یا ایک دو آیتیں پڑھنا بھی فرض قرار دینا چاہئے، حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں، کیا وجہ ہے کہ حدیث کے ایک جز کو لیا گیا اور دوسرے جزء کو بلا کسی دلیل کے ترک

کر دیا گیا؟ اس سے تو احناف کا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں ہے ہی نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے کہ ان پر سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک سورت یا دو تین آیتیں پڑھنا واجب ہے۔

الحاصل: مقتدیوں کے ذمہ قراءت فاتحہ کے لزوم اور وجوب کا دعویٰ صحیح نہیں ہے امام کی قراءت مقتدیوں کی قراءت ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری، جیسا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے حدیث الامام ضامن (ابن ماجہ ص ۷۰) بھی اس کی موید ہے کہ ضمانت وجوب حق پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ ادائے حق ضمانت سے آمل مدیون بری ہو جاتا ہے، لہذا احنفیوں کی نماز نہ ہونے کا زعم قطعاً غلط ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ مقتدی کے لئے ہر نماز میں چاہے وہ جہری ہو یا سری قراءت خلف الامام کو واجب اور ضروری قرار دیتے ہیں مگر آپ کی آخری تصنیفات میں کتاب الام جو بہت مشہور کتاب ہے اس میں آپ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(قال الشافعی) فواجب علی من صلی منفرداً واماماً ان یقرء بام القرآن فی کل رکعة لا یجوز یہ غیرہا واحب ان یقرء معها شیئاً آیہ او اکثر و ساذ کر الماموم انشاء اللہ (کتاب الام ص ۹۳ ج ۱)

سو منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھیں اس کے سوا کوئی اور سورت کفایت نہیں کر سکتی اور میں اس کو بھی زیادہ پسند کرتا ہوں کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور میں مقتدی کا حکم آگے بیان کروں گا انشاء اللہ۔

اس عبارت میں امام شافعی امام اور منفرد کی تشریح کرتے ہوئے ان کا فریضہ بتلاتے ہیں کہ ان کو نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور مقتدی کا وظیفہ کیا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ میں خود انشاء اللہ العزیز اس کا حکم بیان کروں گا، چنانچہ جلد سابع میں تحریر فرمایا ہے۔

ونحن نقول کل صلوۃ صلیت خلف الام والامام یقرء قراءۃ لا یسمع فیہا قرأ فیہا..... (کتاب الام ص ۱۵۳ ج ۱)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراءت کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (یعنی سری نماز ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قراءت کرے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ عبارت اس بات کو واضح گف کرتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے اور نہ واجب ہے بلکہ مقتدی صرف ان نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھ سکتا ہے جس میں امام کی قراءت کی آواز نہ سنی جاسکتی ہو اور وہ سری نماز ہو، اسی لئے انہوں نے قراءۃ لا یسمع ارشاد فرما کر جہری اور سری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ متعین کر دیا ہے۔

مندرجہ بالا جواب کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہ کے مضمون پر نظر پڑی، حضرت مرحوم نے بہت عمدہ اور تشفی بخش مضمون تحریر فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، اس مضمون سے مذکورہ مسئلہ سمجھنے میں مزید مدد ملے گی، ابتداء میں ارادہ تو یہ تھا کہ مختصراً

کچھ لکھ دیا جائے مگر جواب کچھ طویل ہو گیا اور اس مضمون سے مزید طوالت کا اندیشہ ہے مگر مفید ہونے کے خیال سے نقل کیا جاتا ہے، اگر پہلے سے اس پر نظر پڑتی تو مختصر جواب کے بعد اسی مضمون پر اکتفا کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابو حنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ جہری اور سری دونوں قسم کی نمازوں کا حکم یکساں ہے مقتدی کے لئے کی نماز میں بھی قرأت جائز نہیں، امام مالک اور امام احمد نے جو جہری اور سری نمازوں کے حکم میں تفریق کی وہ ان کا اجتہاد ہے باقی آیت قرآنیہ یعنی **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا** جہریہ اور سریہ دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ واضح ہو چکا ہے اور علی ہذا حدیث میں بھی قرآن کی طرح ہی سب جگہ استماع اور انصات کا عام حکم آیا ہے ارشاد نبویؐ میں کسی جگہ جہری اور سری کا فرق ظاہر نہیں ہوتا، فرق واقعہ کا ہے کسی جگہ مقتدی کے پڑھنے کا واقعہ فجر کی نماز میں پیش آیا اور کسی جگہ ظہر میں پیش آیا اور سب جگہ آپ نے مقتدی کی قرأت پر باز پرس کی اور ناگواری کا اظہار فرمایا، کسی جگہ ناگواری کا اظہار منازعت کے لفظ سے فرمایا اور کسی جگہ مخالفت کے لفظ سے فرمایا ہر جگہ مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگواری اور باز پرس کا سبب بنا جہر اور سر کا اس میں کوئی دخل نہیں، اور اسی طرح کا ایک واقعہ عصر کی نماز میں پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے قراءت کی ایک شخص نے جو اس کے پاس تھا اس کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو، پس جب وہ نماز پڑھ چکا تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹوکا تھا اور مجھ کو اشارہ سے کیوں منع کیا تھا، تو اس ٹوکنے والے نے پیچھے پڑھنے والے سے کہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امک فکرہت ان تقرأ خلفہ فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فان قراءتہ لہ قراءۃ مؤطا امام محمد ص ۹۸، یعنی اس منع کرنے والے نے کہا جب کہ رسول خدا ﷺ تیرے سامنے اور آگے امامت فرما رہے تھے پس میں نے مکروہ جانا کہ تو آنحضرت کے پیچھے کچھ پڑھے، پس آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ گفتگو سن لی، سن کر یہ فرمایا جس کے لئے امام ہو پس تحقیق امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، دیکھو مؤطا امام محمد ص ۹۸ و کتاب الاثار لا امام محمد۔

مطلب یہ ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے مقتدی کو علیحدہ قراءت کی ضروری نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے **وَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ** یعنی قرآن کریم اللہ کی کتاب ہدایت کے لئے کافی ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں، پس اس حدیث میں امام کے پیچھے پڑھنے کی کراہت اور ناگواری اور نا پسندیدگی کو آپ نے بعنوان کفایت ذکر فرمایا اور جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھنے والے کو منع کیا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق اور تائید فرمائی اور یہ واقعہ عصر کا ہے یعنی سری نماز کا ہے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگواری اور نا پسند تھا، الغرض یہ واقعہ کبھی فجر کی نماز میں پیش آیا اور کبھی ظہر میں اور عصر میں اور ہر جگہ اور ہر موقع پر آپ نے کراہیت اور ناگواری کا اظہار فرمایا اس لئے امام ابو حنیفہؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام ہے اور نہ سری میں۔

یہ جابر بن عبد اللہ کی حدیث کا مضمون تھا جو بلاشبہ صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی ابو الدرداءؓ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا صاری الامام اذا قرأ الا کان کافیاً، رواہ الطبرانی واسنادہ حسن، میں نہیں جانتا کہ جب امام قرأت کرے مگر یہ کہ وہ مقتدی کے لئے بھی کافی اور روانی ہے۔

خلفاء راشدین:

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں امام المغازی موسیٰ بن عقبہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق، اور عمر فاروق اور عثمان غنی امام کے پیچھے قرائت کرنے سے منع کیا کرتے تھے (عمدۃ القاری) حافظ یعنی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے اور عبدالرزاق کا سماع موسیٰ بن عقبہ سے ممکن ہے۔

فاروق اعظم:

امام محمد بن حسن مؤطا ص ۹۸ میں فرماتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقر خلف الامام حجراً
فاروق اعظم کا یہ ارشاد ہے کہ کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرائت کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة جس نے امام کے پیچھے قرائت کی وہ فطرت سے چوک گیا یعنی قرائت خلف الامام خلاف فطرت فعل ہے۔

اب ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں، ہم نے صرف تحقیق پر اکتفاء کیا اور روایات کی جرح و تعدیل سے کنارہ کشی کی اس لئے کہ اس کا محل کتب حدیث و فقہ ہیں، امید ہے کہ تشفی قلب کے لئے یہ تحریر کافی ہوگی۔

لطائف و معارف:

امام نسائی نے اپنی سنن میں اس عنوان سے ایک ترجمہ قائم کیا تاویل قوله عز وجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون، اخبرنا الجارود عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبر واواذا قرء فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد امام نسائی کا عنوان باب میں آیت قرآنی کو نقل کر کے اس کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث سے مقتدی ہی کا حکم بیان کرنا ہے اور حدیث کا آغاز ہی انما جعل الامام لیؤتم بہ سے ہوا ہے معلوم ہوا کہ آیت قرآنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا سے مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی پر مطلقاً استماع اور انصات واجب اور لازم ہے، مقتدی کو امام کے پیچھے اپنی قرائت جائز نہیں اور یہ حکم عام ہے سورت کے ساتھ مقید نہیں۔

نکتہ:

آیت اعراف (یعنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون) اور حدیث انصات میں ایک لطیف فرق ہے، وہ یہ کہ حدیث انصات پر مقصود فقط امامت اور اقتداء کے احکام کو بتلانا ہے اور

آیت اعراف میں اصل مقصود قرأت قرآن کے حکم کو بتلانا ہے اس لئے آیت اعراف میں دو حکم ذکر فرمائے ایک استماع کا، اور ایک انصات کا اس لئے کہ قرأت قرآن کبھی جبراً ہوتی ہے اور کبھی سرّاً اس لئے جہری قرأت کے متعلق استماع کا حکم دیا گیا اور سری قرأت کے متعلق انصات کا حکم دیا گیا کہ اگر امام جہراً قرأت کر رہا ہو اور تم اس کی قرأت کو سن رہے ہو تو اس وقت تو تمہارے لئے حکم یہ ہے فاستمعوا للہ یعنی امام کی قرأت کو پوری توجہ اور التفات سے سنو، اور اگر امام سرّاً قرأت کر رہا ہو اور تمہیں اس کی قرأت سنائی نہ دے رہی ہو تو اس وقت تمہارے لئے انصو کا حکم ہے یعنی خاموش رہو۔ غرض یہ کہ آیت میں قرأت قرآن کا حکم بیان کرنا مقصود ہے اس لئے اس کے متعلق دو حکم بیان فرمائے، جہاں امام کی قرأت کا علم ہو وہاں حکم استماع کا ہے اور جہاں امام کی قرأت کا علم نہ وہاں حکم انصات کا ہے، اور حدیث مذکور میں اصل مقصود امام اور مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے اس لئے مقتدی کے متعلق صرف ایک حکم انصات یعنی سکوت کا ذکر فرمایا کہ مقتدی پر مقتدی ہونے کی حیثیت سے ہر حال میں انصات یعنی سکوت واجب ہے اور اس میں امام کے جبر یا عدم جبر کو اور مقتدی کے استماع یا عدم استماع کو کوئی دخل نہیں اس لئے حدیث میں صرف ایک حکم یعنی انصات و سکوت پر اکتفاء فرمایا استماع کا حکم ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ حدیث میں مقصود قرأت کا حکم بیان کرنا نہیں بلکہ فقط مقتدی کا فریضہ بتلانا مقصود ہے کہ مقتدی کا فرض یہ ہے کہ امام کے پیچھے بالکل خاموش کھڑا رہے اسی بنا پر جس قدر حدیثیں اقتداء کے احکام کے بارے میں آتی ہیں سب جگہ صرف فاستمعوا للہ کا لفظ آیا ہے جو جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

اور ابتداء مشروعیت امامت سے لے کر وفات نبوی تک کسی وقت بھی مقتدی پر قرأت فرض نہیں ہوئی بلکہ سنت یہ رہی کہ امام قرأت کرتا اور مقتدی سنتے اور خاموش رہتے لیلۃ الاسراء میں نبی اکرم ﷺ جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین آپ کے انتظار میں مسجد اقصیٰ میں جمع تھے، جبرائیل کے حکم سے آپ امامت کے لئے آگے بڑھے آپ نے امامت فرمائی اور قرأت قرآن کی اور انبیاء کرام اور ملائکہ عظام نے آپ کی اقتداء کی، سب نے آپ کی قرأت کو سنا کسی ایک نبی یا فرشتہ نے آپ کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اس کے بعد سے امامت اور اقتداء کے سلسلہ کا آغاز ہوا، ہمیشہ طریقہ یہی رہا کہ امام پڑھتا اور مقتدی سنتے یہاں تک کہ جب بعض لوگوں نے اتفاقاً محض اپنی رائے سے آپ کے پیچھے قرأت کر ڈالی تو اس پر سورۃ اعراف کی یہ آیت واذا قرأ القرآن فاستمعوا للہ وانصتوا نازل ہوئی جس سے مقصود ہی قرأت خلف الامام کی ممانعت تھی کہ مقتدی پر استماع اور انصات واجب ہے مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت کرنا ہرگز جائز نہیں، اکابر صحابہ میں سے کسی نے بھی آپ کے پیچھے فاتحہ یا سورت کی قرأت کی تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے باز پرس کی اور یہ فرمایا لعلکم تفرؤن خلف امامکم معلوم ہوا کہ یہ قرأت نہ آپ کی اجازت اور حکم سے تھی اور نہ آپ کو اس کی خبر تھی اور قرأت خلف الامام پر تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی واذا قرأ القرآن فاستمعوا للہ وانصتوا جس میں مطلقاً قرأت قرآن کے وقت استماع اور انصات کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو مقید بسورت نہیں فرمایا۔

اور علی ہذا مرض الوفات میں اس طرح پیش آیا کہ آپ کے حکم سے ابو بکرؓ مسجد نبوی میں امامت کر رہے تھے اور صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو مسجد میں تشریف لے آئے صدیق اکبرؓ پیچھے بٹ گئے اور آنحضرت ﷺ امام ہو گئے منہ احمد ص ۶۳۲ ج ۱، اور سنن دارقطنی ص ۵۳ میں

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی جگہ سے قرأت شروع کی جہاں ابو بکر صدیقؓ پہنچ چکے تھے اور ابو بکر صدیق اس وقت سورت پڑھ رہے تھے۔

پس آنحضرت ﷺ نے اپنی اس آخری نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، اور جتنی مقدار قراءت اور سورۃ فاتحہ آپ سے اس نماز میں رہ گئی تھی آپ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا جس کی وجہ سے سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ ابو بکر صدیق اس نماز میں ابتداء سے امام تھے اور وہ سورۃ فاتحہ پڑھ چکے تھے ان کی قرأت سب کے لئے کافی ہو گئی۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے من کان له امام فقراءه الا امام له قراءه یعنی امام کی قرأت حکماً مقتدی کی قراءت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں قرأت کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور ایک حکمی، نماز میں امام کی قرأت حقیقی ہے اور مقتدی کی قرأت حکمی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب بالفرض اگر عام ہے اور امام اور مقتدی دونوں کو شامل ہے تو اس حدیث میں قرأت فاتحہ بھی عام ہے خواہ حقیقہ ہو یا حکماً پس جو مقتدی بحکم خداوندی امام کے پیچھے استماع اور انصات میں مشغول ہے وہی مقتدی حسب ارشاد نبوی حکماً قراءت بھی کر رہا ہے من کان له امام فقراءه الا امام له قراءه، اور یہ مقتدی بحالت استماع و انصات امام کے پیچھے فاتحہ الكتاب کی بھی قراءت کر رہا ہے اور اس کی یہ حکمی قرأت زیر پردہ استماع و انصات مستور ہے اور اس طرح مقتدی بیک وقت حکم خداوندی استماع و انصات، اور لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب پر عمل کر رہا ہے، اور جو شخص امام کے پیچھے قراءت کر رہا ہے وہ حکم خداوندی استماع و انصات کے بھی خلاف کر رہا ہے اور جس منازعت اور مخالفت سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اس کا مرتکب ہو رہا ہے، قرأت خلف الامام کرنے والا بیک وقت حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کر رہا ہے، خوب سمجھ لو کہ وہ بجائے استماع و انصات کے امام کی منازعت و مخالفت میں مشغول ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اگر آپ نے کسی وقت مقتدی کو قراءت کا حکم دیا ہوتا تو آپ کبھی بھی باز پرس نہ فرماتے۔

نکتہ دیگر:

نماز میں قرأت قرآن سے مقصود یا تو احکام خداوندی کا سننا ہے یا مناجات خداوندی مقصود ہے اگر اول مقصود ہے تو امام حق تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ ہے کہ وہ احکام خداوندی کو پہنچا دے۔ اور اگر مقصود مناجات اور استدعاء نیاز ہے تو امام قوم کی طرف سے وکیل ہے کہ سب مقتدیوں کی طرف سے بارگاہ خداوندی میں استدعاء نیاز پیش کر رہا ہے، اور ظاہر ہے کہ خلافت اور وکالت کا فریضہ ایک ہی شخص ادا کر سکتا ہے اس لئے قرأت کا فریضہ ایک امام ہی ادا کرے گا اور مقتدی اس کی قرأت پر آمین کہیں گے، باقی رہے آداب عبودیت سو وہ سب پر لازم ہوں گے، مثلاً رکوع اور سجود اور تسبیح و تہمید یہ سب بارگاہ خداوندی اور عبادت کے آداب ہیں یہ سب کو بجالانے ہوں گے اس میں وکالت اور نیابت جاری نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ان آداب سے مقصود تعظیم خداوندی ہے اور تعظیم خداوندی سب پر لازم ہے، سورۃ فاتحہ جو کہ ایک عریضہ نیاز ہے جو صراط مستقیم کی ہدایت کے استدعا پر مشتمل ہے، اور عرض مطلب میں توکیل جاری

ہو سکتی ہے، کیونکہ عریضہ نیاز سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مقصود اور مراد مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور ایک جماعت کی طرف سے عرضہ دعا کے لئے ایک شخص کافی ہے اور وہ امام ہے۔

۴:- انصوف میں غور و فکر سے یہ نظر آتا ہے کہ نماز جماعت درحقیقت ایک ہی نماز ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں جیسا کہ حدیث الامام ضامن اس پر شاہد ہے کہ امام کی نماز مقتدیوں کی نمازوں کو متضمن اور شامل ہے اسی وجہ سے اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اور مقتدی کی نماز کے فاسد ہو جانے سے امام کی نماز فاسد نہیں ہوتی، امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے، رکوع و سجود میں مقتدیوں کے لئے امام سے تقدیم و تاخیر ممنوع ہے، یہ تمام احکام اس امر کے شاہد ہیں کہ اصل مصلی امام ہے، اور مقتدی امام سے مستفیض اور مستفید ہیں اصل عبادت یعنی نماز ایک ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں۔

اور قرآن اور احادیث میں جماعت کی نماز کو ایک ہی نماز قرار دیا گیا ہے کما قال تعالیٰ اذا قاموا الى الصلوۃ قاموا کسالی اور حدیث میں ہے اذا اتیتم الصلوۃ فلا تاؤھا وانتم تسعون سب جگہ لفظ صلوۃ مفرد لایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ صلاۃ جماعت واحد ہے اور مقتدی اس شئی واحد پر حاضر ہونے والے ہیں۔

پس اگر ہر مقتدی نماز میں اپنی اپنی قرأت کرے تو صلوۃ جماعت، صلوۃ واحدہ نہ رہے گی بلکہ صلوات متعدده فی مکان واحد کا مجموعہ ہوگی، یعنی چند آدمیوں نے ایک جگہ جمع ہو کر اپنی اپنی علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی ہے، نماز جماعت اور تنہا نماز میں درحقیقت کوئی فرق نہ رہا، نماز جماعت کا حاصل و محصول صرف اتنا رہا کہ چند لوگوں نے ایک جگہ جمع ہو کر اپنی اپنی نماز ادا کر لی جس کو ذوق سلیم قبول نہیں کرتا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے ولا تجهر بصلوتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذلک سبیلاً کی تفسیر اور شان نزول میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپے ہوئے تھے یعنی پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے تھے، جب آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو بلند آواز سے قرأت قرآن کرتے تو مشرکین قرآن کو سن کر، قرآن کو اور قرآن کے نازل کرنے والے سب کو برا کہتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنی قراءت میں اتنا جہر نہ کیجئے کہ مشرکین سن کر اس کو برا کہیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھئے کہ اپنے ساتھیوں کو بھی نہ سنا سکیں، اس کے درمیان کا راستہ اختیار کیجئے یعنی اتنی آواز سے قرأت کریں کہ مقتدی سن سکیں، معلوم ہوا کہ امام کا کام مقتدیوں کو سنانے کا ہے اور مقتدیوں کا کام امام کی قرأت سننے کا ہے نہ کہ خود پڑھنے کا۔

حدیث عبادۃ کا جواب:

امام شافعی کی سب سے قوی اور صحیح دلیل حدیث عبادہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب، رواہ البخاری و مسلم جو شخص نماز میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔

(الجواب) امام شافعی کے اس استدلال کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صراحۃً مقتدی کا کوئی ذکر نہیں، محض کلمہ من کے عموم سے استدلال ہے اور سورۃ اعراف کی یہ آیت و اذا قرى القرآن فاستمعوا له

وانصتوا خاص مقتدی کے حق میں نازل ہوئی جن مقتدیوں نے آپ کے پیچھے لاعلمی اور غلط فہمی سے فاتحہ یا سورت پڑھ لی تھی انہیں کی زجر اور تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے تو خبر واحد کے عموم کی تخصیص کتاب اللہ کے خصوص کے ذریعہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی اور احادیث صحیحہ میں جو خاص مقتدی کے حق میں وارد ہوئیں ان میں سے ایک حدیث مشہور یہ ہے من کان لہ امام فقراء لا امام لہ قراءۃ یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے مقتدی کو علیحدہ قرأت کی ضرورت نہیں اور یہ حدیث مؤطا امام محمد میں دو سندوں سے مروی ہے ایک سند میں خود امام ابوحنیفہ اس کے راوی ہیں اور حافظ یعنی اور شیخ ابن ہمام نے نہایت مفصل طریقہ سے اس حدیث کا شرط بخاری و مسلم پر صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے جس کو عمدة القاری اور فتح القدیر میں دیکھ لیا جائے، پس معلوم ہوا کہ حدیث عبادہ مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں امام شافعیؒ کے استاذ سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں لمن یصلی وحده یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو، مقتدی کے حق میں نہیں، اور علیٰ ہذا امام ترمذیؒ حضرت جابرؓ سے ناقل ہیں کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ (جو امام بخاری کے استاذ ہیں) یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ اس شخص کے حق میں ہے جو خود نماز پڑھ رہا ہو (یا دوسروں کو پڑھا رہا ہو) اور امام احمد نے اپنے اس قول پر حدیث جابرؓ سے استدلال کیا ہے اور یہ فرمایا کہ دیکھو جابرؓ ایک مرد ہیں اصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدیوں کی نماز بغیر قرأت کے صحیح نہ ہوگی چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اور تابعین اور اہل حجاز میں امام مالک اور اہل عراق میں سفیان ثوری اور اہل شام میں اوزاعی اور اہل مصر میں لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان ائمہ دین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ جب امام قرأت کر رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے، دیکھو مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۶ ج ۱۔ حضرات اہل علم اس مقام کی تحقیق کے لئے فتاویٰ ابن تیمیہ از ص ۱۴۱ تا ص ۱۵۰ ج ۲ دیکھیں۔

معلوم ہوا کہ جہری نماز میں مقتدی پر قرأت خلف الامام کے وجوب کا صحابہ اور تابعین اور سلف الصالحین میں سے کوئی قائل نہیں اس لئے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے قرأت خلف الامام کے بارے میں تشدد کیا کہ مقتدی پر قرأت کو واجب قرار دیا، حالانکہ سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ مقتدی پر قرأت فرض ہے اور حافظ ابن تیمیہ نے نہایت شد و مد سے جہری نماز میں قرأت خلف الامام کا ناجائز اور حرام ہونا دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے بیان کیا خاص کر (ہمارے) زمانہ کے مدعیان بالحدیث پر لازم ہے کہ فتاویٰ ابن تیمیہ کو ضرور دیکھیں کہ جو حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ کی نمازوں کے باطل ہونے کا جہر اور سرائفتویٰ دیتے ہیں۔

خلاصہ کلام

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب نہایت درجہ قوی ہے جو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ جو خاص مقتدیوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں حضرات اہل علم اور مدرسین شروح ہدایہ اور شروح بخاری کی مراجعت کریں اور اس ناچیز کی شرح مشکوٰۃ اور شرح بخاری کو دیکھیں انشاء اللہ ثم انشاء اللہ قلب کو سکون اور اطمینان ہو جائے گا اور اگر باب ذوق پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ امام اعظم کا مسلک عین عقل اور فطرت کے مطابق ہے (معارف القرآن از ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۷ ج ۵ مکتبہ عثمانیہ پاکستان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رفع یدین اور آمین بالجہر:

(سوال ۳۶) فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم الاجپوری صاحب مدظلہم العالی و متع اللہ المسلمین بطول بقائہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم ص ۱۲۹ تا ص ۲۳۷ (جدید ترتیب میں ایمان و عقائد کے باب میں دیکھ لیا جائے۔ از مرتب) پر تقلید سے متعلق بہت ہی فاضلانہ اور محققانہ جواب ہے تقلید کی حقیقت اور اس کی ضرورت و اشکاف ہوئی اور تقلید سے متعلق جو شبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کے جواب بھی بہت عمدہ اور تسلی بخش ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، البتہ سوال میں رفع یدین اور آمین بالجہر کا بھی تذکرہ ہے اور ہدایہ کا حوالہ بھی دیا ہے مگر آپ کے جواب میں اس کے متعلق کوئی ضاحت نہیں ہے اگر ان دونوں مسئلوں پر بھی روشنی ڈالتے تو ہمارے لئے بڑی رہنمائی ہوتی، سوال میں ہدایہ کا حوالہ دیا ہے کیا درحقیقت ہدایہ میں اسی طرح ہے؟ امید ہے کہ آپ اس کے متعلق بھی حقیقت کو اشکاف فرمائیں گے، بینو اتوجروا۔ (از حیدر آباد)

(الجواب) آپ کا سوال موصول ہوا، اللہ کا کرم اور حسان ہے کہ اسی کی توفیق اور مدد سے تقلید سے متعلق جواب مرتب ہو، اللہ الحمد والشکر آپ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے اس پر صمیم قلب سے شکریہ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

پہلے ہم انشاء اللہ ہدایہ کی اصل عبارت پیش کر کے اس کی توجیہ اور دونوں مسئلوں سے متعلق مختصر تحقیق پیش کریں گے اس سے انشاء اللہ مسلک حنفی کے دلائل بھی سامنے آئیں گے، اس کے بعد دونوں مسئلوں سے متعلق کچھ احادیث پیش کریں گے۔

مستفتی نے سوال میں تحریر کیا ہے نماز میں رفع یدین کرنا نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت سے ثابت ہے اور یہ مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ جلد اول ص ۳۷۹ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخر تک رفع یدین کیا ہے اور آمین بالجہر کا مسئلہ بھی ہدایہ جلد اول ص ۳۶۲ میں موجود ہے، مستفتی نے یہ دو حوالے پیش کر کے یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں رفع یدین اور آمین بالجہر کو سنت لکھا ہے حالانکہ سوال میں جن صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے اس صفحہ پر یا اس کے آگے پیچھے کہیں اس کا بیان ہی نہیں ہے لہذا اس بات کو صاحب ہدایہ کی طرف

منسوب کرنا قطعاً غلط ہے، افتراء اور جھوٹ ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔

رفع یدین سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں ولا یرفع یدیه الا فی تکبیرۃ الا ولی خلافاً للشافعی رحمہ اللہ فی رکوع وفی الرفع منه لقولہ علیہ السلام لا ترفع الا یدی الا فی سبع مواطن تکبیرۃ الا فتاح وتکبیرۃ القنوت وتکبیرات العیدین و ذکر الا ربیع فی الحج والذی یروی من الرفع محمول علی الا ابتداء کذا نقل عن ابن الزبیر۔ (ہدایہ اولین ص ۹۲، ص ۹۳ باب صفۃ الصلوۃ)

ترجمہ و مطلب:

اپنے دونوں ہاتھوں کو تکبیر افتتاح (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ کسی اور موقع پر نہ اٹھائے، امام شافعی کے خلاف، امام شافعی کے نزدیک رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرے، ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لا ترفع الا یدی سات مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہ کیا جائے نمبر تکبیر افتتاح کے وقت نمبر ۲ دعاء قنوت پڑھنے کے لئے تکبیر کہنے کے وقت نمبر ۳ عیدین کی زائد تکبیرات کہنے کے وقت اور بقیہ چار مقام حج میں ہیں اور رفع یدین سے متعلق جو مروی ہے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہے (یعنی ابتداء اسلام میں یہ طریقہ رائج تھا پھر یہ متروک ہو گیا) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے، حاشیہ میں ہے فان عبد اللہ بن الزبیر راٰی رجلاً یصلی فی المسجد الحرام کان یرفع یدیه عند الركوع وعند رفع الرأس منه فلما فرغ من صلاته قال لا تفعل فان هذا شئ فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم ترکہ یعنی عبد اللہ بن زبیرؓ نے مسجد حرام میں ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو آپ نے اس سے فرمایا لا تفعل ثم رفع یدین مست کر دینی کریم ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا پھر ترک فرمادیا (حاشیہ نمبر ۲ ہدایہ اولین ص ۹۳) لہذا آمین بالجہر سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں واذا قال الامام ولا الضالین قال آمین ویقولہا المؤمن۔ الی قولہ ویخفونها لما روینا من حدیث ابن مسعود ولا نہ دعاء فیکون مبنیاً علی الا خفاء (ہدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوۃ) یعنی: جب امام ولا الضالین کہے تو وہ آمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہیں اور تمام حضرات آمین آہستہ کہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے (حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث صاحب ہدایہ نے اسی صفحہ پر اوپر نقل فرمائی ہے لقول ابن مسعود اربع بخفھن الامام و ذکر من جملتها التعوذ والتسمیۃ و آمین۔ یعنی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام مخفی آواز سے کہے اور ان چار میں تعوذ تسمیہ اور آمین کا ذکر فرمایا ولا نہ دعاء، اور دلیل عقلی یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا کا مبنی اخفاء ہے (کہ دعا آہستہ آواز سے مانگنی چاہئے) (ہدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوۃ)

ناظرین رفع یدین اور آمین بالجہر کے متعلق صاحب ہدایہ کی عبارت اور ان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں، سوال میں جو بات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے ہدایہ میں اس چیز کا نام و نشان بھی نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے لہذا یہی کہا جائے گا کہ یہ صاحب ہدایہ پر بہتان ہے، سبحانک هذا بہتان عظیم۔

اب ہم مختصر اہر و مسائل کی مزید تحقیق پیش کرتے ہیں۔

رفع یدین:

سکون و خشوع نماز کی روح ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے اسکنوا فی الصلوٰۃ نماز میں سکون اختیار کرو (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنہی عن الاشارة الخ) لہذا جس قدر نماز کے اندر سکون کا لحاظ ہوگا اسی قدر نماز مقبول ہوگی۔ ابتداء اسلام میں بعض ایسے امور جو سکون کے خلاف تھے وہ نماز میں مشروع تھے مثلاً نماز میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، نماز میں بات چیت کر لینا، نماز میں گردن پھرا کر ادھر ادھر دیکھ لینا مگر بعد میں یہ امور بتدریج منسوخ ہو گئے، یہی حال رفع یدین کا ہے، رسول مقبول ﷺ سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتی ہوئے رکوع سے اٹھتے وقت سجدہ کرتے وقت سجدے سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے، چنانچہ نسائی شریف میں حدیث ہے۔ عن مالک بن الحویرث ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل فی الصلوٰۃ یعنی رفع یدہ واذا رکع فعل مثل ذلک واذا رفع راسہ من الركوع فعل مثل ذلک واذا رفع راسہ من السجود فعل مثل ذلک کله یعنی رفع یدیه (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۲)

طحاوی شریف میں ہے:- حدثنا ابن ابی داؤد..... عن الا عرج عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰۃ وحين یرکع وحين یسجد (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ج ۱ باب التکبیر للركوع والتکبیر للسجود والرفع من الركوع هل مع ذلک رفع ام لا) نیز ایک حدیث میں ہے قال ابو حمید انا علمکم بصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... فاذا قام من الركعتین کبر و رفع یدیه حتی یحاذی بہما منکبہ الخ (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ایضاً) مگر رفتہ رفتہ قبل و بعد سجدہ اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت رفع یدین متروک ہو گیا جس کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں اسی طرح رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت بھی رفع یدین متروک ہو گیا (یعنی اس پر عمل نہ رہا) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت باقی رہا۔

رفع یدین سے متعلق احناف کا جو مسلک ہے وہ احادیث کے خلاف نہیں ہے مذہب حنفی کے موافق بہت سی احادیث ہیں، ملاحظہ فرمائیں ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا ہناد..... عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة، وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفۃ (ترمذی شریف ص ۳۵ ج ۱ باب رفع الیدین عند الركوع)

ترجمہ:- علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ

پڑھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی اور صرف اول بار یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء بن عازبؓ سے بھی مروی ہے اور اسی کے قائل ہیں بہت سے اہل علم اصحاب نبی ﷺ اور تابعین میں سے اور یہی قول سفیان، شری اور اہل کوفہ کا ہے۔
حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث ابو داؤد نے روایت کی ہے۔

حدثنا محمد بن الصباح عن البراء (بن عازب) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود. (ابوداؤد شریف ص ۱۱۶ ج ۱ مجتہائی باب من لم يذكر الرفع عند الرفع)

ترجمہ:- حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے (رفع یدین کرتے) اور پھر نہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضور ﷺ کے رازدار جلوت و خلوت کے ساتھی اور نماز میں بھی حضور ﷺ کے قریب رہتے تھے حضور ﷺ کے افعال کی جس قدر آپ کو اطلاع ہو سکی تھی وہ ظاہر ہے خصوصاً نماز کے افعال اور نماز کا طریقہ کہ آپ پیچھے ہی کھڑے رہتے تھے اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث اس بارے میں بہت قوی حجت ہونی چاہئے۔

امام طحاویؒ نے حضرت علیؓ کا عمل نقل فرمایا ہے۔

فان ابا بكرة قد حدثنا قال حدثنا ابو احمد عن ابيه ان عليا رضى الله عنه كان يرفع في اول تكبيرة من الصلوة ثم لا يرفع بعده (باب التكبير للركوع والتكبير للسجود والرفع من الركوع هل مع ذلك رفع ام لا طحاوی شریف ص ۱۱۰)۔

ترجمہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

موطا امام محمدؒ میں ہے قال محمد اخبر ابو بكر بن عبد الله النهشلي عن عاصم بن كليب الجرمي عن ابيه وكان من اصحاب علي ان عليا بن ابي طالب كرم الله وجهه كان يرفع يديه في التكبير الاولى التي يفتح بها الصلوة ثم لا يرفعهما في شئ من الصلوة (موطا امام محمد ص ۷۳، ۷۴ باب افتتاح الصلوة)

حضرت علیؓ سے رفع یدین کی حدیث منقول ہے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہوگا، پھر حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کے بعد رفع یدین ترک کر دیا، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہو (ورنہ حضرت علیؓ رفع یدین ترک نہ فرماتے اور اپنی روایت کے خلاف عمل نہ کرتے)۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں فان علياً لم يكن ليري النبي صلى الله عليه وسلم يرفع ثم يترك هو الرفع بعده الا وقد ثبت عنده نسخ الرفع فحديث علي رضى الله عنه اذا صح ففيه اكثر الحجج لقول من لا يرى الرفع (طحاوی شریف حوالہ بالا ص ۱۱۰)۔

حضرت عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ طحاوی شریف میں ہے۔

وقد روی مثل ذلك أيضا عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كما حدثنا ابن أبي داود قال ثنا الحسن بن علي قال حدثنا يحيى بن آدم عن الاسود قال رأيت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود ، يعني : حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنه سے بھی ترک رفع مروی ہے اسود فرماتے ہیں۔ میں نے عمر بن خطابؓ کو پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا پھر اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، امام طحاویؒ فرماتے ہیں وہو حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے (حوالہ بالاطحامی شریف ص ۱۱۱)

قال ثناء ابو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال صليت خلف بن عمر رضي الله عنه فلم يكن يرفع يديه الا في الكتيرة الاولى من الصلوة. یعنی مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، اس کے بعد امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

فهذا ابن عمر قد رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع ثم قد ترك هو الرفع بعد النبي صلى الله عليه وسلم فلا يكون الا وقد ثبت عنده نسخ ما قد رأى النبي صلى الله عليه وسلم فعله. وقامت الحجة عليه بذلك (طحاوی شریف ص ۱۱۰)

زجاجة المصباح میں ہے۔ عن عبد العزيز بن حكيم قال رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء اذنيه في أول تكبيرة افتتاح الصلوة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك رواه محمد ، یعنی: عبد العزيز بن حكيم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو تکبیر تحریر کے وقت دونوں کانوں کے مقابل ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اس کے علاوہ کسی اور موقع پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (زجاجة المصباح ج ۱ ص ۲۲۸) (موطا امام محمد ص ۷۳ باب افتتاح الصلوة)

رفع یدین سے متعلق امام اوزاعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا مناظرہ

زجاجة المصباح میں ہے۔

وفي مسند امامنا ابي حنيفة عن سيفان بن عيينة قال اجتمع ابو حنيفة والاوزاعي في دار الحناطين بسكة فقال الاوزاعي لابي حنيفة ما بالكم لا ترفعون ايديكم في الصلوة عند الركوع وعند الرفع منه فقال ابو حنيفة لا جل انه لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه شيء قال كيف لا يصح وقد حدثني الزهري عن سالم عن ابيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة وعند الركوع وعند الرفع منه، فقال له ابو حنيفة وحدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والا سود عن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلوة ولا يعود لشي من ذلك. ان الاوزاعي محدثك عن الزهري عن سالم عن ابيه وحدثني حماد عن ابراهيم ثقتان له ابو حنيفة كان حماد افقه عن الزهري و كان ابراهيم افقه من سالم وعلقمة ليس بدون ابن عمر رضي الله عنه في الفقه وان كانت لابن عمر رضي الله عنه صحبة وله فضل صحبة فالاسود له فضل كثير وعبد الله هو عبد الله فسكت الاوزاعي. (باب صفة الصلوة زجاجة المصباح ص ۲۲۹ ج ۱) (نور المصباح ج ۱ ص ۲۲۹ ج ۱)

المصباح ص ۲۱۱ ص ۲۱۲ حصہ دوم جلد اول

نور المصباح ترجمہ زجاجۃ المصباح میں ہے۔ سفیان بن عیینہ سے روایت ہے سفیان کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی دار الحناطین (گیہوں کی منڈی) میں امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اکٹھے ہوئے، اس وقت امام اوزاعی نے امام ابو حنیفہ سے کہا کہ آپ لوگ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کسی وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہوئی ہے امام اوزاعی نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ زہری نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے اور زہری سالم سے روایت کرتے ہیں اور ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے اور رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (امام اوزاعی کے جواب میں) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے ہم سے حماد نے اور حماد بیان کرتے ہیں ابراہیم سے اور ابراہیم روایت کرتے ہیں علقمہ اور اسود سے اور یہ دونوں ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) ہاتھ اٹھاتے تھے (پھر باقی نماز میں) رفع یدین کا عائدہ نہیں کرتے تھے امام اوزاعی نے کہا میں آپ کو حدیث سنا رہا ہوں زہری سے اور زہری روایت کرتے ہیں سالم سے اور سالم روایت کرتے ہیں اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور آپ (اس کے بالمقابل) کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی حماد نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمرؓ سے کم نہ تھے اگرچہ ابن عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے اور ان کے لئے صحابی ہونے کی فضیلت ہے اب رہے تو اسود تو ان کے لئے بھی بہت سے فضائل ہیں اور عبد اللہ بن مسعودؓ تو عبد اللہ بن مسعودؓ ہی ہیں ان کا کیا کہنا یہ سن کر امام اوزاعی نے سکوت اختیار فرمایا (اس کی روایت سفیان بن عیینہ نے ہمارے امام ابو حنیفہ کی مسند میں کی ہے)

رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان

”جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔“ (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۷ از مولانا ثناء اللہ امرتسری)

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو ایک قطرہ خوں نہ نکلا

مذکورہ بیان سے واضح ہوا کہ بقول مولانا ثناء اللہ صاحب رفع یدین ایک مستحب امر ہے نہ کرنے پر نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا، لہذا غیر مقلدین کو اس کو معرکہ الآراء مسئلہ بنا لینا اور احناف کے خلاف طعن و تشنیع کرنا کہ یہ لوگ احادیث کے خلاف کرتے ہیں (حالانکہ احناف کا عمل احادیث کے موافق ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا) یہ طعن بالکل بے اصل اور معاندانہ ہے اور خواہ مخواہ عوام الناس کو ورغلا نا ہے۔

آمین بالجہر:

ابتداء اسلام میں آنحضور ﷺ تعلیم صرف قولاً ہی نہیں عملاً بھی دیا کرتے تھے اس کی کئی نظیریں ہیں مثلاً نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ان کا خفیہ پڑھنا ہی مشروع ہے تاہم یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ کبھی تعلیم کی غرض سے جہراً بھی پڑھ دیتے تھے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے حدیثی ہارون بن سعید یقول سمعت عوف بن مالک یقول صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازۃ فحفظت من دعائه وهو یقول اللهم اغفر له وارحمہ وعافہ واعف عنه الخ یعنی عوف بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ نے نماز جو دعا پڑھی وہ میں نے یاد کر لی دعایہ ہے السلام اغفر له وارحمہ وعافہ واعف عنه واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطایا کما نقیث الثوب الابيض من الدنس وابدله داراً خیراً من دارہ واهلاً خیراً من اہلہ وزوجاً خیراً من زوجہ وادخلہ الجنة واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار. (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۱۱ کتاب الجنائز)

اسی طرح ظہر و عصر میں قرأت سرا پڑھی جاتی ہے مگر گاہے آنحضرت ﷺ ایک آدھ آیت جہراً بھی پڑھ دیا کرتے تھے تاکہ مقتدیوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے کون سی سورت پڑھی (مشکوٰۃ شریف ص ۷۹ باب القرأتۃ فی الصلاۃ)

الغرض اس کی بہت سی نظریں مل سکتی ہیں۔ اسی طرح آغاز اسلام میں حضور اکرم ﷺ بغرض تعلیم امین جہراً کہتے تھے۔

معارف السنن میں ہے: قال الشيخ رحمه الله: وقد يجاب عن الجهر بانه كان للتعليم الى قوله قال الشيخ: ويؤيده ما اخرجه الحافظ ابو بشر الدولا بي في كتاب "الاسماء والكنى" (۱۹۷: ۱) من حديث وائل وفيه: وقرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين يمدبها صوته ما راه الا ليعلمنا فهذا القول منه صريح في انه اراد ان يعلمهم سنة التامين. یعنی شیخ انور شاہ کشمیری قدس سرہ فرماتے ہیں: جہراً آمین کہنے کے متعلق ایک جواب یہ ہے کہ یہ بغرض تعلیم تھا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو حافظ ابو بشر دولا بی نے کتاب "الاسماء والکنی" میں ج ۱ ص ۱۹۷ باب ماجاء فی التامین پر حضرت وائل سے روایت کی ہے، اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہی اور آواز کو بلند کیا میرا گمان یہ ہے کہ حضور اکرم نے ہم کو تعلیم دینے کی غرض سے بلند آواز سے آمین کہی (معارف السنن شرح ترمذی باب ماجاء فی التامین ص ۳۰۶ ج ۲، از محدث کبیر مولانا یوسف بنوری)

معلوم ہوا کہ آمین کو جہراً کہنا امت کی تعلیم کے لئے تھا، اور جب امت کو تعلیم ہو گئی تو حضور ﷺ نے سرا کہنا شروع کر دیا، چنانچہ شعبہ کی روایت ہے جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

روى شعبة هذا الحديث عن سلمة بن كهيل عن حجاج بن العنيس عن علقمة بن وائل
عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ غير المعصوب عليهم ولا الصالحين فقال آمين وخضع بها
صوته.

ترجمہ: شعبہ نے اس حدیث کو سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے..... علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر پست آواز سے آمین کہی (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۴، باب ماجاء فی التامین)

زجاجہ المصاحح میں ہے عن علقمة بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلما بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین وخفض بها صوته رواہ الحاکم وقال
صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

یعنی علقمہ بن وائلؓ اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے جب رسول اللہ ﷺ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آہستہ آہستہ کہی اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور حاکم نے اس روایت کے متعلق فرمایا ہے صحیح الاسناد، اس کی سند صحیح ہے (بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر) بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔ (زجاجة المصابیح ص ۲۵۸ ج ۱ باب القراءة فی الصلوة)

نیز زجاجة المصانح میں ہے وعنه عن ابيه انه صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم والا الضالين قال امين واخفى بها صوته روه احمد وابوداؤد الطيالسي وابو يعلى والطبراني والدارقطني يعنى علقمة اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب رسول اللہ ﷺ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ آہستہ کہی، یہ حدیث امام احمد ابوداؤد طيالسی، ابویعلی، طبرانی اور دارقطنی نے روایت کی ہے (زجاجة المصانح ص ۲۵۸ ج ۱۱ ایضاً)

نیز زجاجة المصانح میں ہے: وعن ابي وائل قال لم يكن عمرو على رضى الله عنهما يجهران
بسم الله الرحمن الرحيم ولا بآمين رواه الطبراني في تهذيب الآثار: یعنی حضرت ابو وائلؓ سے روایت
ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمروؓ حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے) بسم اللہ الرحمن الرحیم
جہر سے نہیں پڑھتے تھے اور (سورۃ فاتحہ کے بعد) آمین بھی جہر سے نہیں کہتے تھے اس کی روایت طبرانی نے تهذيب
الآثار میں کی ہے (زجاجة المصانح ص ۲۵۹ جلد اول ایضاً)

اس اثر کو امام طحاوی نے بھی معانی الآثار میں بیان کیا ہے حدثنا سلیمان بن شعیب قال حدثنا علی بن معبد قال حدثنا ابو بکر بن عیاش عن ابی سعید عن ابی وائل قال کان عمرو علی لا یجھران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بالتائین۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ باللہ اور آمین زور سے نہیں پڑھتے تھے

(معانی الآثار المعروف بہ طحاوی ص ۹۹ باب قراءۃ بسم اللہ الرحمن فی الصلوٰۃ)

مصنف عبدالرزاق میں ہے عبدالرزاق عن الثوری عن منصور عن ابراہیم قال خمس یخفیهن سبحانک اللہم وبحمدک والتعوذ بسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین واللہم ربنا ولك الحمد ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں (امام کو) آہستہ آواز سے کہنی چاہئیں سبحانک اللہم وبحمدک اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اللہم ربنا ولك الحمد (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷)

نیز مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ عبدالرزاق عن معمر والثوری عن منصور عن ابراہیم انہ کان یسر آمین، ابراہیم نخعی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۹۶ ج ۲)

محدث کبیر علامہ یوسف نبوی "معارف السنن" میں تحریر فرماتے ہیں: عن ابراہیم قال قال عمر رضی اللہ عنہ اربع یخفیهن الامام، التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم و آمین واللہم ربنا ولك الحمد (ابن جریر) فتخلص ان اخفاء التامین هو مذهب عمرو علی وعبد اللہ و ابراہیم النخعی و جمهور الصحابة والتابعین و سائر اهل الکوفة۔

یعنی ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ آواز سے کہے اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم آمین اور اللہم ربنا ولك الحمد، (ابن جریر) خلاصہ کلام یہ ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا یہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہؓ ابراہیم نخعی، جمهور صحابہ و تابعین اور تمام اہل کوفہ کا مذہب ہے۔ (معارف السنن شرح ترمذی ص ۲۱۳، ج ۲ باب ماجاء فی التامین)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق

خلفاء راشدین و اکابر صحابہ کاعمل (آمین کے) اخفاء ہی کا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ سے اخفاء ہی منقول ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا طریقہ بھی یہی تھا ورنہ یہ جلیل القدر صحابہ آپ کے خلاف کیسے کر سکتے تھے، (معارف مدنیہ ص ۳۳ حصہ پنجم)

نیز معارف مدنیہ میں ہے (شعبہ اور سفیان والی روایت کی جمع کی) ایک صورت تو وہ ہے جو پہلے گذری دوسری یہ کہ جہر بیان جواز کے لئے تھا تیسرے تعلیم امت کے لئے تھا، چوتھے ابتدا میں تھا اس کے بعد نہیں رہا اس کا قرینہ یہ ہے کہ طبرانی میں "انہ امن ثلاث مرات" یعنی آپ نے زور سے آمین تین مرتبہ کہی ہے، نیز ابو البشر دولابی نے "الا سماء والکسی" میں حضرت وائل سے ہی روایت کیا ہے حضور ﷺ نے آمین زور سے جو کہی یہ ہمارے سکھانے کے لئے تھی اس سے زیادہ واضح قرینہ اور کیا ہو سکتا ہے اس بات کا کہ اصل سنت اخفاء ہے اور جہر عارضی تھا جیسا کہ سبحانک اللہم یا التحیات وغیرہ بعض اوقات زور سے پڑھی جاتی تھیں تعلیم امت کے لئے، ایسا ہی یہ بھی ہے، تیسرے یہ کہ ابو داؤد میں ہے حضرت وائلؓ حضور ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ایک مرتبہ آمین بالجہر سنا اور دوسری مرتبہ بالاخفاء لہذا دونوں کو روایت کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جہر ابتدا میں تھا بعد میں اخفاء ہو گیا ورنہ

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جہر کو نہ چھوڑتے، یہ صورتیں جمع اور تطبیق کی ہیں الخ (معارف مدنیہ حصہ پنجم ص ۳۲)

آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آمین سورۃ فاتحہ یا قرآن کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آمین کو لکھا نہیں جاتا آمین دعا ہے اور دعاء مخفی اور آہستہ آواز سے ہونی چاہئے قرآن میں ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ اپنے رب کو عاجزی و آہستگی سے پکارو، اس آیت کریمہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آمین سرّاً کہنا چاہئے۔

زجاجة المصاحح میں ہے وبالقياس على سائر الاذكار والا دعوية ولان امين ليس من القرآن اجماعاً فلا ينبغي ان يكون على صوت القرآن وبأخفائها يقع التمييز بين القرآن وغيره فانه اذا جهر بها مع الجهر بالفاتحة يلبس انها من القرآن كما انه لا يجوز كتابته في المصحف ولهذا اجمعوا على اخفاء التعوذ لكونه ليس من القرآن (زجاجة المصاحح حاشیہ ج ۱ ص ۲۵۸ باب القراءة في الصلوة)

نور المصاحح میں ہے: عقلی دلائل سے بھی آمین کا آہستہ کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ آمین بھی نماز میں پڑھی جانے والی دعاؤں اور اذکار میں سے ہے جس طرح نماز کی دوسری دعاؤں اور اذکار کو آہستہ پڑھتے ہیں اسی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے آمین کو آہستہ پڑھنے کی ایک اور عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ تعوذ کی طرح آمین بھی قرآن کا جز نہیں ہے اگر آمین قرآن کا جز ہوتا تو اس کو قرآن میں لکھا جاتا، آمین کے جہر اور سر کے متعلق ترمذی نے دو روایتیں بیان کی ہیں اور دونوں روایتیں حضرت وائلؓ ہی سے مروی ہیں، سفیان جہراً کہنے کی روایت کرتے ہیں۔ اور شعبہ سرّاً کی روایت کرتے ہیں۔

چونکہ تعوذ اور آمین دونوں قرآن میں نہیں لکھے جاتے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ دونوں قرآن کے جز نہیں ہیں اور جو قرآن کا جز نہ ہو اس کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی لئے تعوذ کی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے (یہ مضمون مرقاة بنایہ اور التعلیق الحسن سے ماخوذ ہے) (نور المصاحح ترجمہ زجاجة المصاحح ص ۳۰۳ حصہ دوم، جلد اول)

شعبہ والی روایت پر امام ترمذی نے چند شبہات پیش فرمائے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں و اخطأ شعبۃ مواضع من هذا الحديث فقال من حجر ابی العنيس انما هو حجر بن العنيس ويكنى ابا السكن وزاد فيه عن علقمة بن وائل وليس فيه علقمة وانما هو حجر بن العنيس عن وائل..... الخ۔

یعنی شعبہ نے اس حدیث میں چند غلطیاں کی ہیں (۱) شعبہ نے اپنی روایات میں حجر ابو العنيس کہا ہے حالانکہ حجر ابن العنيس ہے (۲) شعبہ نے ان کی کنیت ابو العنيس بیان کی ہے حالانکہ ان کی کنیت ابو السكن ہے (۳) شعبہ نے اپنی روایت میں علقمة کی زیادتی کی ہے، حالانکہ اس روایت میں علقمة نہیں ہیں الخ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۴ باب ما جاء في التامين)

جواب یہ ہے کہ حجر کے باپ اور بیٹے دونوں کا نام عنبس ہے یہ بات گوہندوستان میں معیوب ہے لیکن عرب میں پسندیدہ اور بکثرت رائج تھی (معارف مدنیہ ۳ ج ۵ باب القراءة فی الصلوٰۃ) لہذا جس طرح حجر بن العنابس صحیح ہے اسی طرح حجر ابو العنابس بھی صحیح ہے۔

(۲) حجر کی کنیت ابو السکن بھی تھی اور ابو العنابس بھی ایک شخص کی دو کنیت ہونے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں (معارف مدنیہ)

(۳) حجر نے علقمہ اور وائل دونوں سے سنا ہے چنانچہ ابو داؤد طیالسی میں تصریح ہے کہ حجر نے کہا ہے کہ میں نے دونوں سے سنا ہے (معارف مدنیہ ص ۳۱ حصہ پنجم)

زجاجة الصانع میں ہے وحجر اسم بیه عنبس وکنیتہ ککنیۃ ابیہ ابو العنابس ولا مانع من ان یکون له کنیۃ اخری ابو السکن لانه یکون لشخص واحد کنیتان وبهذا جزم ابن حبان فی کتاب الثقات وزاد فیہ علقمۃ لا یضر لان الزیادۃ کان من الثقة مقبولة ولا سیما من قبل شعبۃ (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۷ باب القراءة فی الصلوٰۃ)

شعبہ کی روایت کی وجہ ترجیح:

معارف مدنیہ میں ہے علاوہ ازیں سفیان مدلس ہیں اور مدلس کی روایت معنعن میں تدلیس کا امکان و شائبہ ہوتا ہے، یہ روایت ایسی ہی ہے اس لئے شائبہ تدلیس موجود ہے اس کے برخلاف شعبہ کی روایت اس کمزوری سے پاک ہے، کیونکہ شعبہ مدلس نہیں تھے نیز ان کی روایت مسلسل بالحدیث ہے، جب کہ سفیان کی روایت معنعن ہے، یہ شعبہ کی روایت کی وجہ ترجیح ہے علاوہ ازیں سفیان اور شعبہ کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

ان میں قول رائج یہ ہے کہ شعبہ احادیث کے متون اور رجال کے حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں اور سفیان صاحب ابواب ہیں یعنی فقہ میں بڑھے ہوئے ہیں، یحییٰ بن سعید قطان، حماد بن سلمہ، احمد بن حنبل ابو داؤد وغیرہ کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے خود سفیان کہتے ہیں کہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں چونکہ یہ بحث احادیث کی عبارت اور رجال سے تعلق رکھتی ہے اس لئے شعبہ کی روایت قابل ترجیح ہوگی یہ شعبہ کی دوسری وجہ ترجیح ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ شعبہ خود فرماتے ہیں کہ جس کسی سے میں نے روایت کی ہے اس کے پاس ایک سے زائد مرتبہ گیا ہوں اور جس سے میں نے دس روایتیں سنی ہیں اس کے پاس دس سے زائد مرتبہ حاضر ہوا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ شعبہ ایک ایک روایت کو کئی کئی بار سن کر یاد کرتے تھے تاکہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے یہ بات سفیان میں نہیں تھی اس لئے شعبہ کی روایت لائق ترجیح ہے، چوتھے سفیان کا مسلک خود ان کی روایت کے خلاف ہے اس سے ثابت ہوا کہ وہ خود اپنی روایت کو قابل عمل نہ سمجھتے تھے یہ شعبہ کی روایت کی چوتھی وجہ ترجیح ہے (معارف مدنیہ ص ۳۲ حصہ پنجم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۷) نماز میں سجدہ کے وقت پہلے ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے رکھے تو یہ کیسا ہے؟ بینواتو جروا۔
(الجواب) اگر کوئی عذر نہ ہو تو سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے یہ سنت طریقہ ہے، بلا عذر

اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر عذر ہو جیسے بڑھا پا ہو یا بدن بھاری ہو اور پہلے گھٹنے رکھنے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں پہلے ہاتھ رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے (ثم کسر) کل مصل خاراً للسجود (ثم وضع رکتیہ ثم یدیه) ان لم یکن بہ عذر یمنعہ من هذه الصفة (مراقی الفلاح مع طحاوی ص ۱۵۴ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوۃ) عمدۃ الفقہ میں ہے: سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر وہ اعضاء رکھے جو زمین سے قریب ہیں پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے، پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ لگا دے کیونکہ یہ واجب ہے اور اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑے۔ الی قولہ۔ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو، لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً..... عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکتا تو دونوں ہاتھ کو گھٹنے سے پہلے رکھ لے، اگر عذر کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ زمین پر نہیں رکھ سکتا تو دائیں ہاتھ و گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۸) بہت سے نمازی سجدہ میں کہنیاں اور کلائیوں زمین پر بچھا دیتے ہیں کیا اس نماز میں کراہت ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مرد کے لئے سجدہ کا مسنون اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (پسلیوں) سے جدا رکھے، لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلو سے ملا ہو رکھے (کہ دیگر مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو) کہنیاں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اٹھا ہو رکھے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے (سینے کے مقابل نہ رکھے) یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں بالکل ملا کر رکھیں تاکہ سب کے سرے قبلہ رخ ہیں، اور دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین پر اس طرح رکھے کہ ان کے سرے قبلہ رخ رہیں (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

مرد اگر کہنیاں زمین پر بچھائے تو مکروہ تحریمی ہے، شامی میں ہے (قوله افتراش الرجل ذراعیہ الخ) ای بسطہما فی حالة السجود وقید بالرجل اتباعاً للحديث المار آنفاً ولان المرأة تفتش قال فی البحر قیل وانہا نہی عن ذلک لانہا صفة الکسلان والتهاون بحالہ مع ما فیہ من التشبه بالسباع والکلاب، والظاهر انہا تحریمۃ للہی المذکور من غیر صارف آہ (شامی ج ۲ ص ۶۰۲ مکروہات الصلوۃ)

عمدۃ الفقہ میں ہے۔ مردوں کا سجدہ کی حالت میں دونوں بائیں زمین پر بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۷۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے:

(سوال ۳۹) بعض عورتیں مردوں کی طرح رکوع و سجدہ وقعدہ کرتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ وضاحت کے ساتھ

جواب مرحمت فرمائیں گے، بینہ التوجروا۔

(الجواب) جو عورتیں مردوں کی طرح رکوع، سجدہ، قعدہ کرتی ہیں یہ غلط ہے، مرد و عورت کی نماز میں چند چیزوں کے اندر فرق ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تکبیر تحریرہ کے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، عورتوں صرف کندھوں تک، کنز الدقائق میں ہے واذا اراد الدخول فی الصلاة کبر و رفع یدیه حداء اذنیہ (کنز مع بحر ج ۱ ص ۳۰۵ فصل) واذا اراد الدخول الخ (مراقی الفلاح میں ہے) اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوة ای صلاۃ کانت (اخراج کفیه من کعبہ) بخلاف المرأة (ثم رفعهما حداء اذنیہ) حتی یحاذی بابہا مہ شحمتی اذنیہ ولا یفرج اصابعہ ولا یضمہا واذا کان بہ عذر یرفع بقدر الامکان والمرأة الحرة حدو منکبہا (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۲ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوة)

(۲) مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی پتھلی بائیں ہاتھ کے گٹے پر اس طرح رکھیں کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے اور بقیہ تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں دائیں ہاتھ کی کلائی کے نیچے رکھے نیچے کی طرف لٹکی ہوئی نہ رہیں، اور عورت سینہ پر ہاتھ رکھے اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی پتھلی کو بائیں ہاتھ کی پتھلی کی پشت پر رکھ دے حلقہ نہ بنائے، درمختار میں ہے (ووضع) الرجل (یدینہ علی سارہ تحت سرتہ آخذ ارسغہا بخنصرہ وابہامہ) ہو المختار وتضع المرأة والنخشی الکف علی الکف تحت ثدیہا (درمختار مع شامی فصل واذا اراد الشروع الخ ص ۴۵۲ جلد اول)

(۳) رکوع کا فرق مرد و عورت میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں اور عورت تھوڑا سا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے (۴) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور اپنی اپنی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں قدرے جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے، مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازو کو پہلو سے خوب ملائے اور دونوں پاؤں کے کھنکھنے ملا دیوے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے، درمختار میں ہے ثم یکبر للركوع (ویضع یدیه) معتمداً بہما (علی رکبتیه ویفرج اصابعہ) للتمکن ویسن ان یلصق کعبیہ وینصف ساقیہ (ویبسط ظہرہ) ویسوی ظہرہ بعجزہ (غیر رافع ولا منکس راسہ) شامی میں ہے قال فی المعراج وفي المجتبى هذا كله فی حق الرجل اما المرأة فتحنی فی الركوع یسیراً ولا تفرج ولكن تضم وتضع یدیہا علی رکبتیہا وضعا وتحنی رکبتیہا ولا تعجافی عضد یہا لان ذلک امترلہا (درمختار و شامی ج ۱ ص ۴۶۰، ۴۶۱ ایضاً)

(۵) سجدہ کا فرق:

مرد سجدہ کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے، بازو کو بغل سے جدا رکھے اور کہنیاں اور کلائی زمین سے علیحدہ (انھی ہوئی) رکھے اور عورتیں پیٹ رانوں سے اور بازوؤں کو بغل سے ملا ہوا رکھیں اور کہنیاں اور کلائی زمین پر بچھا کر

سجدہ کریں، نیز مرد سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ رکھے عورتیں پاؤں کھڑا نہ کریں بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور خوب سمٹ کر سجدہ کریں اور دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھیں کنز الدقائق میں ہے وابدی ضبعیہ وجافی بطنہ عن فخذیہ ووجہ اصابع رجلیہ نحو القبلة وسبح فیہ ثلاثاً والمرأة تنخفض وتلرق بطنها بفخذيها (قوله والمرأة تنخفض وتلرق بطنها بفخذيها) لانه استرلها فانها عورة مستورة ويدل عليه ما رواه ابو داؤد فی مراسیلہ انه عليه الصلوۃ والسلام مر علی امرأتین تصليان فقال اذا سجدتما فضما بعد اللحم الى الارض فان المرأة ليست فی ذلك كالرجل (بحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ ص ۳۲۰، ۳۲۱ ج ۱) ويزاد علی العشرة انها لا تنصب اصابع القدمین (بحر الرائق ص ۳۲۱ ایضاً)

(۶) جلسہ وقعدہ کا فرق:

مرد جلسہ وقعدہ میں اپنا داہنا پیر کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاوے، دونوں ہاتھ زانو پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ رخ رہیں نیچے کی طرف نہ ہو جائیں اور عورتیں اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں واذا فرغ من سجدة الرکعة الثانية افترش رجله السیری فجلس علیها ونصب یمناه ووجهه اصابعه نحو القبلة ووضع یدیه علی فخذیه وبسط اصابعه وهی تتورک (کنز الدقائق مع مج ۱ ص ۳۲۳ ایضاً) بحر الرائق میں ہے وذكر الشارح ان المرأة تخالف الرجل فی عشر خصال ترفع یدیها الی متکبها وتضع یمینها علی شمالها تحت ثدیها ولا تجافی بطنها عن فخذیها وتضع یدیها علی فخذیها تبلغ رؤس اصابعها رکبتيها ولا تفتح ابطنها فی السجود وتجلس متورکة فی التشهد ولا تفرج اصابعها فی الركوع ولا تؤم الرجل وتکره جمناعتهن وتقوم الا امام وسطهن اه ويزاد علی العشر انها لا تنصب اصابع القدمین كما ذکره فی المسجبتی ولا يستحب فی حقها الا سفار بالفجر كما قدمناه فی محله ولا يستحب فی حقها الجهر بالقراءة فی الصلوة الجهریة بل قدمناه فی شروط الصلوة انه لو قیل بالفساد اذا جهرت الامکن علی القول بان صوتها عورة والتبع یقتضی اکثر من هذا فالاحسن عدم الحصر (بحر الرائق ص ۳۲۱ ج ۱ ایضاً)

نوٹ:-

عورتیں مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کر سکیں اس کے لئے مناسب صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے زمیں کا سہارا لے کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور فوراً سجدہ کریں، عورتوں میں سجدہ کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا معین ہے لہذا اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلا عذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۰) ہمارے امام صاحب کے پیر میں چوٹ لگ گئی اس کی وجہ سے جب وہ قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو سیدھا پاؤں کھڑا نہ کرانگلیاں قبلہ رخ میں نہیں رکھ پاتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا نماز میں کوئی کراہت پیدا ہوگی، اسی طرح جب وہ تقریر کرتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا اس وجہ سے بھی لوگ نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تو ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا، تو جروا۔

(الجواب) مرد کے لئے قعدہ میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے، بلا عذر مسنون طریقہ کے خلاف بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو کراہت نہیں۔ ویسن (افتراش) الرجل (رجلہ اليسرى ونصب اليمنى) وتوجيه اصابعها نحو القبلة كما ورد عن ابن عمر رضى الله عنهما (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۴۶ سنن الصلوٰۃ) مکروہات الصلوٰۃ میں ہے: (والتربع بلا عذر) لترك سنة القعود قوله بلا عذر (اما بالعذر فلا كراهة لان العذر يبيح ترك الواجب فاولى السنة قوله لترك السنة القعود) (هذا يفيد انه مكروه تنزيها افاده الشرح) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۹۲)

صورت مسئلہ میں اگر آپ کے امام صاحب کسی عذر کی وجہ سے سنت طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکیں تو نماز میں کوئی کراہت پیدا نہ ہوگی ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے البتہ اگر بلا عذر اس طرح بیٹھتے ہوں اور اس کی عادت بنالی ہو تو اس طرح بیٹھنا مکروہ ہوگا، ان کو چاہئے کہ اپنی اصلاح کر لیں اور سنت طریقہ اختیار کریں۔ تقریر کرنا اور تعلیم کرنا ان پر لازم اور ضروری نہیں ہے اور اس مقصد کے لئے ان کا تقریر بھی نہیں کیا گیا ہے، اگر وہ نماز میں قرآن مجید تجوید کے مطابق صحیح پڑھتے ہوں اور سنت طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز کا سلام پھیرنے میں ”السلام علیکم“ کے بجائے ”سلام علیکم“ کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۴۱) بعض امام سلام پھیرنے کے وقت ”السلام علیکم“ کے بجائے ”سلام علیکم“ (الف لام کے بغیر) کہتے ہیں اس طرح کہنا کیسا ہے؟ کیا اس میں کوئی کراہت ہے؟ بینوا، تو جروا۔

(الجواب) مصلیٰ کے لئے (امام ہو یا منفرد) سنت طریقہ یہ ہے کہ کمال اور صاف طریقہ سے ”السلام علیکم ورحمة اللہ“ کہے، اگر ”السلام علیکم“ کے بجائے ”سلام علیکم“ کہے گا تو سنت کے خلاف اور مکروہ ہوگا، شامی میں ہے (قوله هو السنة) قال فی البحر وهو علی وجه الا کمل ان يقول السلام علیکم ورحمة اللہ مرتین فان قال السلام علیکم او السلام او سلام علیکم او علیکم السلام اجزاء وکان تارکاً للسنة وصرح فی السراج بکراهة الا خیراه قلت تصریحہ بذلک لا ینافی کراهة غیرہ مما خالف السنة (شامی ص ۴۹۱ ج ۱ فصل فی بیان تألیف الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

اکبار بزيادة الف الممال بين الباء والراء لا يصير داخلاً في الصلوة وتفسد لو وقع في اثنا نھا۔ ترجمہ:- اور فرائض چھ ہیں: اول تکبیر افتتاح ہے اور بدون اس کے نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ یہ ہے کہ جو شخص نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر اس طرح کہے کہ اللہ کے ہمزہ اور اکبر کے ہمزہ اور ب پر مد نہ کرے، کیونکہ اگر دونوں ہمزہ میں سے ایک پر مد ہو جائے گا تو نماز میں داخل نہ ہوگا بلکہ اگر نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آجائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر قصد امد صیغے گا تو کافر ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ استفہام ہو جائے گا اور اس کا مقتضی اللہ کی بڑائی میں شک ہے۔ الی قولہ۔ اور اگر مد اکبر کی باء پر واقع ہو کہ اکبر کی باء اور راء کے درمیان الف ممال زیادہ کر کے ”اکبار“ پڑھے تو۔ (تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور) نماز میں داخل نہ ہوگا اور نماز کے دریان (تکبیرات انتقالات) اس طرح پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مجالس الابریص ۶: ۳۱۳ مجلس نمبر ۵۲)

زاد الفقیر میں ہے۔ ولو مد بهمزة الجلالة او اکبر او باء لم یصر شارعاً (زاد الفقیر ص

۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب القراءۃ وزلۃ القاری

امام قرأت کتنے زور سے پڑھے:

(سوال ۴۴) ایک شخص قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتا ہے۔ پندرہویں پارہ میں سورہ بنی اسرائیل میں ہے ولا تجهر بصلوتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذلک سبیلاً تفسیر یہ ہے کہ اپنی نمازوں میں زور سے پڑھو نہ آہستہ، میانہ روی اختیار کرو، تو کیا یہ حکم امام پر بھی منطبق ہوتا ہے؟ وہ شخص کہتا ہے کہ امام اتنے زور سے پڑھے کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے تو کیا اس شخص کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(الجواب) قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ کر احکام بیان کرنا اور امام کے لئے فتویٰ دینا صحیح نہیں ہے آیت کریمہ وابتغ بین ذلک سبیلاً (میانہ روی اختیار کرو) کی یہ حد مقرر کر لینا کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے یہ صحیح نہیں ہے اس کی جو حد فقہاء نے بیان کی ہے وہ صحیح ہے، درمختار اور شامی میں ہے ویجهر الا اماماً بحسب الجماعة فان زاد علیه اساء (درمختار) (قوله فان زاد علیه اساء) وفي التواہدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجة فهو افضل الا اذا اجهد نفسه او اذى غيره فہستانی (شامی ج ۱ ص ۳۹۵ فصل فی القراءۃ)

آیت مذکورہ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نہ تو تمام نمازوں میں زور سے پڑھو نہ تمام نمازوں میں آہستہ پڑھو، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں زور سے پڑھو، قول۔ (یجهر الا امام وجوباً)

للمواظبة من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان صلی اللہ علیہ وسلم یجهر بالقران فی الصلوة کلھا ابتداءً کما سید کرہ الشراح وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزلہ ومن انزل علیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجهر بصلوتک ولا تخافت بها ای لا تجهر بها کلھا ولا تخافت بها کلھا وابتغ بین ذلک سبیلاً بان تجهر بصلوتک اللیل و تخافت بصلوتک النہار فکان یخافت بعد ذلک فی صلوة الظهر والعصر الخ. (طحاوی علی در مختار ج ۱ ص ۳۶۳ ایضاً)

”بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نہ سب نمازوں کو محض آواز سے پڑھو جیسا کہ صبح و مغرب و عشاء کی نماز کیونکہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف یا سونے کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کر کے جیسا کہ ظہر و عصر کی نماز پس بعض کو پکار کر بعض کو آہستہ سے پڑھو (تفسیر حقانی ج ۵ ص ۹۶ سورۃ بنی اسرائیل تفسیر ولا تجهر بصلوتک الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تنوین کے بعد ”الف۔ لام“ آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں

(سوال ۴۵) ایک اہم مسئلہ اور اس کے اصول و ضوابط سوال و جواب کی شکل میں دیکھے ہیں ان کی تحقیق کی ضرورت ہے۔ مسئلہ اور قانون یہ ہے:-

”سوال ہمارے امام صاحب جہری نماز میں قل هو اللہ احد اللہ الصمد (احد کی دال پر وقف کرنے کے) بجائے قل هو اللہ احد اللہ الصمد (دال کی تنوین کو نون سے بدل کر اس کے نیچے کسرہ) پڑھتے ہیں۔

(الجواب) کسی آیت یا فقرے کا آخری حرف منون ہو (اس کے اوپر دو پیش یا دوز بر یا اس کے نیچے دوزیر ہوں) اور اس کے بعد والی آیت یا جملے کا پہلا حرف ”ال“ سے شروع ہوتا ہو وہاں اس کے آخری حرف کو اس کے پہلے حرف سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔

سوال میں مذکور صورت بھی ایسی ہی ہے کہ ”احد“ کی ”دال“ پر دو پیش ہیں اور اس کے بعد آنے والا حرف اللہ ”ال“ (الف۔ لام) سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا ”احد“ پر آیت نہ کر کے دونوں کو ملا کر پڑھا جائے تو اوپر معلوم ہو چکا اس کے مطابق ”نون“ پڑھا جاتا ہے اس لئے تمہارے امام صاحب ”احد“ پر آیت نہ کرتے ہوئے اس کے بعد والے ”اللہ“ کے ساتھ ملا کر اَحَدُ نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ پڑھتے ہیں وہ غلط نہیں قرأت کے قانون کے مطابق ہے اور بالکل صحیح ہے۔“

مذکورہ مسئلہ اور قانون بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ تفصیل سے جواب دیں تاکہ اطمینان ہو جائے؟
(الجواب) یہ تو صحیح ہے کہ امام جس طرح پڑھتا ہے وہ صحیح ہے، غلط نہیں، مگر جو قاعدہ اور قانون بیان کیا گیا ہے کہ ”تنوین کے بعد والی آیت کا پہلا حرف ”ال“ سے شروع ہوتا ہے تو ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے، بعض جگہوں پر اس طرح ہونے سے اسے کلیہ سمجھنا یا قرار دینا صحیح نہیں ہے یہ تو جتنے کالے اتنے جامن سمجھ لینے کے مترادف ہے۔ قرآن شریف میں ہے (۱) مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ (سورہ نحل رکوع نمبر ۲) (۲) مُخْتَلِفُ أَلْوَانُهُ (سورہ نحل رکوع ۹) (۳) مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا (۴) مُخْتَلِفُ أَلْوَانُهَا (۵) مُخْتَلِفُ أَلْوَانُهُ (سورہ فتح رکوع ۴) (۶) مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ (سورہ زمر رکوع ۲)

مذکورہ مثالوں میں تنوین کے بعد ”الْوَانُ“ اور ”أَلْوَانُهَا“ ہے اس لئے تنوین کے بعد کا حرف الف۔ لام (ال) سے شروع ہوتا ہے مگر یہاں پر ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھی جاتی یعنی مُخْتَلِفُ أَلْوَانُهَا پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے، اسی طرح سورہ بنی اسرائیل دوسرے رکوع میں ہے (۷) وَكُلُّ إِنْسَانٍ أَلْوَانُهُ بِرُءُوسِهِ (۸) يُعْطَى الْبِرَّ الْقِيَامُ (۹) بِأَيِّمَانٍ الْحَقَّائِبِهِمْ (۱۰) جَنَاتٍ أَلْفَاظِهَاں پر تنوین کے بعد والی آیت کا پہلا حرف ”ال“ سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی يُعْطَى الْبِرَّ الْقِيَامُ پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا، اور سورہ ق دوسرے رکوع میں ہے (۸) يُعْطَى الْبِرَّ الْقِيَامُ (۹) بِأَيِّمَانٍ الْحَقَّائِبِهِمْ (۱۰) جَنَاتٍ أَلْفَاظِهَاں پر تنوین کے بعد والی آیت کا پہلا حرف ”ال“ سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی يُعْطَى الْبِرَّ الْقِيَامُ پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا۔

نیز تنوین کو نون سے بدلنے کے لئے ”ال“ پر منحصر اور موقوف رکھنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ ”تنوین“ کو ”نون“ سے بدلنے کی قرآن وحدیث میں بے حد مثالیں ہیں۔

مثلاً:-

عَزَّوَجَلَّ ابْنُ اللَّهِ	(سورۃ توبہ)	”اب“ کی مثال
رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا	(سورۃ حدید)	
نُوحٍ ابْنِهِ	(سورۃ ہود)	
شَيْنًا اتَّخَذَهَا	(سورۃ جاثیہ)	”ات“ کی مثال
خَبِيثَةً اجْتَسَتْ	(سورۃ ابراہیم)	”اج“ کی مثال
مُنِيبٍ اِذَا خُلُوْهَا	(سورۃ ق)	”او“ کی مثال
بِرَحْمَةٍ اِذْخُلُوْا	(سورۃ اعراف)	
طُوًى اِذْهَبْ	(سورۃ النازعات)	”اذ“ کی مثال
عَذَابٍ اِذَا رُكُضْ	(سورۃ ص)	”ار“ کی مثال
فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةِ	(سورۃ نور)	”از“ کی مثال
اَهْلَ قَرْيَةٍ اِسْتَطْعَمَهَا	(سورۃ کہف)	”اس“ ”اس“ کی مثال
بِعِلَامٍ بِاسْمِهِ	(سورۃ مریم)	
شِيَا فِي السَّمَاءِ	(سورۃ المزمل)	
يَوْمَئِذٍ السَّلَامِ	(سورۃ نحل)	
كَرَمَادٍ اِسْتَدَّتْ	(سورۃ ابراہیم)	”اش“ کی مثال
ابوبکرٍ الصِّدِّيقِ	(حدیث شریف)	”اص“ کی مثال
خَيْرٍ اِطْمَنَّ بِهِ	(سورۃ حج)	”اط“ کی مثال
عَلِيمٍ اَعْلَمُوْ	(سورۃ مائدہ)	”اع“ کی مثال
وَقُلُوْرَ اِيسَاتٍ اَعْمَلُوْا	(سورۃ سبا)	”اع“ کی مثال
اِلَّا اِفْكَ اِفْتَرَاهُ	(سورۃ الفرقان)	”اف“ کی مثال
مُبِيْنٍ اِقْتُلُوْا	(سورۃ یوسف)	”اق“ کی مثال
فِتْنَةٍ اِنْقَلَبَ	سورۃ حج	”ان“ کی مثال
ثَلَاثَةٍ اَنْتَهَوْا	(سورۃ نساء)	”
حَكِيْمٍ اَنْفَرُوْا	(سورۃ براءۃ)	”
لَهُوَ اِنْقَضُوْا	(سورۃ جمعہ)	”
خَيْرٍ اِهْبِطُوْا	(سورۃ بقرہ)	”اھ“ کی مثال

وغیرہ وغیرہ بے حد مثالیں ایسی ہیں کہ تنوین کے بعد والی حرف ”ال“ سے شروع نہیں ہوتا پھر بھی تنوین کے بجائے قانوناً نون پڑھا جاتا ہے لہذا ”ال“ پر دار و مدار رکھنا غلط ہے۔

اصل قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ جس لفظ کے اخیر حرف کو تنوین (دوز برد و پیش دوزیر) ہو اور اس کے بعد والی

آیت یا جملے کا پہلا حرف ہمزہ وصلی ہو تو اس کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہمزہ وصلی حذف ہو جاتا ہے (پڑھا نہیں جاتا) اور ”تنوین“ ”نون“ سے بدل جاتی ہے یعنی تنوین کی ایک حرکت پڑھی جاتی ہے اور دوسری حرکت نون میں آ جاتی ہے جسے نون قطنی کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ایسی جگہ پر آسانی کے لئے چھوٹا سان نون لکھ دیا جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

فجر میں قرأت کی مقدار:

(سوال ۴۶) امام صاحب سورۃ ملک اور سورۃ یس حفظ ہونے کے باوجود نماز فجر میں (۱) والضحیٰ واللیل۔ (۲) الم نشرح (۳) والتین والزیتون اور (۴) سورۃ جمعہ کا آخری رکوع پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے بعض نمازیوں کی سنتیں فوت ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) نماز صبح میں امام کو اتنی مختصر قرأت کی عادت بنالینا خلاف سنت اور مکروہ ہے، کوئی خاص عذر نہ ہو تو امام اور ایسے ہی منفرد نماز صبح میں طوالت مفصل یعنی سورۃ حجرات سے لے کر سورۃ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے۔ یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی اور جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں پڑھیں یہ کم سے کم ہے متوسط درجہ پر ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ سو آیتوں تک پڑھیں۔ اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہئے البتہ وقت کی تنگی یا کسی اور ضرورت اور عذر کی بنا پر قرأت مختصر کرنی پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے جائز ہے۔ وان لم یخف فوت الوقت فالسنة فی حقہ ان یقرأ فی صلوۃ الفجر فی الركعتین باربعین اية وسطا والادنی او خمسین اوستین اية وهو الاوسط والا علی الریادة علی الستین الی المائۃ ففی صحیح مسلم من حدیث جابر رضی اللہ عنہ اند علیہ السلام کان یقرأ فی الفجر بقاف و نحوها وفی الصحیحین عن ابی بريدة کان علیہ السلام یقرأ فی الفجر ما بین ستین الی المائۃ الخ (کبیری ص ۳۰۳) (شامی ج ۱ ص ۵۰۳ فصل فی القراءۃ)

منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہراً قرأت کرے یا سرا؟:

(سوال ۴۷) ٹرین پکڑنے کی جلدی تھی، اس لئے اسٹیشن کی مسجد میں میں نے جماعت سے پہلے نماز صبح شروع کی، سورہ فاتحہ پڑھی اتنے میں دو چار مصلی میری اقتداء کرتے ہوئے میرے ساتھ نماز میں سر یک ہو گئے تو اس صورت میں میرے لئے سورت زور سے پڑھنا چاہئے تھا یا آہستہ سے؟ سورہ فاتحہ تو میں نے آہستہ سے پڑھی تھی۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں اگر آپ امامت کی نیت کر لیں تو سورت زور سے پڑھنا ضروری ہے ورنہ نہیں۔ ”کبیری“ میں ہے شرعاً فی صلوۃ جہراً فقرأ الفاتحة مخافة ثم اقتدی به جماعة یجهر بالسورة ان قصد الا مامة والا فلا اذا لا یلزمه ما لم یلزمه (ص ۵۷۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سورہ فاتحہ اور سورۃ کے بیچ میں بسم اللہ:

(سوال ۴۸) سورہ فاتحہ ختم کر کے سورہ پڑھے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے۔ شامی میں ہے ان سمي بين الفاتحة والسورة المقرؤة سرّاً او جهرّاً كان حسناً عند ابی حنیفہ۔ (یعنی) سورہ فاتحہ اور سورہ زور سے پڑھے یا آہستہ اس کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے (ج ۱ ص ۴۵۸ آداب الصلاة محلّب قرأة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک ہی سورہ کی قرأت دو رکعت میں:

(سوال ۴۹) دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) فرض نماز میں بدون عذر ضرورت دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورہ کی قرأت خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے نسیاناً پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ نوافل میں بلا کراہت جائز ہے۔ رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰ (۱) ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز فجر کی دونوں رکعتوں میں سورہ زلزال پڑھی ج ۱ ص ۱۲۵۔ علماء نے اس کو ضرورت اور بیان جو اُپر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ صبح کی نماز میں طویل قرأت فرمایا کرتے تھے پس جس طرح کسی ضرورت یا بیان جواز کے لئے قرأت مختصر فرمائی ایسے ہی ایک ہی سورت کو دوبارہ پڑھنے کا مقصد بیان جواز تھا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے:

(سوال ۵۰) امام نے نماز جمعہ میں دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھی ان الینا یا بہم۔ ثم ان علینا حسا بہم کی جگہ ان علینا یا بہم ثم ان علینا حسا بہم۔ پڑھا تو نماز صحیح ہے یا واجب الاعادہ ہے؟ (الجواب) صورت مسئلہ میں نماز ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۵۱) نماز میں سورہ کوثر اور سورہ اخلاص کے آخری حرف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملا لے یعنی سورہ کوثر میں ”ہو الا بتر اللہ اکبر“ اور سورہ اخلاص میں ”کفواً احد اللہ اکبر“ پڑھ کر رکوع کرے تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) جہاں سورہ کا آخری حرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا ہو وہاں تکبیر کے ساتھ ملا سکتے ہیں اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں وصل نہ کیا جائے۔ لہذا ”کفواً احد اللہ اکبر“ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر ”ہو الا بتر اللہ اکبر“ نہ پڑھنا چاہئے ”ہو الا بتر“ پر وقف کر کے رکوع کی تکبیر کہے، اذا فرغت من القراءة وترید ان تکبر للركوع ان

(۱) قوله لا بأس ان يقرأ سورة الخ افادته يكره تنزيهاً و عليه يحمل جزم القنية بالكرهية و يحمل فعله عليه الصلوة والسلام على بيان الجواز هذا اذ لم يضطر فان اضطر بأن قرء في الا ولى قل اعوذ برب الناس اعادها في الثانية الخ فصل في القراءة.

(۲) ومنها الخطا في التقديم والتاخير ان قدم كلمة على كلمة او اخر ان لم يتغير المعنى لا تفسد نحو ان قرء لهم فيها خير وشهيق وقدم الشهيق هكذا في الخلاصة فتاوى عالمگیری الفصل الخامس في زلة القاری ج ۱ ص ۸۹.

كان الختم بالثناء فالوصل بالله اكبر اولى ولو لم يكن بالثناء فالفصل اولى كقوله تعالى ان شانئك هو الا بتر . هكذا في التتار خانية (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ الفصل الخامس في زلة القاری)

تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہاں:

(سوال ۵۲) قرأت شروع کرتے وقت تعوذ اور سورۃ میں وصل کرے تو کیا حکم ہے۔
(الجواب) اس طرح قرأت کرنا جائز ہے کوئی حرج نہیں لیکن کس موقع پر وصل اور کس جگہ فصل کرنا چاہئے اس قاعدہ سے واقف ہونا ضروری ہے ورنہ غلطی کرے گا اور گنہگار ہوگا۔

فائدہ:

جب سورت سے قرأت کا آغاز ہو تو یہ چار صورتیں جائز ہیں: (۱) فصل کل۔ یعنی ”اعوذ باللہ“ پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اس کے بعد سورت شروع کرے (۲) وصل کل یعنی تعوذ کو تسمیہ کی ساتھ اور تسمیہ کو سورت کے ساتھ ملائے۔ چنانچہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم کہیے (۳) فصل اول وصل ثانی یعنی اعوذ پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ کو سورت کے ساتھ ملا کر قرأت کرے (۴) وصل اول فیصل ثانی۔ یعنی تعوذ کو تسمیہ کے ساتھ ملا کر قرأت کرے اور بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اور اس کے بعد سورت شروع کرے (ہدیۃ الوحید وغیرہ)

ایک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۳) قرأت میں وایاک نستعین کی جگہ ویاک نستعین یعنی واؤ کے بعد الف کا اظہار نہ ہو تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) ویاک بدو الف کے پڑھنے سے نماز ہو جائے گی مگر اس طرح قرأت کرنا غلط ہے صحیح پڑھنے کی کوشش کی جائے ویاک نعبدہ ویاک نستعین (زاد الفقیر ص ۴۲) فقط۔ واللہ اعلم بالصواب

قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۴/الف) سورۃ روم کے آخری رکوع کی پہلی آیت میں لفظ ضحیٰ تین مرتبہ آیا ہے اس کے ضاد پر پیش کی جگہ زبر پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) پیش اور زبر دونوں پڑھنا صحیح ہے زبر پڑھنے سے نماز میں کچھ خرابی نہ آئے گی۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔
(سوال) میں نماز عشاء پڑھاتا تھا۔ سورہ والنیل پڑھی جس میں فسئیسرہ للعسری کی جگہ للیسری پڑھا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔

(۱) الضعف والضعف خلاف القوة وقيل الضعف بالضم، في الجسد والضعف بالفتح في الرأي والعقل وقيل هما حائز ان في كل وجه لسان العرب باب الضاد ج ۸ ص ۶۲۔

(الجواب ۵۴/ب) صورت مسئلہ میں وکذب بالحسنی کو فسئیسرہ للسیوی کے ساتھ وصل کر کے ایک ہی سانس میں پڑھنا ہو تو نماز فاسد ہے اور اعادہ ضروری ہے۔ قاضی خان میں ہے۔ وان كانت مخالفة كما لو قرء وعداً عليهما نكنا غافلين مكان فاعلين (الی قولہ) والصحيح هو الفساد لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله به (ج ۱ ص ۷۳ فصل فی قراءة القرآن خطأ وفي الاحكام المتعلقة بالقراءة) وان تغير المعنى بان قرء ان الا برار لفي حجيم وان الفجار لفي نعيم (الی قولہ) تفسد صلاته لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله به (ج ۱ ص ۷۴ ايضاً) اور اگر وکذب بالحسنی پر وقف کر کے یعنی آیت کر کے سانس توڑ کر دوسرے سانس پر فسئیسرہ للسیوی سے ابتدا کی ہو تو نماز فاسد نہیں۔ قاضی خان میں ہے۔ وان ذكر اية مكان اية ان وقف على الا ولى وقفاناً ما وابتداء بالثانية لا تفسد كذا لو قرء ان الذين امنوا وعملوا الصلحت وقف ثم قرء اولئك هم شر البرية (لا تفسد) (ج ۱ ص ۷۴ ايضاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ:

(سوال ۵۵) ایک شخص کا کہنا ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھے دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے۔ جو پڑھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟
(الجواب) یہ بات صحیح نہیں بلکہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے، دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت نہیں سمی سرافى اول كل ركعة. یعنی ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ آہستہ سے پڑھے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ فصل واذا اراد الشروع فی الصلاة الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب

صلوۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہونی چاہئے یا زور سے؟

(سوال ۵۶) سورج گرہن کی جو دو رکعت باجماعت پڑھی جاتی ہے اس میں قرأت زور سے پڑھی جائے یا آہستہ؟
(الجواب) آہستہ پڑھی جائے فتاویٰ سراجیہ میں ہے ویخافت فیہا بالقراءة (ص ۲۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا:

(سوال ۵۷) امام نے پہلی رکعت میں سورۃ کافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ کوثر یا سورہ صیف پڑھی تو اس طرح قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟
(الجواب) ترتیب سور و اجہات تلاوت میں سے ہے واجبات نماز سے نہیں لہذا اس طرح پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں ہاں عمداً اس طرح پڑھنا مکروہ ہے نسیاناً پڑھے تو مکروہ بھی نہیں (درمختار) شامی ج ۱ ص ۵۱۰ (۱)

(۱) وان يقرء منكواً بان يقرأ في الثانية سورة اعلیٰ فمأقرأ في الا ولى لان ترتيب السور من واجبات التلاوة (فصل فی القراءة)

قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ:

(سوال ۵۸) پہلی رکعت میں سورۃ کوثر اور دوسری میں سورۃ نصر پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ درمیان میں ایک چھوٹی سی سورت چھوٹ گئی ہے اب جبدہ سہو سے کراہت دور ہوگی یا نہیں؟
(الجواب) نماز اس طرح پڑھنا منع ہے البتہ نفل میں گنجائش ہے کہ لیکن اس طرح پڑھنے سے جبدہ سہو کی ضرورت نہیں (درمختار شامی) (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

قرأت میں ”الینا“ کی جگہ ”علینا“ پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۵۹) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ کی دوسری رکعت میں ”سورۃ غاشیہ“ پڑھی اور اس میں ان علینا بہم ثم ان علینا حسابہم کے بجائے ان علینا ایا بہم ثم ان علینا حسابہم پڑھا تو نماز ہوئی یا اعادہ کرے؟
(الجواب) صورت مسئلہ میں نماز ہوگئی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

امام کو بلا ضرورت لقمہ دینا:

(سوال ۶۰) وسیق الذین کفروا کا رکوع پہلی رکعت میں امام پڑھ رہا تھا بھول سے قیل ادخلوا ابواب جہنم چھوڑ کر وسیق الذین اتقوا شروع کرنا ہی تھا۔ کہ پیچھے سے زید قیل ادخلوا کا لقمہ دینے لگا۔ نماز کے بعد امام صاحب نے کہا۔ لقمہ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ زید کا کہنا ہے کہ لقمہ دینا ضروری ہے کیونکہ مضمون پورا کرنا ہی چاہئے۔ پھر دوسرے مضمون کو شروع کرنا چاہئے۔ دلیل میں وقل القرآن ترتیلا پیش کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور مضمون پورا نہ ہونے سے جب کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کا نہ ہو لقمہ دینا ضروری ہے؟ بیوا تو جروا۔ (قاسم غنی عنہ از افریقہ)

(الجواب) صورت مسئلہ میں جب کہ امام نے آگے کی آیت پڑھنا شروع کر دی تھی تو لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم لگایا ہے کہ یہ بلا حاجت تلقین ہے۔ ولو کان الامام انتقل الی آية اخرى تفسد صلوة الفاتح وتفسد صلوة الامام لو اخذ لقوله لو جود التلقين والتلقن من غير ضرورة۔ یعنی۔ اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا۔ یعنی دوسری آیت پڑھنے لگا اس کے بعد مقتدی نے امام کو لقمہ دیا (یعنی جو آیت چھوٹ گئی تھی۔ وہ بتلائی) تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام نے اس کا لقمہ لے لیا۔ تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی (اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب کی نماز فاسد ہوگی) اس لئے کہ مقتدی کا تلقین کرنا اور امام کا لقمہ لینا بلا حاجت پایا گیا۔ (ہدایہ ص ۱۱۶ ج ۱ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکره فیہا)

(۱) وبکرة الفصل بسورة قصيرة اما بسورة طويلة بحيث يلزم منه اطالة الركعة الثانية اطالة كثيرة فلا يكره ص ۵۱۰ ایضاً

(۲) ومنها الخطاء في التقديم والتأخير ان قدم كلمة على كلمة او اخر ان لم تغير المعنى لا تفسد تحوان قرأ لهم فيها خبر وشهيق وقدم الشهيق هكذا في الخلاصة فتاوى هندیہ ص ۸ الفصل الخامس فی زلۃ القاری

لیکن صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں! بلا حاجت لقمہ دینا مکروہ ہوگا۔ بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقاً لفتح و أخذ بكل حال الخ (در مختار) (قولہ بكل حال) ای سواء قراء الا امام قادر ما تجوز به الصلوة ام لا انتقل الی آیہ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا هو الا صح نہر یعنی متین کا اپنے امام کو لقمہ دینا مفسد صلوة نہیں نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ نہ لقمہ لینے والے امام کی چاہے امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا کم پڑھا ہو۔ دوسری آیت کی طرف منتقل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ یا مکرر لقمہ دیا ہو بہر صورت نماز فاسد نہ ہوگی (شامی ج ۱ ص ۵۸۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیہا)

کتب فقہ میں یہ بھی تصریح ہے کہ مقتدی غلبت نہ کرے یعنی (بھولتے ہی) فوراً لقمہ نہ دے کہ لقمہ دینے کی ظاہری صورت تعلیم و تعلم کی ہے۔ جو بلا ضرورت خالی از کراہت نہیں۔ امام کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے کہ ایک آیت یا جملہ کو بار بار دہراتا رہے یا خاموش کھڑا رہے (اس صورت میں مقتدی لامحالہ لقمہ دے گا) بلکہ اگر بقدر واجب (وفی روایۃ بقدر مستحب) قراءت کر چکا ہو تو رکوع کرے یا مابعد کی آیت پڑھنا شروع کر دے۔

وینبغی للمقتدی ان لا یعجل بالفتح وللامام ان لا یلجنہم الیہ بل یرکع اذا جاء او انہ او ینتقل الی آیہ اخری (ہدایہ باب ۱۰: یفسد الصلوة وما یکره فیہا ص ۱۱۶ ج ۱) ”شامی“ میں ہے۔ (تمتہ)

ویکفرہ ان یفتح من ساعته کما یکفرہ للامام ان یلجنہ الیہ بل ینتقل الی آیہ اخری لا یلزم من وصلہا ما یفسد الصلوة او الی سورۃ اخر او یرکع اذا قرأ قدر الفرض کما جزم بہ الزیلعی غیرہ وفی روایۃ قدر المستحب کما رجحہ الکمال بانہ الظاہر من الدلیل واقره فی البحر والنہر ونازعہ فی شرح المنیۃ ورجح قدر الواجب لشدة تاکدہ (ج ۱ ص ۵۸۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیہا)

الحاصل مذکورہ صورت میں لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی بلا حاجت لقمہ دیا گیا۔ آیت چھوٹ جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ ورتل القرآن ترتیلاً کی آیت سے لقمہ کی ضرورت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل هو اللہ کی قراءت:

(سوال ۶۱) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص یا سورہ کافرون یا سورہ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے لو قرأ آمن الرسول فی رکعة وقل هو اللہ احد فی رکعة لا یکفرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۸ الفصل الرابع فی القراءة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں وانحر کی جگہ وانھر پڑھا:

(سوال ۶۲) کیا وانحر کی جگہ کوئی آدمی وانھر پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر فاسد ہو جائے گی تو کیوں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ فصل لربک وانحر قرء وانھر تفسد صلاته. (ص ۱۷ ج ۱ فصل فی قراءۃ القرآن خطاء وفي الاحکام المتعلقة بالقراءۃ) اس لئے کہ معنی میں نمایاں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ لو قرأ فصل لربک وانھر مکان الحاء تفسد صلاته وذلك لبعده المعنى على ما هو رأى المتقدمين (کبیری ص ۲۵۲ فصل فی بیان احکام زلۃ القاری) اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ مقتدمین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور لو ٹانا ضروری ہوگا البتہ علماء متأخرین کے نزدیک بوجہ عموم بلوی نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام قراءت شروع کر چکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے:

(سوال ۶۳) میں عشاء کی نماز میں اس وقت داخل ہوا جب امام صاحب نے قرأت شروع کر دی تھی۔ اب میں ثناء کب پڑھوں؟ رکوع میں یا سجدہ میں؟ یا اسی وقت؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) امام نے قراءت شروع کر دی تو اب مقتدی ثناء نہ پڑھے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

صحت وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے:

(سوال ۶۴) حامد اومصلیٰ کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حاجی عبدالمجید نے اپنی زمین ذریعہ تحریر دستاویز رجسٹری (جس کی نقل ذیل میں درج ہے) ۱۱۴ اگست ۱۹۳۶ء کو ایک مدرسہ کو دیا۔ اس وقت زمین مذکور پر حاجی عبدالمجید کا قبضہ ہے۔ دریں حالت تحریر دستاویز مذکور کو وقف نامہ سمجھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ تحریر وقف نامہ نہیں ہے تو زمین مذکور کی کیا حیثیت ہوگی؟ (عبدالمجید شاہ گنج ضلع جون پور) نقل دستاویز رجسٹری ۱۱۴ اگست ۱۹۳۶ء۔

شیخ عبدالمجید ولد حاجی حافظ شیخ محمد مرحوم ساکن قصبہ شاہ گنج پرگنہ اونگی۔ ڈاک خانہ۔ شاہ گنج ضلع جون پور۔ چوں ہتھر قطعہ احاطہ موقوفہ کوڑیا شاہ گنج پرگنہ اونگی کے مستقل مالک ہیں جس پر ہتھر بہ نفاذ جمیع حقوق مالکانہ قابض وخیل ہیں اور علاوہ ہتھر کے کوئی دوسرا شریک سہم جائد مفصلہ میں نہیں ہے اور ہتھر ہر طور اس کے فصل کرنے کے مجاز ہیں۔ قصبہ شاہ گنج میں ایک مدرسہ موسومہ بدر الاسلام واسطے تعلیم دینی وغیرہ قائم و جاری ہے۔ جس کے لئے عمارت و درس گاہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا ہتھر کی دلی خواہش ہوئی کہ ہتھر ثواب عقبی ہتھر جائد مفصلہ ذیل کو اغراض مدرسہ کے لئے دے دیوں۔ لہذا ہتھر بحالت صحت ذات و دنیاات عقل بدرستی و حواس بلا جبر واکراہ رضائے رغبت اپنے بلا تحریک و ترغیب دیگرے ذریعہ تحریر تملیک نامہ شرائط ذیل کے پابند ہوتے ہیں اور حسب ذیل اقرار کرتے ہیں۔

(۱) أنه اذا ادرك الامام في القراءة في الركعة التي يجهر فيها لا ياتي بالثناء كذا في الخلاصة فتاوى عالمگیری ج ۱ ص ۹۰ الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لا يتابعه.

(الف) ہتھر زمین احاطہ مفصلہ ذیل مالتی ایک سو روپیہ کو مدرسہ اسلامیہ موسومہ بدرالاسلام کو دوام کے لئے دے دیا ہے۔ کارکنان و منتظمین مدرسہ کو اختیار ہے کہ احاطہ مصرحہ ذیل میں درس گاہ خواہ عمارت تعمیر کریں اور دار الاقامہ تیار کراویں یا مدرسہ کے واسطے بطریق مناسب استعمال کریں۔

(ب) تاقیام مدرسہ مذکور کو مصرحہ ذیل ملکیت مدرسہ کی رہے گی۔ اگر خدا نخواستہ کسی وقت مدرسہ قائم نہ رہے تو اس حالت میں جائیداد مذکور مصرحہ ذیل ہتھر خواہ وراثت ہتھر کی طرف عود کر جائے گی۔ اگر ہتھر زندہ رہے تو ہتھر..... کو، ورنہ وراثت ہتھر کو حق مقابضت ہو جائے گا۔

(ج) تاقیام مدرسہ ہتھر خواہ وراثت ہتھر کو احاطہ مذکور کو واپس لینے یا قبضہ کرنے کا استحقاق نہیں ہوگا۔

(د) لہذا ہتھر نے تملیک نامہ ہذا لکھ دیا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے (المرقوم ۱۲ اگست ۱۹۳۶ء)

(الجواب) یہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اس لئے کہ صحت وقف کی ایک شرط تابید اور بقاء بھی ہے۔ یعنی اس کی آخری جہت قریہ ایسی ہو کہ منقطع نہ ہو اور مسلمان اس سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں۔ اس کے برخلاف وقف نامہ میں تصریح ہے کہ مدرسہ قائم نہ رہے تو جائیداد موقوفہ واقف یا وراثت واقف کی طرف عود کر جائے گی۔ لہذا انقطاع لازم آیا اور وقف تام نہیں ہوا۔ ولا یتیم الوقف عند ابی حنیفہ و محمد حتیٰ یجعل اخرہ بجهة لا تنقطع ابدًا الخ (ہدایہ ص ۶۱۹ کتاب الوقف)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے۔ لیکن شرط صحت وقف آنست کہ آخر جہت قریت غیر منقطعہ نہ باشد (ص ۵۲۵ ج ۲) غالباً اسی وجہ سے مذکور زمین آج تک (۳۶ سال ہوتے ہیں) مالک کے تصرف میں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے؟

(سوال ۶۵) نماز میں فرض قراءت کی کم از کم مقدار کیا ہے کہ جس کے پڑھنے سے قراءت کا فرض ساقط ہو جاتا ہے مینوا تو جروا۔

(الجواب) مجالس الابرار میں ہے کہ کم از کم قراءت کہ جس سے فرض ساقط ہو جائے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک آیت ہے۔ اگرچہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہو جیسے الحمد للہ رب العلمین یا چھوٹے دو کلموں سے مرکب ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ثم نظریا کئی کلمات سے مرکب ہو فتتل کیف قدر۔ لیکن اسی پر اکتفا کرنے والا واجب کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خاص سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ کسی سورت کا ملانا یا تین آیتوں کا ملانا بھی واجب ہے اگر قصداً پوری سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو فرض قراءت ہو جانے کی وجہ سے نماز کی فرضیت ذمہ سے ساقط ہو جائے گی مگر ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعداء ہوگی۔ اسی طرح سورت نہیں ملائی تو ترک واجب لازم آیا لہذا نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اگر بھول سے یہ واجب ترک ہوا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اگر آیت ایک ہی کلمہ کی ہو جیسے مدھامتن یا ایک ہی حرف کی ہو جیسے۔ ص۔ ق۔ اور ن۔ تو اس میں اختلاف ہے کہ فرض ساقط ہوا کہ

نہیں اس صحیح یہ ہے کہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک فرض ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی بڑی آیت جیسے آیت الکرسی یا آیت مدانیت نصف ایک رکعت میں اور نصف دوسری رکعت میں پڑھی تو اس میں اختلاف ہے بعض کہ نزدیک جائز نہیں کہ پوری آیت نہیں پڑھی گئی۔ مگر عام فقہاء رحمہم اللہ جائز کہتے ہیں اس واسطے کہ ان آیتوں (آیت الکرسی، آیت مدانیت) کا نصف چھوٹی تین آیتوں سے زیادہ یا برابر ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کم سے کم قرأت جس سے فرض ساقط ہو جائے۔ چھوٹی تین آیتیں ہیں یا ایک بڑی آیت ہو جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تب بھی فرض ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ قرآن معجز ہے اور کم از کم جس میں اعجاز واقع ہو ایک سورت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اس جیسی کوئی سورت لاؤ“ اور سورتوں میں سب سے چھوٹی سورت، سورہ کوثر ہے اور وہ تین آیات ہیں۔ وادنی ما یجزی منها عند ابی حنیفہ آیت ان کانت من الفاتحة او کانت قصیرة مرکبة من کلمتین کقولہ تعالیٰ ثم نظر او من کلمات کقولہ تعالیٰ فقتل کیف قدر، والمکتفی بہا مسینی لا قراءة الفاتحة وضم سورة او ثلث آیات الیہا واجب وفي الا کتفاء بہا ترک الواجب واما لو کانت کلمة واحدة کمدھا متن او حرفاً واحداً ک ص و ق و ن فقد اختلف فیہ والاصح انه لا یجوز عنده ولو قرأ نصف اية طويلة کآية الكرسي وایة المدانین فی رکعة ونصفھا فی رکعة اخرى اختلفوا فیہ قال بعضهم لا تجوز لانه لم یقرأ اية تامة فی کل رکعة وقال عامتهم تجوز لان بعض هذه الایات یزید علی ثلث آیات قصار او تعدلھا فلا تكون ادنی من اية، وعندھما ادنی ما یجزی منها ثلث آیات قصار او ایت طويلة تقوم مقامھا لان القرآن معجز و ادنی ما یقع الاعجاز سورة لقول تعالیٰ فأتوا بسورة من مثله و اقل السور قسورة کوثر وھی ثلث آیات (مجالس الا برار ص ۳۰۸، ص ۳۰۹ مجلس نمبر ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

فاذا هم بالساهرة کی جگہ بالساحرة پڑھ دیا!

(سوال ۶۶) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ امام صاحب نے سورہ والنازعات کے اندر فاذا هم بالساهرة کی باء ہوز کو حاء حطی قصداً پڑھا۔ یعنی امام صاحب کو یاد ہی حاء حطی ہے۔ تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) لفظ بالساهرة کی جگہ بالساحرة پڑھا گیا ہے جس سے معنی میں تغیر فاحش لازم آتا ہے اور لفظ بالساحرة قرآن میں کسی جگہ موجود بھی نہیں ہے اور قصداً پڑھا گیا ہے، اور پڑھنے والا اہل علم میں سے ہے۔ لہذا نماز نہ ہوگی۔ اعادہ ضروری ہے وفي الخانية والخلاصة الا صل فیہا اذا ذکر حرفاً مکان حرف و غیر المعنی ان امکن الفصل بینھما بلا مشقة تفسدو الا یمكن لا مشقة كالطاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثرھم لا تفسد. وفي خزانة الا کمل قال قاضی ابو عاصم ان تعمد ذالک تفسد وان جرى علی لسانه او لا یعرف التمییز لا تفسد هو المختار حلیہ وفي البزازیة وهو اعدل الا قاویل وهو المختار (شامی ج ۱ ص ۵۹۲ باب ما یفسد الصلاة وما

یکرہ فیما) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مزید وضاحت کے لئے حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے دو فتویٰ ملاحظہ ہوں۔

(۱) قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی:

(سوال ۶۷) سورۃ الطارق میں امام نے لقول فصل میں ق، ک پڑھ دیا، اور یہ شخص صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو نماز فاسد ہوئی اور اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں اس نماز کا اعادہ ضروری ہے کیونکہ باوجود قدرت کے ایسی غلطی سے نماز نہیں ہوتی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم مدلل مکمل ج ۳ ص ۷۶)

(۲) دھاقا کی جگہ دھاقا پڑھ دے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۶۸) نماز میں اگر کسی نے اپنے غلط خیال کے بھروسہ پر بجائے دھاقا، دھاقا پڑھ دیا تو نماز ہو جائے گی یا واجب الاعادہ ہوگی؟

(الجواب) دھاقا کی جگہ دھاقا پڑھنے سے پڑھنا بظاہر حسب قواعد مفسد صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ معنی بدل جاتے ہیں۔ لہذا نماز نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالعلوم مدلل مکمل ج ۳ ص ۷۹)

غلط پڑھنے کے بعد صحیح کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۶۹) اگر نماز میں تین آیتیں پڑھنے کے بعد غلطی کی لیکن پھر اس کو صحیح کر لیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ مینو توجروا۔

(الجواب) قراءت میں ایسی غلطی ہوئی جس سے فساد صلوٰۃ لازم آتا ہے لیکن پھر اس کی تصحیح کر لی تو نماز صحیح ہوگئی۔ اگر غلطی کی اصلاح نہیں کی تو نماز نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے۔ ذکر فی الفوائد قرء فی الصلاة بخطاء فاحش ثم رجع وقرء صحیحاً قال عندی صلاتہ حائزہ وکذلک الاعراب، فتاویٰ ج ۱ ص ۸۲ الفصل الخامس فی زلۃ القاری۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے:

(سوال ۷۰) یہاں امام صاحب نے صبح کی نماز میں سورۃ منافقون شروع کی اور بیچ میں واذا رانیتم تعجبک الایۃ چھوڑ دیا اور اس کے بعد لن یغفر اللہ الایۃ چھوڑ دی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بنوا توجروا۔ (الجواب) اس صورت میں نماز ہوگئی۔ مجدد واجب نہیں ہوا۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔

(۱) و ذکر ایه مکان آیه ان وقف وقفاً تاماً ابتداء بایۃ اخری أو بعض آیه لا تفسد کما لو قرأ والعصر ان الانسان ثم قال ان الابرار لفی نعیم الخ فتاویٰ عالمگیری ص ۸۰ زلۃ القاری۔

سورہ غاشیہ میں ”الا من تولی و کفر“ پر وقف کرے یا وصل؟:

(سوال ۷۱) ہمارے یہاں امام صاحب سورہ غاشیہ میں ”الا من تولی و کفر“ پر وقف نہیں کرتے ہمیشہ وصل کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وصل نہ کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) وقف کرے یا وصل کر کے پڑھے دونوں صحیح ہیں۔ وصل نہ کرنے کی صورت میں فساد صلوٰۃ کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔ (۱) فقط اللہ اعلم بالصواب۔

احد عشر کی جگہ عشر پڑھا:

(سوال ۷۲) امام صاحب نے سورہ یوسف کے پچھلے کوع میں احد عشر کی جگہ ”عشر“ پڑھا ”احد“ چھوٹ گیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) نماز فاسد تو نہ ہوگی مگر احوط یہ ہے کہ اعادہ کر لیا جاوے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں تعلمون کی جگہ تعملون پڑھا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۷۳) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ میں سورہ جمعہ میں ”تعلمون“ کی جگہ ”تعملون“ پڑھا تو نماز صحیح ہے یا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) نماز ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قراءت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے:

(سوال ۷۴) سورہ یوسف میں ان کانت قمیصہ قد من قبل فکذبت وهو من الصادقین میں قبل کی جگہ و برپڑھایا فکذبت کی جگہ فصدقت اور الصادقین کی جگہ الکاذبین پڑھا تو نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) اس قسم کی غلطی سے نماز فاسد ہو جائے گی، والصحيح هو الفساد لانه اخبر، بخلاف ما اخبر الله تعالى (قاضی خان ج ۱ ص ۷۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورہ فاتحہ کے بعد ضم سورہ واجب ہے اور اس واجب قراءت کی اونی مقدار کتنی ہے:

(سوال ۷۵) سورہ فاتحہ کے بعد ایک آیت کی تلاوت سے اگر وہ بڑی ہو تو وجوب ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر وہ آیت بڑی ہو اور اس کی آدھی آیت پڑھے تو نماز صحیح ہوگی؟ وجوب ادا ہو جائے اس کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(۱) اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتداء فی غیر موضع الابداء ان لم يتغير به تغيراً فاحشاً ان يقرأ ان الذين امنوا وعملوا الصالحات ووقف ثم ابتداء بقوله واولئك هم خير البرية لا تفسد بالا جماع بين علمائه هكذا في المحيط وكذا ان وصل في غير موضع الوصل الخ فتاویٰ عالمگیری، زلة القاری.

(۲) قوله او نقص كلمة كذا في بعض النسخ ولم يمثله الشارح قال في شرح المنية وان ترك كلمة من آية فان لم يغير السعي مثل وجزء سينة مثلها بترك السينة الثانية لا تفسد وان غيرت مثل فلما لهم يؤمنون بترك لا فاته يفسد الخ شامی ج ۱ ص ۵۹۱ زلة القاری.

(الجواب) سورۃ فاتحہ کے بعد ایک چھوٹی سورہ مثل سورہ کوثر کے یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں جیسے ثم نظر ○ ثم عبس وبسر ○ ثم ادبر واستکبر ○ یا ایک بڑی آیت یا ایکی دو آیتیں پڑھنا جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہوں، واجب ہے۔ بڑی آیت کا جز جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے تب بھی وجوب ادا ہو جائے گا۔

والثانی ضم سورۃ قصیرۃ او ثلاث آیات قصار (مراقی الفلاح) قدر اقصر سورۃ ایۃ طویلۃ

تعديل ثلاث آیات قصار (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴)

درمختار میں ہے (و ضم) اتصر (سورۃ) کالکوثر او ما قام مقامها وهم ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر و کذا لو كانت الآية او الآيتان تعديل ثلاثا قصارا ذکره الحلبي (قوله) تعديل ثلاثا قصارا ای مثل ثم نظر الخ وهم ثلاثون حرفاً فلو قرأ آية طویلۃ قدر ثلاثين حرفاً يكون قداًتی بقدر ثلاث آیات الخ (شامی ج ۱ ص ۴۲ صفة الصلاة) و سرى جگہ ہے۔ ولو قرأ آية طویلۃ فی الركعتين فالاصح الصحة اتفاقاً لانه 'يزيد على ثلاث آیات قصار قاله' الحلبي (درمختار) وفي الشامي وفي التارخانية والمعراج وغيرهما قرأ آية طویلۃ كناية الكرسی او المداينة البعض فی ركعة والبعض فی ركعة اختلافوا فيه على قول ابی حنيفة رحمه الله قيل لا يجوز لانه ما قرأ آية تامة فی كل ركعة وعامتهم على انه يجوز لان بعض هذا الآيات يزيد على ثلاث قصار او يعدلها فلا تكون قرائته اقل من ثلاث آیات اه لكن التعديل الاخير ربما يفيد اعتبار العدد فی الكلمات او الحروف ويفيد 'قولهم لو قرأ آية تعديل اقصر سورة جاز وفي بعض العبارات تعديل ثلاثا قصارا ای كقوله ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وقدرهاق من حيث الكلمات عشر ومن حيث الحروف ثلاثون فلو قرأ الله لا اله الا هو الحي القيوم لا تأخذه سنة ونوم يبلغ مقدار هذا الآيات الثلاث فعلى ما قلنا لو اقتصر على هذا المقدار فی كل ركعة كفى عن الواجب ولم او من تعرض لشي من ذلك فليتامل (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۰۲ فصل فی القراءة) فقط والله اعلم بالصواب.

امام کی قراءت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا؟

(سوال ۷۶) امام صاحب سورہ فلق اور ناس پڑھتے ہیں تو قل اعوذ کی "ذال" مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی اس پر امام کو متنبہ کیا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں صحیح پڑھتا ہوں تو اس سے نماز میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے؟

(الجواب) امام صاحب "ذال" ادا کرتے ہوں مگر مقتدیوں کو سنائی نہ دے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ البتہ حذف ہو جانے میں لحن جلی لازم آئے گا اس لئے ظاہر کر کے پڑھنے کی سعی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۹ اشوال ۱۴۰۱ھ۔

فرض نماز میں ایک سانس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا:

(سوال ۷۷) ایک طویل مدت سے میں امام ہوں، اور میری عادت یہ ہے کہ میں فرض نمازوں میں پوری سورہ فاتحہ ایک سانس میں پڑھتا ہوں، اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہے اور وہ اسے اچھا نہیں سمجھتے کیا میری یہ عادت قابل اعتراض اور واجب الترمک ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) حامد اومصلیٰ و مسلما۔ فرض نمازوں میں امام کا ایک سانس میں الحمد شریف پڑھنا کوئی کمال اور خوبی کی بات نہیں ہے، اور اس کی عادت کر لینا ناپسندیدہ ہے اور کراہت تنزیہی سے خالی نہیں، لہذا جو حضرات اعتراض کرتے ہیں اور اچھا نہیں سمجھتے وہ بجا ہے ترتیلا اور محافی میں تدبر کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

”بندہ جب نماز میں الحمد لله رب العالمین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے حمدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف کی) پھر الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے اثنیٰ علی عبدی (میرے بندے نے میری ثنا کی) پھر جب مالک يوم الدين پڑھتا ہے تو باری تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے مجدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف میری بزرگی بیان لی، پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں هذا بنی و بن عبدی (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو وہ طلب کرے) پھر پڑھتا ہے اهدنا الصراط المستقیم الخ تو فرماتے ہیں کہ یہ بندہ کی خاص حاجتیں ہیں اور میں اپنے بندہ کو جو کچھ مانگتا ہے دوں گا۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے ملاحظہ ہو۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوۃ بینی و بین عبدی نصفین و لعبدی ما سأل فاذا قال الحمد لله رب العالمین قال اللہ تعالیٰ حمدنی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ اثنیٰ علی عبدی واذا قال مالک يوم الدين قال مجدنی عبدی واذا قال ایاک نعبد و ایاک نستعین قال هذا بنی و بین عبدی و لعبدی ما سأل فاذا قال اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال هذا لعبدی و لعبدی ما سأل رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۷۸، ص ۷۹ باب القراءة فی الصلوۃ)

نیز ترمذی شریف میں حدیث ہے عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قرآنہ یقرء الحمد لله رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف و کان یقرء ہا ملک يوم الدين هذا حدیث غریب و بہ یقرء ابو عبیدہ و یختارہ (ترمذی شریف ص ۱۱۶ ج ۲، ابواب القراءة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”ایک استفتاء آیا کہ ایک صاحب امام ہیں وہ ایاک نستعین پر وقف نہیں کرتے بلکہ اس کے نون کو اہدنا

کی ہاء سے ملا کر (نہدنا الصراط المستقیم) پڑھتے ہیں، ثبوت یہاں تک پہنچی کہ فوج داری ہو گئی۔ ”میں نے لکھا کہ اس طرح پڑھنا جائز تو ہے مگر جب کہ سب سمجھدار ہوں ورنہ ایسے امام کو معزول کر دو جو (بضد ہو کر) فتنہ برپا کرے اور موقع محل نہ سمجھے یہ کم حوصلہ لوگوں کی باتیں ہیں، اپنی علمی لیاقت جتانے کے لئے نئے نئے کام کرتے ہیں، یہاں سے ایک طالب علم پڑھ کر لوہاری میں گئے وہ بھی احمد بن اللہ الصمد پڑھتے تھے، لوگوں نے نکال یا ہر کیا (کلمۃ الحق ص ۱۶۸ قسط ہشتم)

الحاصل فرض نماز میں ایک سانس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی عادت قابل ترک ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ اجماعی الاخری ۱۴۱۰ھ۔

نماز میں قراءت کی مقدار مسنون:

(سوال ۷۸) امام کو فرض نماز میں کتنی مقدار میں قرأت پڑھنا چاہئے؟ اس کے لئے مسنون طریقہ کیا ہے؟ ہمارے امام صاحب ہر نماز میں (مغرب ہو یا عشاء یا فجر) بالکل ہی مختصر قرأت اور جلدی جلدی پڑھتے ہیں مثلاً سورہ نصر، سورہ نکاثہ، سورہ فیل، سورہ کوثر، سورہ والناس، رکوع سجدہ بھی نہایت عجلت کے ساتھ کرتے ہیں، اگر ان کو کچھ کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ مختصر نماز پڑھاؤ، آپ اس مسئلہ پر مفصل دلائل کے ساتھ روشنی ڈال کر رہنمائی فرمائیں، نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ طوال مفصل اوساط مفصل، قصار مفصل کا کوئی حدیث سے ثبوت ہے اگر ثبوت ہو تو وہ بھی ضرور تحریر کریں بیذاتوجروا۔

(الجواب) بے شک حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو مختصر اور ہلکی نماز پڑھائے کہ جماعت میں بیمار ضعیف اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوتے ہیں عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیہم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احدکم لنفسه فلیطول ماشاء متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱ باب الامامۃ) ایک اور روایت میں ہے فایاکم ماصلی بالناس فلیتجوز فان فیہم الضعیف والکبیر وذا الحاجة متفق علیہ یعنی تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر نماز پڑھائے کہ نمازیوں میں ضعیف بڑی عمر والے اور ضرورت مند لوگ (بھی) ہوتے ہیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱ ایضاً)

لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ قرأت کی جو مسنون مقدار ہے عام حالات میں (یعنی امن کی حالت میں) کوئی ہنگامی صورت نہ ہو) اس مقدار مسنونہ سے بھی کم کر دی جائے یا رکوع یا سجود کا جو مسنون طریقہ ہے اور تعدیل ارکان جس کی احادیث میں بہت ہی تاکید آئی ہیں اسے چھوڑ دیا جائے، حدیث میں ہے عن جابر رضی اللہ عنہ قال کان معاذ بن جبل یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا تی فیوم قومہ فصلی لیلۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم العشاء ثم اتی قومہ فامہم فافتح بسورۃ البقرۃ فانحرف رجل فسلم ثم صلی وحده وان صرف فقالوا له انا فقت یا فلان قال لا واللہ لا تین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انا اصحاب نواضح نعمل بالنهار وان معاذ صلی معک العشاء ثم اتی قومہ فافتح

بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَاَقْبَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَعَاذٍ فَقَالَ يَا مَعَاذِ افْتَانِ أَنْتَ اقْرَأِ وَالشَّمْسُ وَضَحُّهَا وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى وَسَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۹ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ)

حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت معاذؓ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں امامت کی اور سورۃ بقرہ پڑھنا شروع کی تو ایک شخص جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور تنہا نماز پڑھ کر چلے گئے، صحابہؓ نے ان سے کہا کہ کیا تم منافق تو نہیں ہو گئے؟ انہوں نے کہا واللہ میں منافق نہیں ہوا، اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات کہوں گا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہم اونٹ والے ہیں (باغات اور کھیتوں کو سیراب کے لئے) پانی کھینچتے ہیں اور دن بھر محنت کرتے ہیں، حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز میں سورۃ بقرہ پڑھنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ حضرت معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو والشمس وضحہا اور والضحیٰ اور والیل اور سبح اسم ربک الا علیؓ پڑھو۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث میں غور کیجئے باوجود اس کے کہ حضرت معاذؓ کے مقتدیوں میں تھکے ماندے لوگ تھے اور حضور اکرم ﷺ سے طویل قرأت پڑھنے کی شکایت کی گئی تھی اس موقع پر آپ نے والشمس وضحہا وغیرہ سورتیں پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور وہ عشاء کی نماز کا واقعہ ہے، لہذا عشاء میں کم از کم اتنی مقدار پڑھنا مسنون ہوگا۔

نیز حدیث میں ہے عن سلیمان بن یسار عن ابی ہریرۃ قال ما صلیت وراء احد اشبه صلوٰۃ برسول الله صلى الله عليه وسلم من فلان قال سليمان صليت خلفه فكان يطيل الركعتين الا وليين من الظهر ريخفف الا خريين ويخفف العصر ويقرأ في المغرب بقصار المفصل ويقرأ في العشاء بوسط المفصل ويقرأ في الصبح بطوال المفصل رواه النسائي (مشکوٰۃ شریف ص ۸۰، ۸۱ باب القرائۃ فی الصلوٰۃ) یعنی سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے فلاں شخص کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز کے بہت مشابہ ہے (فلاں سے مراد حضرت علیؓ یا کوئی مدینہ کے حاکم ہیں مظاہر حق ج ۱ ص ۲۸۶) سلیمان بن یسار فرماتے ہیں میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبی اور آخری دو رکعتوں کو مختصر (چھوٹی پڑھاتے تھے اور عصر کی نماز مختصر پڑھاتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل اور عشاء میں اوسط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھاتے تھے) (مشکوٰۃ شریف ص ۸۰) فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ حالۃ الاضطوار فی الحضر وهو ضيق الوقت او الخوف علی نفس او مال ان یقرء قدر ما لا یفوتہ الوقت او الا من هکذا فی الزاہدی، الی قوله، وسنتها فی الحضر ان یقرء فی الفجر باربعین او خمسين آية سوى فاتحة الكتاب وفي الظهر ذكر في الجامع الصغير مثل الفجر وذكر في الاصل او دونه وفي العصر والعشاء في الركعتين عشرين آية سوى فاتحة الكتاب وفي المغرب يقرء في كل ركعة سورة قصيرة هکذا فی المحيط واستحسنوا فی الحضر طوال المفصل فی الفجر والظهر و اوسطه فی العصر والعشاء وقصاره فی المغرب کذا فی

الوقایة، وطوال المفصل من الحجرات الى البروج والاوساط من سورة البروج الى لم یکن والقصار من سورة لم یکن الى الاخر هكذا فی المصحف والوقایة ومنیة المصلی (عالمگیری ص ۴۸ ج ۱، کتاب الصلوة باب نمبر ۴ فصل فی القراءۃ)

عمدة الفقہ میں ہے (جسے مذکورہ عبارت کا خلاصہ کہا جاسکتا ہے (۱) حضر میں یعنی جب کہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو، کسی قسم کا اضطراب نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سواء چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سوتک پڑھے، ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا اس سے کم پڑھے، عصر اور عشاء کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ اور بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت (یعنی پہلی دو رکعتوں) میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن و مستحب یہ ہے کہ حضر میں فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھے اور وہ سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتیں ہیں (سورہ بروج اس میں شامل ہے) عشاء اور عصر میں اوساط مفصل پڑھے اور وہ سورہ الطارق سے لم یکن تک ہے اور مغرب میں قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذ ازلت سے آخر قرآن یعنی والناس تک رہیں۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدار معین یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی پڑھنا الگ ہے، حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے (۲) اگر حضر میں اضطراب ہو اور وہ یہ ہے کہ وقت تنگ ہو یا اپنی جان و مال کا خوف ہو تو سنت یہ ہے کہ اس قدر پڑھے جس سے وقت اور امن فوت نہ ہو جائے (عمدة الفقہ ج ۲ ص ۱۱۶)

درمختار میں ہے وفي الضرورة بقدر الحال (و) یسن (فی الحضر) لا امام ومنفرد ذکرہ الحلبي والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات الى اخر البروج (فی الفجر والظهر) منها الى اخر لم یکن (اوساطه فی العصر والعشاء) باقیہ (قصاره فی المغرب) ای فی کل رکعة سورة مما ذکرہ الحلبي (درمختار مع شامی ص ۵۰۳ ص ۵۰۴ باب القراءۃ)

شامی میں ہے لتأیدہ بالا اثر الوارد عن عمر رضی اللہ عنہ انه کتب الى ابی موسی الاشعری ان اقرأ فی الفجر والظهر بطوال المفصل وفي العصر والعشاء باوساط المفصل وفي المغرب بقصار المفصل قال فی الکافی وهو کالمروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان المقادیر لا تعرف الا سماعاً (شامی ج ۱ ص ۵۰۵ فصل فی القراءۃ فی الصلوة)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے:- اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضاء ہوتی ہے تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو، کذا فی الطحاوی۔

ویسن: اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنے کی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورہ حجرات سے سورہ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لئے مسنون ہونے کو حلبي نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ان کو خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأت مسنون امام کے مثل ہے۔ الی قولہ۔ اور سورہ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشاء میں پڑھنا مسنون ہے، اور باقی مفصل صورتیں یعنی لم یکن سے

آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے اس طرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی (غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار ص ۲۵۱ فصل فی القراءۃ باب صفۃ الصلوۃ)

قوم کی سستی کی وجہ سے قرأت کی مقدار مسنونہ سے کم کرے یا نہ کرے اس کے متعلق علامہ شامیؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے، در مختار میں ہے وفی الشرنبلالیۃ ظاہر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقاً ولذا قال الکمال الا لضرورۃ و صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی. (در مختار)

شامیؒ میں ہے (قولہ وفی الشرنبلالیۃ) مقابل لقولہ زائد علی قدر السنۃ وحاصلہ انہ یقرأ بقدر حال القوم مطلقاً ای دون القدر المسنون وفیہ نظر اما او لا فلا نہ مخالف للمنقول عن السراج والمضمرات کما مرو اما ثانیاً فلان القدر المسنون لا یزید علی صلوۃ اضعفہم لانہ کان یفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم مع علمہ بانہ یقتدی بہ الضعیف والسقیم ولا یرکہ الا وقت الضرورۃ واماثاً لثا فلان قراءۃ معاذ لما شکاہ قومہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال افتان انت یامعاذ انما کانت زائدۃ علی القدر المسنون قال الکمال فی الفتح وقد بحثنا ان التطویل هو الزیادۃ علی القراءۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنہ الی قولہ فقد ظہر من کلامہ . انہ لا ینقص عن المسنون الا بضرورۃ کقراءتہ بالمعوذتین لبکاء الصبی و ظہر من حدیث معاذ انہ لا ینقص عن المسنون لضعف الجماعة لانہ لم یعین لہ دون المسنون فی صلوۃ العشاء بل نہاہ عن الزیادۃ علیہ مع تحقیق العذر فی قومہ فما استظہرہ الشرنبلالی من الحدیث وحمل علیہ کلام الکمال غیر ظاہر (شامی ج ۱ ص ۵۲۸ باب الامامۃ)

غایۃ الاوطار میں ہے (اس میں علامہ شامیؒ کی مذکورہ تحقیق کا خلاصہ ہے) ”وفی الشرنبلالیۃ“ اور شرنبلالیۃ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قرأت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قرأت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی جہت سے مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذؓ نے سورہ بقرہ عشاء کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت معاذؓ کی شکایت کی تو آپ نے ان کو فرمایا کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحھا و سبح اسم اور اقراء اور والیل پڑھا کرو، شامیؒ نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زیادہ نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جائے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہ پڑھا کرے جو عشاء میں مسنون ہیں باوجود یہ کہ حضرت معاذؓ کی قوم کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب علامہ کمال الدین (صاحب فتح القدیر) کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ کریں مگر ضرورت کی وجہ سے نہ نہیں کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے

جیسا شر بلائی نے سمجھا ہے وصح انه عليه الصلوة والسلام قرأ باله مؤذنين في الفجر حين سمع بكاء صبي اور صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جب کہ ایک بچہ کارونا سنا نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت ﷺ نے ایک بار معوذتین پڑھیں سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ میں نے ایک بچہ کارونا سنا تو ڈرا کہ کہیں اس کی ماں نہ گھبراوے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے (غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار ص ۲۶۲ ج ۲۶۳، باب الامامة)

لہذا صورت مسئلہ میں عام حالات میں امام صاحب کو قرأت کی مقدار مسنونہ کا خیال رکھنا چاہئے ہر نماز میں اتنی چھوٹی سورتیں پڑھنا جو سوال میں مذکور ہیں خلاف سنت ہوگا اور کاہلی ہوگی اور حدیث کا غلط سہارا لینا ہوگا اور فی الجملہ منافقین کی خصلت کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی، قرآن میں ہے واذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى يراءون الناس ولا يذكرون الله الا قليلاً۔

ترجمہ:- اور جب منافقین نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر (قرآن مجید پارہ نمبر ۵ آخری رکوع ترجمہ حضرت تھانویؒ) البتہ مغرب میں یہ سورتیں پڑھنا سنت کے مطابق ہوگا یا کوئی خاص ضرورت کے وقت (جیسے کہ وقت تنگ ہو یا کوئی خوف کی حالت ہو جیسے محلہ میں آگ لگ گئی ہو وغیرہ) حالت کے مطابق قرأت پڑھے تو یہ صورت مستثنیٰ ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ کی عبارت سے واضح ہے۔

اسی طرح رکوع اور سجدہ قومہ اور جلسہ بھی اطمینان کے ساتھ سنت طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے احادیث میں اس کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً دخل المسجد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی ناحیۃ المسجد فصلى ثم جاء فسلم..... الخ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آئے، اور انہوں نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آئے اور سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل وعلیک السلام واپس جاؤ، نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تیسری یا چوتھی مرتبہ میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے، فرمایا جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہو پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان

سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اسی طرح اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک رکن ادا کرو (مشکوٰۃ شریف ص ۷ باب صفۃ الصلوۃ) (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴۰ ج ۵)

نیز ایک اور حدیث میں ہے عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اسوء الناس سرقة الذى يسرق من صلوته قالوا يا رسول الله وكيف يسرق من صلوته قال لا يسم ركوعها ولا سجودها رواه احمد یعنی حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں کس طرح چراتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع و سجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا (مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ باب السجود و فضله)

اس کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ فتاویٰ رحیمہ جلد سوم ص ۴۱ تا ص ۴۲ اردو میں شائع ہوا ہے وہ ضرور ملاحظہ فرمایا جائے۔ (جدید ترتیب کے مطابق صفة الصلاة میں قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرنے کے عنوان کے تحت دیکھیں ۱۳ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے؟

(سوال ۷۹) ہمارے امام صاحب بہت پست آواز سے قرأت کرتے ہیں پہلی صف والے بھی بہت غور سے سنیں تب بھی ان کو سنائی نہیں دیتا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ مینواتو جروا۔
(الجواب) امام بلند آواز خوش الحان تجوید کے مطابق صحیح صحیح قرأت کرنے والا ہونا چاہئے جو اس قدر بلند آواز سے پڑھے کہ تمام مصلی یا جماعت کا اکثر حصہ ان کی آواز سن سکے اور اگر امام صاحب کی آواز اتنی پست ہو کہ تمام یا اکثر مصلی ان کی آواز سن سکیں تو کم از کم اگر پہلی صف کے آس پاس کے مصلی ان کی آواز سن سکتے ہوں تو نماز ہو جائے گی مگر ایسے پست آواز والے کو امام بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔

در مختار میں ہے وادنی (الجهر اسماع غیرہ و) ادنی (المخافتۃ اسماع نفسہ) ومن یقر بہ فلو سمع رجل اور جلالن فلیس بجهر والجهر ان یسمع الكل خلاصۃ (در مختار مع شامی ص ۲۹۸ ج اول فصل فی القراءۃ)

غایۃ الاوطار میں ہے وادنی الجهر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن یقر بہ اور ادنی درجہ جہر کا سننا غیر کا ہے یعنی جو اس کے قریب نہ ہو کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا کہانا ہے اپنے آپ کو، خلاصہ پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قرأت کو سننا تو جہر نہ ہوگا، جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصہ (قہستانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سب کو آواز نہ پہنچے تو چاہئے کہ جہر نہ ہو، شامی نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ جواب نا تمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لئے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو۔ (غایۃ الاوطار ص ۲۳۹ ج اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سری قراءت کا درجہ

(سوال ۸۰) سری نماز میں قرأت کس طرح پڑھنا چاہئے، صحیح حروف کافی ہے یا کسی قدر آواز ہونا ضروری ہے؟ مینواتو

توجروا۔

(الجواب) احوط قول یہ ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اپنی آواز خود سن سکے، یہ ہندوانی کا قول ہے بہت سے مختلفین نے اسے اختیار کیا ہے اور شامی میں اسی کو واضح کہا ہے، دوسرا قول امام کرخی کا ہے کہ صرف تصحیح حروف کافی ہے، اگر اس کے مطابق بھی عمل کر لیا جائے تو نماز ہو جائے گی، پہلے قول پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، احتیاط اسی میں ہے۔ (۱) امداد الفتاویٰ میں ہے۔

درجہ ادنیٰ قرأت سر یہ:

(سوال ۸۱) نماز میں قرأت کو قاری نہ سنے تو نماز نہیں ہوتی، بہشتی زیور میں لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے اکثر نمازی اپنے پڑھنے کو بوجہ شور و غل کے نہیں سن سکتا یا بہر اے کیونکہ ہر چیز کے دو درجہ ہیں ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ مثلاً جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قرأت کو دور کے لوگ بھی سن لیں اور ادنیٰ یہ کہ قریب جو کھڑا ہے وہ سن سکے اور سری قراءۃ کا اعلیٰ درجہ ہے یہ ہے کہ قاری کی قرأت قاری ہی سنے اور دوسرا نہ سنے اگرچہ برابر کھڑا ہو، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی زبان اور حلق کو حرکت ہو اور قاری خود نہ سنے مگر قلبی دھیان رہے کہ میں پڑھ رہا ہوں، چونکہ خفیہ کرام کے یہاں جن نمازوں میں جہر نہیں ہے بہت آہستہ پڑھنا اولیٰ ہے وہ کون سا درجہ ہے ادنیٰ یا اعلیٰ اور اس طرح سے نمازی کے حلق اور زبان کو حرکت ہو اور کان نہ سنے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(الجواب) فی الدر المختار فصل القراءۃ وادنیٰ الجہر اسماع غیرہ وادنیٰ المخافۃ سماع نفسه . اور المختار میں اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کر کے اصح وارجح کہا ہے اور چونکہ اس میں احتیاط تھی لہذا بہشتی زیور کے مؤلف نے اسی کو اختیار کیا، اور ایک قول کرخی کا ہے صرف تصحیح حروف کافی ہے گو خود بھی نہ سنے اور بعض نے اس کی بھی تصحیح کی ہے، کذا فی رد المختار پس احوط تو ہندوانی کا قول ہے باقی نماز کرخی کے قول پر عمل کرنے والے کی بھی ہو جاوے گی فی اللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۵ جدید مطبوعہ دیوبند)

مندرجہ بالا جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کی صحت کے لئے کم از کم تصحیح حروف ضروری ہے اس سے کم درجہ کی محض تصویری قرأت یعنی سورۃ فاتحہ وغیرہ کا صرف تصور کر لے اور دل میں پڑھ لے زبان اور ہونٹوں کو بالکل حرکت نہ ہو اس سے نماز صحیح نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۱) قوله وادنیٰ الجہر اسماع غیرہ الخ اعلم انہم اختلفوا فی حد وجود القراءۃ علی ثلاثۃ اقوال فشرط الہندوانی والفضلی لو جودھا خروج صوت لیصلی الی اذنه وبہ قال الشافعی وشرط بشر المرسی واحمد خروج الصوت من الفم وان لم یصل الی اذنه لکن یشرط کونہ مسموعاً فی الجملة حتی لو ادنیٰ صماخہ الی فیہ یسمع ولم یشرط الکرخی وابو بکر البلخی السماع واکتفیاً بتصحیح الحروف واختار شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحب المحیط والحلوانی قول الہندوانی وکذا فی معراج الدرایۃ ونقل فی المجتبى عن الہندوانی لایجزیہ مالہم تسمع اذناہ ومن بقربہ وذكر ان کلا من قولی الہندوانی والکرخی مصححان وان ماقالہ الہندوانی اصح وأرجح لاعتماد اکثر علمائہ علیہ شامی فضل فی القراءۃ ج ۱ ص ۵۳۳

افضل یہ ہے کہ امام سورہ فاتحہ ترتیلًا پڑھے:

(سوال ۸۲) تفسیر ہدایت القرآن تالیف حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری پارہ نمبر ۱۴ سورہ الحجہ کی آیت نمبر ۸۷ سبعا من المثنائی کے بابت فرمایا: حضور ﷺ سورہ فاتحہ کو سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اس سے متعلق ترمذی شریف کی حدیث ”حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آیتیں الگ الگ پڑھ کر لوگوں کو بتلائیں کہ اس طرح حضور ﷺ ہر آیت کو الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی امام اس طرح الگ الگ کر کے نہ پڑھے بلکہ پوری سورت دو تین وقفوں سے پڑھ لے تو کس درجہ کی غلطی ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) افضل یہی ہے کہ سورہ فاتحہ ترتیلًا پڑھی جائے، امام، عوام اور تخفیف کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی کبھی دو تین سانس میں پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اس کی عادت نہ بنائے، (۱) حدیث میں ہے من ام قوماً فلیخفف الخ. مشکوٰۃ ص ۱۰۱ باب الامامة. تراویح میں بھی سورہ فاتحہ اسی طرح پڑھے لیکن تراویح میں تخفیف اور عوام کا لحاظ کرتے ہوئے سورہ فاتحہ کو دو تین سانس میں پڑھنے کی اجازت ہوگی بشرطیکہ صاف صاف پڑھے کہ مقتدی سمجھ سکیں لمن جلی اور لمن خفی کا ارتکاب نہ کرے۔ سورہ فاتحہ کے بعد کی قرأت بھی ترتیلًا پڑھے اور حدراً بھی پڑھ سکتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ لمن جلی اور لمن خفی کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مد منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۸۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب ہمیشہ نماز میں جب جہری قرأت پڑھتے ہیں تو اس میں مد منفصل پر قصر کرتے ہیں تو فن تجوید کے قاعدہ کے موافق بروایت حفص قصر جائز ہے یا نہیں؟ اگر بالفرض جائز ہے تو طول یا توسط اولیٰ ہے یا قصر اولیٰ ہے اس لئے کہ بہت سے مدرسہ کے طلبہ نماز میں شامل ہوتے ہیں تو وہ بھی اس کے عادی ہو جائیں گے تو امام صاحب کو قصر کی عادت بنالینا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مد منفصل جائز کی مقدار ۳ یا ۴ الف ہے اور قصر بھی جائز ہے کوئی ایک مقدار لازم اور ضروری نہیں ہے تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، لہذا امام بھی تینوں پر عمل کرے، گا ہے طول، گا ہے توسط، گا ہے قصر، ہمیشہ قصر نہ کرے تاکہ طلبہ کو عجیب سا معلوم نہ ہو اور مسئلہ سے بھی واقف ہو جائیں، امام نماز میں خلط ملط نہ کرے جو مقدار شروع سے اختیار کرے آخر تک اسے نبھائے۔ جزری میں ہے۔

والمد لازم و واجب اتی
رجائز و هو وقصر ثبنا
وجائز اذا اتی منفصلاً
او عرض السکون وقفاً مسجلاً

(۱) وفي الحجة يقرأ في الفرض بالترسل حرفاً حرفاً وفي التراويح بين بين الخ درمختار علی هامش شامی فصل فی القراءۃ ج ۱ ص ۵۴۱ ح

مد کی تیسری قسم مد جائز ہے کہ اس میں مد اور قصر دونوں درست ہے الخ (شرح جزری ص ۵۸) تجوید مبتدی میں ہے (۴) مد جائز (یا) منفصل: حروف مدہ کے بعد اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہاں مد کرنا چاہئے جیسے قالہ اٰمنّا مقدار اس کی تین یا چار الف ہے اور قصر بھی جائز ہے۔ (شرح ہندی جزری) (تجوید مبتدی ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت:

(سوال ۸۴) بعض مرتبہ فرض نماز میں امام پر نسیان طاری ہوتا ہے، اس وقت مقتدی لقمہ دے سکتا ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فرض نماز میں امام کا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد کسی کا لقمہ قبول کر لینا نماز کو فاسد کر دے گا، اس مسئلہ کے متعلق تفصیل درکار ہے۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) امام سے فرض نماز میں قرأت میں بھولنے یا تشابہات وغیرہ کی وجہ سے غلطی ہو جاوے تو دیکھا جائے گا اگر یہ چوک سورۃ فاتحہ اور ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد ہوئی تو رکوع کرے، مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے اور مقتدی کو بھی چاہئے کہ غلطی سے کام نہ لے لیکن اس کے باوجود کسی مقتدی نے لقمہ دے دیا اور امام نے لقمہ قبول کر لیا تو صحیح قول کے بموجب نماز درست ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے بخلاف فتحہ علی اممہ فانہ لا یفسد مطلقاً لفتح و أخذ بكل حال (قوله بكل حال) ای سواء قرأ الامام قدر ما تجوز بہ الصلاة ام لا انتقل الی آية اخرى ام لا تکرر الفتح ام لا هو الا صح نہر (درمختار مع الشامی باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا ج ۱ ص ۵۸۲) یعنی مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نہ امام کی نماز فاسد ہوگی اور نہ مقتدی کی چاہے امام بقدر ضرورت (فرض و واجب) قرأت کر چکا ہو یا نہ کئے ہو، لیکن حضرات فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی درباب لقمہ جلدی نہ کرے، کیونکہ لقمہ دینا تعلیم و تعلم کی ایک ظاہری صورت ہے جو بلا ضرورت مکروہ ہے، امام کو خصوصی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کریں بایں طور کہ ایک آیت یا کلمہ بار بار پڑھتا رہے یا خاموش کھڑا رہے جس سے مقتدی لقمہ دینے پر مجبور ہو، اگر بقدر واجب (ایک روایت کے مطابق بقدر مستحب) قرأت کر چکا ہے تو رکوع کر لے یا اگلی آیت یا سورت پڑھنا شروع کر دے۔

وینبغی للمقتدی ان لا یعجل بالفتح ولامام ان لا یلجنہم الیہ بل یرکع اذا جاء او انه او ینتقل الی آية اخرى (ہدایہ ج ۱ ص ۱۱۶ باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا) و کذا فی فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۶۳ فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز میں قرأت کی غلطی درست کر لی:

(سوال ۸۵) امام صاحب نے قرأت میں ایسی فاحش غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر مقتدیوں میں سے کسی نے فوراً لقمہ دیا اور غلطی درست کر لی ایسی صورت میں نماز ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) جب قرأت کی غلطی بذات خود درست کر لے یا مقتدی کے لقمہ دینے سے درست کر لے تو حرج اور عموم بلوی کے پیش نظر نماز صحیح ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔

ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی صلواتہ جائزۃ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۳ الفصل الخامس فی زلۃ القاری) (فتاویٰ الفتح الرحمانی ج ۱ ص ۱۶۳) (مجموعہ فتاویٰ سعیدیہ ص ۵۲) (فتاویٰ عماد الدین ص ۱۶۴) (امداد الفقہ ج ۲ ص ۱۳۰) فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک امام صاحب کی تکبیر تحریر اور دیگر تکبیرات میں ہا کی آواز نکلتا:

(سوال ۸۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ امام صاحب سے نماز پڑھانے میں تکبیر تحریر اور تکبیرات انتقالیہ میں اللہ ہا کبر نکلتا ہے اور رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ میں بھی ہا نکلتا ہے یعنی سمع اللہ ہل من حمدہ پڑھا جاتا ہے اور بعض وقت قرأت میں بھی ہا کی آمیزش ہو جاتی ہے، اور اسی طرح السلام علیکم پڑھا جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امام صاحب کے گلے میں تکلیف ہے اور یہ تکلیف دائمی ہے اور لا علاج ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے امام کو نماز پڑھانا چاہئے، اور اس طرح پڑھانے میں کوئی کراہت تو نہیں آتی، ہمارے یہاں اس کا بہت چرچا ہو رہا ہے، برائے کرم مفصل جواب عطا فرمائیں۔

(الجواب) آپ کا سوال ملا، آپ کی مسجد کے امام صاحب نے نماز ٹیپ کر کے سنانے کی بات ہوئی چنانچہ وہ صبح (فجر) کی نماز ٹیپ کر کے لائے اور اسے احقر نے سنا اور ان سے زبانی پڑھوا کر بھی سنا مجھے تو ان کی نماز میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوئی جس کی وجہ سے نماز مکروہ یا فاسد معلوم ہوتی ہو، لہذا ان کی امامت میں شک و شبہ نہ کیا جائے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک امام کے حالات اور ان کی امامت کا حکم:

(سوال ۸۷) ہمارے محلہ کے امام صاحب سے محلے کے اکثر لوگ یعنی ۹۰ فیصد مصلی ناراض ہیں، ناراضگی کی وجوہات یہ ہیں (۱) حسد کی وجہ سے امام صاحب غیر مسلم سے جادو کراتے ہیں جادو اپنی بیوی کے اوپر بھی اسی ہندو سے کرایا تھا، یہ بات جادو کرنے والے نے پروف (دلائل) کے ساتھ تسلیم کر لی ہے کہ اسی امام صاحب نے ایک بھائی پر اور ان کی بیوی پر مجھ سے جادو کا عمل کرایا ہے، اسی بنا پر بیوی کو پتہ چل جانے پر گھر بیٹھی ہے، اور طلاق مانگ رہی ہے (۲) یہ امام صاحب مالدار ہیں ان کے پاس مکان (فلپ) زمین اور بہت سی رقم ہے، اس کے باوجود زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ اور بیاج مانگتے ہیں اور لیتے ہیں اور گھر کی ضروریات نئی کپڑے (بغیر سلے ہوئے) محلے والوں سے مانگتے رہتے ہیں مگر کسی بھی چیز کا اور کپڑوں کا استعمال نہیں کرتے اور ہمیشہ پرانے اور گندے کپڑوں سے نماز پڑھاتے ہیں، غریبی کا ہمیشہ ڈھونگ رچا کر گھومتے ہیں (۳) مسجد کے جماعت خانہ میں لنگی پہن کر سوتے ہیں جو لنگی اوپر تک اٹھ جاتی ہے مگر ان کو نیند میں خیال نہیں رہتا، محلے والے بار بار اس بارے میں اعتراض کرتے ہوئے ان سے کہتے ہیں مگر نہیں مانتے (۴) مسجد میں جماعت خانہ میں نماز کے وقت بیٹھے بیٹھے سو جاتے ہیں اور خراٹے بھرتے ہیں، کبھی کبھی تو نماز پڑھاتے ہوئے قعدہ میں سو جاتے ہیں، قعدہ میں بہت دیر ہونے پر مصلی وغیرہ حضرات کے کھانسنے پر نماز کا سلام پھیرتے ہیں (۵) بہت سی مرتبہ گالیاں بولتے ہیں (۶) محلے میں کئی مرتبہ کھڑے ہو کر نامحرم عورتوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے بات

چیت بھی کرتے ہیں (۷) جب کرکٹ میچ ہوتا ہے تو مسجد کے آس پاس کے مکانات میں جا کر ٹی وی پر میچ دیکھتے ہیں اور غزل شاعری، قوالی کا پروگرام ہوتا ہے اس میں شریک ہوتے ہیں، شریعت کے مطابق امام صاحب کو جس طرح رہنا چاہئے اس طرح نہیں رہتے، اکثر جان بوجھ کر بیمار ہو جانے کا ڈھونڈ کرتے ہیں، کیا ایسے امام صاحب کی امامت میں نماز ہو جاتی ہے۔

(الجواب) اسلام میں منصب امامت کی بہت ہی اہمیت ہے، یہ منصب بہت باعزت باوقار اور با عظمت دینی اہم شعبہ ہے، یہ مصلیٰ رسول اللہ ﷺ کا مصلیٰ ہے، امام نائب رسول ہوتا ہے، امام مقتدیوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایٹمی اور قاصد ہوتا ہے اس لئے جو سب سے بہتر ہو اسے امام بنانا چاہئے، حدیث شریف میں ہے اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز درجہ قبولیت کو پہنچے تو تم میں جو نیک اور بہتر ہو وہ تمہاری امامت کرے کہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایٹمی ہے ان سر کم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم، خیار کم وسکت عنہ (شرح نقایہ ۸۶/۱ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۱۲۳/۳) فقہ کی مشہور کتاب نور الایضاح میں ہے فالاعلم احق بالامامة ثم الاقراء ثم الاورع ثم الاسن ثم الا حسن خلقاً ثم الا حسن وجہاً ثم الا شرف نسباً ثم الا حسن صوتاً ثم الا نظف ثوباً (نور الایضاح ص ۸۳، ۸۴، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ) امامت کا حق وارث ہے جو دین کے امور کا زیادہ جاننے والا ہو (خصوصاً نماز کے مسائل کا زیادہ جاننے والا ہو) پھر وہ شخص جو قرآن شریف تجوید سے پڑھنے میں زیادہ ماہر ہو پھر جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو پھر وہ جو عمر میں زیادہ بڑا ہو، پھر وہ جو اچھے اخلاق والا ہو پھر وہ جو خوبصورت اور با وجاہت ہو پھر وہ جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو پھر وہ جس کی آواز اچھی ہو، پھر وہ جو زیادہ پاکیزہ کپڑے پہننا ہو (نور الایضاح)

لہذا امام کے لئے ضروری ہے کہ صحیح العقائد نیک متقی، نماز کے مسائل سے واقف دیندار اور طاہری گناہوں سے پاک و صاف ہو۔ الاولیٰ بالامامة اعلمہم باحکام الصلوٰۃ..... الی..... ویجتنب الفواحش الظاہرة (عالمگیری ۸۳/۱) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۱۷۰/۳) فاسق و فاجر کو امام نہ بنانا چاہئے، حدیث میں ہے لا یوم فاجر مومنًا فاجر شخص مومن کی امامت نہ کرے (ابن ماجہ ص ۵۵) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۱۷۰/۳) (کبیری میں ہے۔ لو قد موافسقا یا ثمون۔ اگر فاسق کو امام بنائیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔) (کبیری ص ۴۹۷ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۱۷۰/۳) مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو بہت ہی زیادہ محتاط متقی اور پرہیزگار ہونا چاہئے، سوال میں امام سے متعلق جو باتیں لکھی گئی ہیں اگر درحقیقت وہ تمام باتیں بالکل صحیح ہو، ان پر التزام نہ ہو تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امامت کے منصب کے ہرگز لائق نہیں، برطرف کر دینے کے قابل ہے، برطرف کر دینے کا جو حکم لگا یا ہے حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، حدیث میں ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے، ایک شخص نے کچھ لوگوں کی امامت کی اسے تھوک آیا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا آنحضرت ﷺ یہ دیکھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ یہ شخص آئندہ تمہاری امامت نہ کرے، اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے روک دیا اور بتادیا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ہاں میں نے کہا تھا“..... راوی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم نبی اللہ کو اور اس کے رسول کو

اللہ اکبر کی باء کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے: (سوال ۸۹) امام صاحب اللہ اکبر کی باء کی کھینچتے ہیں، ابھی معلوم ہوا کہ نماز نہیں ہوتی، یہ امام صاحب ایک سال سے نماز پڑھاتے ہیں اب ہم اپنی نمازیں کب سے لوٹائیں؟ بیٹو! تو جروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اکبر کی ب کو بڑھا کر پڑھنے والا نماز کا شروع کرنے والا نماز کا شروع کرنے والا نہ ہوگا۔ ولو مد بهمزة الجلالة او اکبر او بائه لم يصير شارعاً (زاد الفقیر ص ۳۰) وان قال الله اکبار باد خال الف بین الباء والراء لا يصير شارعاً وان قال ذلك فی خلال الصلوة تفسد صلوته قيل لانه اسم من اسماء الشيطان وقيل لانه جمع کبر بالتحریک وهو الطبل وقيل يصير شارعاً ولا تفسد صلوته لانه اشباع والا ول اصح (کبیری شرح منیہ ص ۲۵۷ مفسدات صلوٰۃ)

لہذا اس طرح پڑھنے والے امام کی اقتداء میں جتنی نمازیں ادا کی گئیں وہ سب ہی قابل اعادہ ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۶ ارب ۱۳۸۸ھ۔

امام نے ضرب اللہ مثلاً الذین آمنوا امرأة نوح وامرأة لوط پڑھا تو نماز لوٹانی پڑے گی: (سوال ۹۰) ہمارے یہاں ایک شخص نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں انہوں نے ضرب اللہ مثلاً الذین کفروا امرأة نوح وامرأة لوط کے بجائے ضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرأة نوح وامرأة لوط پڑھا اور یہ صورت تین آیات کے بعد واقع ہوئی، تو اب یہ نماز درست ہوئی یا نہیں اور کیا اعادہ واجب ہے؟ فقط بیٹو! تو جروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئلہ میں اگرچہ مذکور غلطی تین آیات پڑھ لینے کے بعد واقع ہوئی ہے نماز فاسد ہوگی وان تغیر المعنی بان قرأ ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم، او قرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک ہم شر البریة، او قرأ وجوه يومئذ علیها غبرة اولئک هم المؤمنون حقاً، تفسد صلوته لان الخبر بخلاف ما اخبر الله تعالى به (فتاویٰ قاضی خاں فصل فی القراءة القرآن خطأ الخ ج ۱ ص ۷۴)

لہذا نماز دوبارہ پڑھی جائے اور اگر نماز میں اسی وقت اصلاح کر لی جاتی تو نماز درست ہو جاتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۹۱) میں نے ایک دن فجر کی نماز پڑھائی بعد میں معلوم ہوا کہ میں جنبی تھا اور مجھے غسل کی حاجت تھی تو میری اور مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ اس دن کون کون مصلی تھے میں پریشان ہوں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ رہنمائی فرمائیں۔ بیٹو! تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا ضروری ہے امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو تنہا تنہا خبر کر دے یا نماز کے وقت اعلان کر دے کہ فلاں دن فجر کی نماز میں جو جو حضرات تھے وہ اپنی نماز کا اعادہ کر

لیں جن مقتدیوں کو اس کی اطلاع نہ ہو سکے وہ معذور ہیں۔ درمختار میں ہے۔ (واذا ظهر حدث امامہ) وکذا کل مفسد فی رأی مقتد ربطلت فیلزم اعادتها) لتضمنها صلوٰۃ المؤمن صحۃ وفساداً کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۵۳ باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز میں آستین چڑھانا:

(سوال ۹۲) ایک شخص کی یہ عادت ہے کہ بحالت نماز دونوں ہاتھوں کی آستین گرمی کی وجہ سے اوپر چڑھالیتا ہے تو اس سے نماز میں نقص آئے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز میں دونوں ہاتھوں کی آستین اوپر چڑھانا یہ عمل کثیر ہے اس وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہذا ایسی حرکت سے احتراز لازم ہے۔ ”شامی“ میں ہے امالو شمر وهو فیہا تفسد لا نہ عمل کثیر۔ یعنی آستین چڑھی ہوئی حالت میں نماز شروع کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر نماز پڑھنے کی حالت میں آستین چڑھائے گا تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مکروہات الصلوٰۃ ج ۱ ص ۵۹۹)

وضو کے لئے یا اور کسی سبب سے آستین چڑھائی ہوں تو اتار لیوے پھر نماز شروع کرے اگر آستین چڑھی ہوئی حالت میں امام کے ساتھ رکعت پالینے کے شوق میں نماز میں داخل ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی اتار لیویں کہ جس سے عمل کثیر لازم نہ آوے آستین چڑھی ہوئی رکھ کر نماز پڑھنا یا آدھی آستین والا قمیص پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۹۹ ایضاً) میں ہے۔ و مثله ما لو شمر للوضوء ثم عجل لا دراک الركعة مع الامام و اذا دخل فی الصلوٰۃ کذلک و قلنا بالکراهة فهل الا فضل ارعاء کمیہ فیہا بعمل قليل او ترکهما لم ارہ والا ظهر الاول اه فقط واللہ اعلم بالصواب

چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کر لی تو!:

(سوال ۹۳) یہاں پر امام صاحب نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بجائے تین رکعت پر سلام پھیر دیا مقتدیوں نے کہا کہ تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں اس لئے نماز پھر سے پڑھائیے لیکن امام صاحب نے کہا کہ ”ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی“ اور اس کے بعد امام صاحب نے ایک رکعت پڑھا کر سجدہ سہو کر کے نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ نیز چوتھی رکعت میں ایک شخص جماعت میں شریک ہوا تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب نے تین رکعت پر سلام پھیر کر بات کی کہ ”ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی“ اس سے نماز سے خارج ہو گئے اور پڑھی ہوئی تین رکعتیں باطل ہو گئیں، بعد میں ایک رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی۔ دوبارہ چار رکعتیں پڑھنا ضروری ہے۔ اور جو شخص چوتھی رکعت میں شریک ہوا تھا اس کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی (یفسدھا التكلم) هو النطق بحرفین او حرف (درمختار) (قوله یفسدھا التكلم) ای یفسد الصلوٰۃ (شامی ج ۱ ص ۵۷۴ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب

لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا:

(سوال ۹۴) ہمارے امام صاحب اللہ اکبر کی باء پر مد کرتے ہیں یعنی کھینچ کر اور بڑھا کر پڑھتے ہیں۔ تمام تکبیرات انتقالات میں اسی طرح پڑھتے ہیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) اصح یہ ہے کہ اکبر کی باء اور راء کی درمیان الف ممالہ زیادہ کر کے ”اکبار“ پڑھے گا تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر تکبیر تحریمہ صحیح ادا کی مگر تکبیر انتقالات میں مذکورہ طریقہ سے الف ممالہ کے اضافہ کے ساتھ تکبیر کہے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ولو وقع المد فی باء اکبر بان یقول اکبار بزيادة الالف الممال بین الباء والراء لا یصیر داخل فی الصلوٰۃ وتفسد لو وقع فی اثناءها (مجالس الاررار ص ۳۰۷ مجلس نمبر ۵۲) جہالت کا عذر قبول نہ ہوگا۔ لان مثل هذا الجهل لا یصلح ان یکون عذرا حوالہ بالا اور زاد الفقیر میں ہے ولو مد بهمزة الجلالة او اکبر او باء ه لم یفسد شاعراً (۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا:

(سوال ۹۵) مقتدی امام سے پہلے سجدہ کرنے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں بینوا تو جروا۔

(الجواب) اگر مقتدی نے امام سے پہلے سجدہ کیا اور سجدہ میں امام اس کے ساتھ شریک نہ ہوا بلکہ مقتدی نے امام کے سجدہ میں آنے سے پہلے ہی سجدہ سے سر اٹھالیا اور پھر دوبارہ (امام کے ساتھ یا امام کے بعد) سجدہ نہیں کیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ویفسدھا مسابقة المقتدی برکن لم یشاركه فیہ امامه) کما لو رکع ورفع راسه قبل الا امام ولم یعدہ معه او بعده (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۸۵ باب ما یفسد الصلوٰۃ) اور اگر امام کے ساتھ سجدہ میں شریک ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی مگر مقتدی کا یہ فعل حرام اور موجب گناہ ہے، احادیث میں اس پر سخت وعید اور ممانعت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الناس انی اما مکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بانصراف الخ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے لوگو میں تمہارا امام ہوں تم لوگ رکوع، سجدہ، قیام اور انصراف (واپس لوٹنے) میں مجھ سے آگے مت بڑھو (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۰۱ باب ما علی الماموم) اور ایک حدیث میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما یخشی الذی یرفع راسه قبل الا امام ان یحول اللہ راسه راس حمار متفق علیہ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھا لیتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۲ باب ما علی الماموم)

محدثین نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا پہرہ گدھے جیسا بنادے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سمجھ گدھے جیسی بنادے گا، علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حدیث اپنی حقیقت پر محمول ہو اور اس وقت مسخ سے مراد مسخ خاص ہوگا اور اس شریعت میں جو مسخ ممتنع ہے وہ وہ مسخ ہے جو عام ہو اور اس کی

تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک شخص حدیث کی تحصیل کے لئے دمشق کے ایک مشہور شخص کی خدمت میں پہنچا وہاں پہنچ کر ان سے حدیث حاصل کی لیکن وہ شیخ ہمیشہ درمیان میں پردہ رکھتے تھے، اپنا چہرہ کبھی نہیں دکھاتے تھے، جب ایک زمانہ گزر گیا اور طالب علم کا شوق دیکھا تو ایک مرتبہ پردہ ہٹا دیا، طالب علم نے دیکھا کہ شیخ کا چہرہ گدھے کی طرح ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یابنی أن تسبق الامام فانی لما مر بی فی الحدیث استبعدت وقوعہ فسبقت الامام فصار وجهی کما تری۔ اے میرے بیٹے تم امام سے ارکان میں آگے بڑھنے سے بچو، جب میں نے یہ حدیث سنی تھی تو میں نے اس کے وقوع کو بعید سمجھا تھا اور میں نے امام سے سبقت کی اس کی وجہ سے میرے چہرہ کی یہ حالت ہو گئی جو تم دیکھ رہے ہو (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۹۸ باب ما علی الماموم)

اسی بنا پر مالا بدمنہ میں ہے۔ و تقدیم مقتدی از امام در ارکان حرام است۔ یعنی ارکان میں مقتدی کا امام سے آگے بڑھنا حرام ہے (مالا بدمنہ ص ۳۹) فقط واللہ اعلم۔

”نماز میں امام کے بقدر واجب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے؟“

(سوال ۹۶) نماز میں امام صاحب قرأت پڑھتے پڑھتے بھول گئے، بقدر واجب پڑھ چکے تھے پھر بھی پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا، امام نے لقمہ قبول کر لیا اور نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام قرأت پڑھتے وقت بھول جائے یا رک یا جائے تو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بھول ہوتے ہی لقمہ دینا اور بول اٹھنا مکروہ اور ممنوع ہے، امام کو بھی چاہئے کہ کسی کے بتلانے کی (لقمہ دینے کی) راہ نہ دیکھے، بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو تو رکوع کر لے اور دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کر دے، خاموش کھڑا رہ کر اور ایک ہی لفظ کو مکرر پڑھ کر مقتدی کو لقمہ دینے کے لئے مجبور کرنا غلط ہے، پھر بھی صحیح یہ ہے کہ امام کو لقمہ دینے سے اور امام کے لقمہ قبول کر لینے سے کسی کی بھی نماز فاسد یا واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔ والصحیح انہا لا تفسد صلوٰۃ الفاتح بکل حال ولا صلوٰۃ الامام لو اخذ منه علی الصحیح الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۹ الباب السابع فیما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام نے سہواً سورۃ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی:

(سوال ۹۷) فرض یا واجب نماز میں امام سورۃ فاتحہ یا سورت پڑھنا بھول گیا رکوع میں یاد آیا تو کھڑے ہو کر قرأت پڑھی تو اب دوبارہ رکوع کیا جائے یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی؟ اگر دوبارہ رکوع کا اور بعد میں آنے والے نمازی نے اس رکوع میں امام کے ساتھ شرکت فرمائی تو اس نے وہ رکعت پائی ایسا سمجھا جائے گا؟

(الجواب) صورت مذکورہ میں قرأت کے بعد رکوع کرنا ضروری ہے، نہ کرے گا تو نماز باطل ہوگی، رکوع کر کے اخیر میں سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی، رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی یہ رکعت معتبر ہے، دہرانے کی حاجت نہیں ہے لو تذکر الفاتحہ او السورۃ حیث یعود وینقض رکوعہ لان بعودہ صارت قرأت

الکل فرضاً والترتیب بین القراءة و الركوع فرض فارتفض رکوعہ فلو لم یرکع بطلت ولو رکع وادرکہ رجل فی الركوع الثانی کان مدرکاً ذلک الركعة الخ (شامی ج ۱ ص ۶۳۷ باب الوتر

و النوافل فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دعاء قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا:

(سوال ۹۸) امام نے وتر میں دعائے قنوت سہواً ترک کر کے رکوع کیا، یاد آنے پر دوبارہ کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھی مگر دوبارہ رکوع نہیں کیا بلکہ سیدھا سجدہ میں چلا گیا اور سہو کا سجدہ کر کے نماز ختم کی وہ ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر امام دوبارہ رکوع کرے اور بعد میں آنے والا نمازی اس رکوع میں شامل ہو جائے تو وہ اس رکعت میں شامل ہونے والا سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(الجواب) نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے سے رکوع باطل نہیں ہوتا، مگر رکوع میں جانے کے بعد دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہونا غلط ہے، ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت فوت ہوگئی ہے تو اس کے لئے سجدہ سہو کافی ہے، دوسرے رکوع میں شریک ہونے والے کو رکعت نہیں ملی۔ ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الركوع لا یقنت فیہ لفوات محله ولا یعود الی القيام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب فان عاد الیہ وقت ولم یعد الركوع لم تفسد صلوٰتہ لکون رکوعہ بعد قرأۃ تامة و سجد للسهو قنت اولاً لزوالہ عن محله (درمختار شامی ج ۲ ص ۲۲۷، ۲۲۶ باب الوتر والنوافل) و کما لو سہا عن القنوت فرکع فانہ لو عاد وقت لا تفسد علی الاصح (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۰۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قعدہ اولیٰ سہواً چھوٹ گیا پھر کھڑا ہو جانے کے بعد لوٹنا:

(سوال ۹۹) تین یا چار رکعت والی فرض یا واجب نماز میں قعدہ اولیٰ سہواً چھٹ جائے اور سیدھے کھڑے ہو جانے کے بعد قیام (کہ جو فرض ہے) ترک کر کے قعدہ (جو واجب ہے) میں بیٹھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) قعدہ اولیٰ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو جائے۔ یا سیدھے کھڑے ہونے کے قریب ہو جائے پھر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے اس سے فرض ترک کر کے واجب کی طرف لوٹنا لازم نہیں آتا، مگر ادائیگی فرض میں تاخیر لازم آتی ہے۔ جس کا تذکرہ سجدہ سہو سے ہو جاتا ہے لہذا رائج اور حق یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، سجدہ سہو کرنا پڑے گا البتہ ایسا کرنا نہیں چاہئے۔ قصد ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ ثم لو عاد فی موضع وجوب عدمہ اختلافوا فی فساد صلوٰتہ فصحح الشارح الفساد لتکامل الجنایۃ برفض الفرض بعد الشروع فیہ لأجل ما لیس بفرض وفی المبتعی بالغین المعجمة انه غلط لأنه لیس بترک وانما هو تاخیر کما لو سہا عن السورۃ فرکع فانہ یرفع الركوع ویعود الی القيام ویقرأ لأجل الواجب (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۱ باب سجود السهو) (قولہ کما سیجنی) ای فی باب سجود السهو لکنہ رجع ہناک عدم الفساد الخ (باب الوتر والنوافل شامی ج ۱ ص ۲۲۳) فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلاتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئاً ویسجد لتأخیر الواجب وهو الاشبہ کما حققتہ الکمال وهو الحق بحر (درمختار مع شامی باب سجود

السہو ج ۱ ص ۶۹) (ایضاً فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہو جائے:

(سوال ۱۰۰) نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد درود اور دعا پڑھ کر سلام نہیں پھیرا، اس خیال سے بیٹھا رہا کہ سلام پھیر چکا ہوں بعد میں یاد آیا کہ سلام نہیں پھیرا، یاد آتے ہی فوراً سلام پھیر دیا درمیان میں مخالف نماز کوئی عمل نہیں کیا ہے تو میری یہ نماز صحیح ہوگئی یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں سجدہ سہو کرنا چاہئے تھا، کیا ہوتا تو نماز صحیح ہو جاتی، سجدہ سہو نہیں کیا اس لئے نماز واجب الاعادہ ہے ”زاد الفقیر“ میں ہے وکذا لو آخر السلام بان ظن انه سلم واستمر قاعدا ثم علم انه لم يسلم فسلم (ص ۶۴) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۱) رکوع سے اٹھتے وقت اندھا سامنے آجائے اس کو ہاتھ سے ہٹایا جائے تو نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا؟ (الجواب) صورت مسئلہ میں اندھے کو روکنے میں عمل کثیر نہیں ہوا ہے لہذا نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۱۵) (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

بحالتہ صلوٰۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟:

(سوال ۱۰۲) سنت فجر گھر پڑھ کر خیمہ کھایا بعد میں مسجد پہنچا اور جماعت میں شریک ہو گیا کئی کرنا یاد نہ رہا، نماز میں گلے میں خیمہ کی شیرینی محسوس ہوتی تھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب خیمہ منہ میں نہیں صرف مٹھاس ہی ہے تو نماز میں کوئی خرابی یا فساد نہیں، بدوں حرج کے ادا ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ شامی میں ہے ولو اكل شيئا من الحلوة وابتلع عينها ودخل في الصلوة فوجد حلاوتها في فيه وابتلعها لا تفسد الصلوة. یعنی۔ کوئی میٹھی چیز کھائی اور اس کو نگل لیا پھر نماز میں داخل ہو گیا (نماز کی نیت باندھ لی) اب اس کی مٹھاس منہ میں پائی اور اس کو نگل لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی (شامی ج ۵ ص ۵۸۳ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط واللہ اعلم بالصواب.

لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے:

(سوال ۱۰۳) لڑکوں کی صف بڑی ہے۔ بڑے آدمی کو اگلی صف میں شرکت کرنی ہے تو یہ لوگ لڑکوں کے آگے سے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) جب اگلی صف میں جگہ ہو تو اس کو پر کرنے کے لئے لڑکوں کی صف کے سامنے سے گزرنا پڑے تو اس میں

حرج نہیں جائز ہے۔ (۱)

(سوال ۱۰۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی، پھر امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پوری کر کے آخر میں قعدہ کیا ایک رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا جیسا کہ عام قاعدہ ہے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے تھا (ویقضى اول صلاته في حق قراءة واخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر ياتي بركتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما) در مختار باب الامامة

لیکن اگر کسی نے پہلی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا آخر میں کیا سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو استحساناً نماز ادا ہو جانے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ومن جملتها ما اشرنا اليه انه يقضى اول صلاته في حق القراءة واخرها في حق القعدة حتى لو ادرك مع الامام ركعة من المغرب فانه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في اولهما لا نها ثنائية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم يلزمه سجود السهود لو سهواً لكونها اولی من وجه (کبیری شرح منیه ص ۲۴۰ صفة صلاة) وان ادرك مع الامام ركعة من المغرب يقرأ في الركعتين اللتين سبق بهما السورة مع الفاتحة ويقعد في اولهما لا نه يقضى اول صلاته في حق القراءة واخرها في حق القعدة ولكن لو لم يقعد فيها سهواً لا يلزمه سجود السهود لكونها اولی من وجه (صغیری ص ۲۴۰، ۲۴۱ ایضاً) (قرء وتشهد بينهما) قال في شرح المنیه ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم يلزمه سجود السهود لكون الركعة اولی من وجه الخ (شامی باب الامامة ج ۱ ص ۵۵۸) اس کی تائید مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے۔ عن ابن مسعود ان جندباً ومسروقاً ادركا ركعة يعني عن صلاة المغرب فقرأ جندب ولم يقرأ مسروق خلف الامام فلما سلم الامام قاما يقضيان فجلس مسروق في الثانية والثالثة وقام جندب في الثانية ولم يجلس فلما انصرف تذكر اذلك فاتيا ابن مسعود فقال كل قد اصاب او قال كل قد احسن واصنع كما يصنع مسروق رواه الطبرانی فی الكبير باسانید بعضها ساقط منه رجل وفي هذا الطريق جابر النخعی والاكثر علی تضعیفه (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دیوبندی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ محمدی میں ہے:-

”فتویٰ سیدنا ابن مسعودؓ“ استفتاء۔ ہم دونوں نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تھی، امام کے سلام کے بعد ہم دونوں اپنی فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مسروق ایک رکعت پڑھ کر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے (اور پھر ایک رکعت کے بعد دوسری مرتبہ التحیات پڑھ کر تمام کی) لیکن جندب صرف اخیر رکعت پڑھ کر بیٹھے اب فرمائیے کہ کس کا فعل درست تھا؟

(۱) وفي القنية قام في آخر صف وبينه وبين الصفوف مواضع خالية فللداخل ان يمر بين يديه ليصل الصفوف لانه سقط حرمة نفسه فلا تائم المار بين يديه الخ شامی باب الامامة مطلب في الكلام على الصف الاول ج ۱ ص ۵۳۳

(الجواب) تم دونوں نے بہتر کیا (یعنی نماز دونوں کی ادا ہو گئی) لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں کہ مسروق کے مانند نماز پڑھو (یعنی ایک رکعت کے بعد التحیات پڑھو)

شرح:

دو رکعت کے بعد چونکہ بیٹھنا واجب ہے لہذا ایک رکعت امام کے ساتھ اور ایک تنہا پڑھ لینے کے بعد التحیات کے لئے بیٹھ جائے لیکن اگر ایک رکعت تنہا ادا کرنے کے بعد نہ بیٹھا بلکہ صرف اخیر ہی میں بیٹھا جیسا کہ صورت مسئلہ میں جناب نے کیا تھا تب بھی نماز ادا ہو جائے گی اور سجدہ سہو لازم نہ ہوگا (فتاویٰ محمدی ص ۸۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تعداد رکعت میں شک ہو جائے:

(سوال ۱۰۵) امام کو نماز میں شبہ ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری، ایسے موقع پر امام کا مقتدیوں کی طرف خیال کرنا کہ اگر مقتدی کھڑا ہو تو امام بھی کھڑا ہو اور مقتدی بیٹھ جائے تو امام بھی بیٹھ جائے۔ اس طرح اپنی غلطی کی اصلاح کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) نماز درست ہو جائے گی اعادہ یا سجدہ سہو کی ضرورت نہیں (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۶۹۷)

قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۰۶) قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہو گیا تو مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

بقی من المفسدات ارتداد بقلبه وموت (درمختار) (قوله موت) اقول تطهر ثمرته فی الامام لو مات بعد القعدة الاخيرة بطلت صلوٰۃ المقتدین به فیلزمهم استینا فیہا لبطلان الصلوٰۃ بالموت بعد القعدة قد ذکر الشنبلالی من جملة المسائل التي زادها الخ (شامی ص ۵۸۸ ج ۱ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر مکبر کا تکبیر کہنا:

(سوال ۱۰۷) جس وقت نماز شروع ہوئی اس وقت مکبر کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے مکبر نے تکبیر نہیں کہی ایک رکعت ہونے کے بعد کسی نے پیچھے سے کہا کہ امام صاحب کی آواز نہیں آرہی ہے اس پر کوئی آدمی تکبیر کہنا شروع کر دے تو جو لوگ مکبر کی تکبیر پر رکوع سجدہ کریں ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ہمارے یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) کسی نے کہا ”آواز نہیں آرہی ہے“ اس پر کسی شخص کو خیال آیا کہ واقعی مکبر کی ضرورت ہے اور اپنے اس خیال پر تکبیر کہنا شروع کر دے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کہ وہ اپنے خیال پر عمل کر رہا ہے کہ جس طرح باہر سے کوئی

شخص نماز کو لقمہ دے اور نماز کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور اپنی یاد پر اصلاح کر لے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے:

(سوال ۱۰۸) ہمارے یہاں امام صاحب نے نماز ظہر میں دو رکعت تو ٹھیک پڑھی پھر تیسری رکعت میں امام صاحب قعدہ میں بیٹھے لیکن کسی نے بھی لقمہ نہیں دیا۔ امام صاحب التحیات پوری کر کے چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کئے بغیر پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے پانچویں رکعت پوری کر کے قعدہ کیا اور سلام پھیر کر نماز پوری کی تو مقتدیوں نے کہا کہ امام صاحب پانچ رکعت ہوئی ہیں نماز لوٹائیے۔ تو امام صاحب نے کہا کہ سجدہ سہو کیا ہے اس لئے دھرانے کی ضرورت نہیں اور مزید کہا کہ سجدہ سہو بھی نہ کیا ہوتا تب بھی نماز ہو جاتی کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت پڑھی ہیں کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں فرض ظہر ادا نہیں ہوا۔ اعادہ ضروری ہے۔ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض تھا اس صورت میں سجدہ سہو کافی نہیں ہے۔ (۱) التبع اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کر لیا ہوتا، پھر کھڑے ہو کر پانچویں رکعت پڑھتے یا پانچویں رکعت میں کھڑے ہو گئے تھے تو سجدہ سے پہلے بیٹھ جاتے تو ان صورتوں میں سجدہ سہو کافی ہو سکتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟

(سوال ۱۰۹) نماز میں ایک شخص نے جمائی (جسے گجراتی میں بگا سا، اباسا کہتے ہیں) لی اور جمائی لیتے وقت آواز نکلے جس سے ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ بیوقوف جروا۔

(الجواب) مجبوری کی وجہ سے جمائی لی ہو اور احتیاط کرتا ہو کہ آواز نہ نکلے تو معاف ہے اور اگر اس میں احتیاط نہ کرتا ہو اور بے احتیاطی کی وجہ سے آواز نکلے اور حروف پیدا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (عمدة الفقہ ص ۲۵۲ ج ۲)

در مختار میں ہے: یفسدھا۔ (والتحیح) بحر فین (بلا عذر) امامہ بان نشأمن طبعہ فلا (او) بلا (غرض) صحیح فلو لتحسین صوتہ او لیہتدی امامہ او للاعلامہ انہ فی الصلوٰۃ فلا فساد علی الصحیح (در مختار ج ۱ ص ۵۷۸ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا) فقط واللہ اعلم بالصواب

تذاریک زلت کی صورت میں صحت صلوٰۃ وعدم فساد کا حکم:

(سوال ۱۱۰) تذاریک زلت کے بعد صحت صلوٰۃ وعدم صحت کے متعلق فقہائے کرام کی دورائیں ہیں۔

پہلی رائے:-

تذاریک سے بھی نماز فاسد رہے گی اور واجب الاعادہ ہے۔ وہبانیہ میں ہے۔

(۱) والقعدة الاخيرة فرض في الفرض والتطوع حتى لو صلى ركعتين ولم يقعد في آخرهما وقام وذهب تفسد صلاته كذا في الخلاصة الباب الرابع في صفة الصلاة الفصل الاول في فرائض الصلاة

وان لحن القاری واصلح بعده

اذا غیر المعنی. الفساد مقرر

فتاویٰ کاملہ ص ۱۳ پر ہے۔ سئل عن لحن فی الصلوٰۃ لحناً یغیر المعنی ثم اعاد ما لحن فیہا صحیحاً هل تفسد صلاته.

(قال جواب) ان صلاته تفسد بذلك وان اعاد وقد اشار الی ذلك صاحب الوهبانیہ بقوله وانی لحن الخ قال شارحها الشر نبالی: صورتها: المصلی اذا لحن فی قراءته لحناً یغیر المعنی کفتح لام " الضالین " لا تجوز صلاته وان اعاد بعدها علی الصواب. واللہ اعلم اه.

قاضی خان کے مندرجہ ذیل جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ان اوادان یقرء کلمۃ فجری علی لسانہ شطر کلمۃ اخری فرجع وقرأ الاولى اور کع ولم یتتم الشطر ان قرأ شطراً من کلمۃ لو أتمها لا تفسد صلاته بشرطها وللشطر حکم الكل هو الصحيح اه (فتاویٰ قاضی خان بر حاشیہ عالمگیری مطبوعہ امیر یہ مصر ۱/ ۱۵۳. فی فصل قراءۃ القرآن خطأ وفي الاحکام المتعلقة بالقراءۃ)

دوسری رائے:

تدارک سے فساد مرتفع ہو جائے گا اور نماز صحیح ہوگی (طحطاوی علی الدر المختار ۱/ ۲۶۷ فی زلۃ القاری) میں ہے۔ وفي المضمرات: قرء فی الصلوٰۃ بخطاً فاحش ثم اعاد وقرء صحيحها فصلا تہ جائزة الخ امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۶۸ مطبوعہ کراچی میں بھی صحت صلوٰۃ کو اختیار کیا گیا ہے اور عالمگیریہ کے جزئیہ سے۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ (مفتی اول دارالعلوم دیوبند) کی رائے سے استدلال کیا گیا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم طبع قدیم (اول و دوم ص ۲۳۱ امداد المفتیین) میں بھی صحت صلوٰۃ کا حکم ہے وہاں سائل نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے عدم صحت پیش کیا ہے۔ حضرت مجیب نے اس رائے کو استحباب اعادہ یا احتیاط پر محمول کیا ہے۔

حضرت والا کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے۔ مدلل ارقام فرمائیں۔ والسلام۔

سائل (مولانا) سعید احمد پالن پوری۔ دارالعلوم اشرفیہ (سورت) ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء۔

(الجواب) اس قسم کی غلطی اور نعرشوں سے احتراز ناممکن ہے۔ خصوصاً تراویح میں اگر اصلاح کے بعد بھی فساد کا حکم قائم رکھا گیا تو ناقابل برداشت تنگی لازم آئے گی۔ لہذا دفعاً للخرج اور عموم بلوئی کے پیش نظر مفتی کو صحت صلوٰۃ کا قول اختیار کرنا چاہئے۔ ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوٰۃ بخطاً فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی فصلوته جائزة (فتاویٰ عالمگیری ص ۵۱ ج ۱)

مسئلہ:

ان الصلوٰۃ اذا جمازت من وجوه فسدت من وجه یحکم بالفساد احتیاطاً الا فی باب

القراءة لان للناس عموم البلوى كذا فى "الظهيرية".

ذکر فی الفوائد:

لو قرأ فى الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقراء صحيحاً قال عندى صلواته جائزة انتهى. (الفتح الرحمانى فى فتاوى السيد ثابت ابى المعانى الاستاذ الفقيه المحدث مولانا الشيخ حامد مرزا الفرغانى النمبكانى نزىل المدينة المنورة ص ۱۶۳)
اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے:-

(سوال) شخصے در نماز، تصلى ناراً حامیة فى جنة عالية تسقى من عين انیه۔ خواندہ نماز صحیح شد یا نہ؟
(الجواب) نماز صحیح شدنی المضمرة ذکر فی الفوائد ولو قرأ فى الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقراء صحيحاً قال عندى صلواته جائزة. انتهى (ص ۵۲)

(سوال) قراءت میں امام نے ایسی غلطی کی۔ جس سے معنی بدل گئے۔ لیکن مقتدی کے بتلانے سے غلطی درست ہوگئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

(الجواب) جب مقتدی کے بتلانے سے صحیح پڑھ لیا تو نماز ہوگئی۔ (کتاب عماد الدین مرتبہ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ص ۶۳ پاکستان)

اگر کسی نے قراءت میں کھلی ہوئی غلطی کی۔ پھر لوٹا کر صحیح پڑھا تو اس کی نماز جائز اور درست ہے۔ (۱) (عمدة الفقه مولفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ ص ۱۳۰ ج ۲ پاکستان) فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۱) ایک شخص کی جیب میں ایک شیشی تھی جس میں پیشاب تھا ٹیسٹ کرانے کے لئے لے جا رہا تھا، نماز کا وقت آگیا اور اس نے بھول سے جیب میں شیشی ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لی، شیشی بالکل بند تھی تو نماز ہوگئی یا لوٹنا ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں نماز نہیں ہوئی واجب الاعادہ ہے، یہ حامل نجاست ہے۔ او یعد حامل لہ (ای الخبث، النجاسة) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۷۳، باب شروط الصلوة)

عمدة الفقه میں ہے: (۵) اگر وہ نجاست اپنے معدن سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہو نماز کی مانع ہوگی، پس اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین یا جیب میں ایک شیشی ہے جس میں شراب یا پیشاب ہے تو نماز جائز نہ ہوگی خواہ وہ بھری ہوئی ہو یا نہ ہو اور اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو، کیونکہ وہ شراب یا پیشاب اپنے معدن (جائے پیدائش) میں نہیں ہے (عمدة الفقه ص ۴۶ ج ۲ فقط واللہ اعلم۔)

(۱) ذکر فی الفوائد لو قرأ فى الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع وقراء صحيحاً قال عندى صلاحه جائزة فى وكذلك اعراب فتاوى عالمگیری الباب الخامس فى زلة القارى ج. ۱ ص ۸۳.

بلاخری نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا:

(سوال ۱۱۲) مطبوعہ مجتہائی بہشتی زیور حصہ دوم ص ۷۷ قبلہ طرف منہ کرنے کے بیان میں اور بہشتی ثمر حصہ اول ص ۶۶ و ص ۶۷ نماز کی شرطوں کے بیان میں ہے کہ ”اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ معلوم نہیں ہوتا کدھر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے جدھر دل گواہی دے اس طرح پڑھ لیوے اگر بے سوچے پڑھ لیوے گی تو نماز نہ ہوگی، اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تب بھی نماز نہیں ہوئی۔“

لیکن آخری بہشتی زیور عکسی میں ہے کہ ”لیکن اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہو جائے گی (حصہ ج ۲ ص ۱۶)

سوال یہ ہے کہ بہشتی زیور مطبوعہ مجتہائی اور بہشتی ثمر میں جو ہے کہ ”نماز نہیں ہوئی، اور آخری بہشتی زیور میں جو ہے کہ ”نماز ہو جائے گی“ ان دونوں مسئلوں میں صحیح کیا ہے، حوالہ سمیت جواب دے کر ممتون کریں۔

(الجواب) آخری بہشتی زیور عکسی میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے، نور الايضاح میں ہے وان شرع بلا تحر فعلہ بعد فراغہ انہ اصاب صحت وان علم باصابته فیہا فسدت (نور الايضاح ص ۶۹ باب شروط الصلوۃ واركانہا) (درمختار مع الشامی جلد نمبر ۱ ص ۴۰۵ باب شروط الصلوۃ)

ترجمہ:- اور اگر بلاخری (سوچے سمجھے بغیر) نماز شروع کر دی پھر بعد فراغت نماز معلوم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہوگئی، اور دوران نماز علم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھ رہا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی (جیسا کہ متیمم درمیان نماز پانی پر قادر ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے کے بعد بلاکلی کئے نماز:

(سوال ۱۱۳) فجر کی سنت کے بعد خمیرہ کھا کر مسجد نماز پڑھنے گیا، کلی کرنا بھول گیا اور نماز میں شامل ہو گیا، حالت نماز میں خمیرہ کی مٹھاس کا اثر گلے میں محسوس ہوا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب منہ میں خمیرہ نہیں صرف مٹھاس کا اثر ہے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی بلا تردد نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، شامی میں ہے۔ ولو اکل شیئاً من الحلأۃ وابتلع عینہا فدخل فی الصلوۃ فوجد حلاوتہا فی فیہ وابتلعہا لا تفسد صلاتہ۔ یعنی میٹھی شئی کھا کر حلق میں اتار دی درحالیکہ منہ میں مٹھاس کا اثر ابھی باقی ہے اس کے نگل لینے سے نماز میں فساد نہیں آئے گا۔ (شامی ج ۱ ص ۵۸۳ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا:

(سوال ۱۱۴) عورت نماز پڑھ رہی تھی جب قعدہ میں بیٹھی تو بچہ نے اس عورت کا پستان منہ میں لے لیا اور چوسنے لگا، اس سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی؟

(الجواب) صرف پستان منہ میں لینے سے نماز میں فساد نہیں آتا، البتہ اگر دودھ پیا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی، فتاویٰ

عالمگیری میں ہے، صبی مص ثدی امرأة مصلیة ان خرج اللبن فسدت والا فلا لانه متى خرج اللبن يكون ارضا عا وبدونه لا كذا فی محیط السرخسی (ج ۱ ص ۱۰۴) باب ما یفسد الصلاة وما یكره فیها فصل فی الاستخلاف فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خوش الحالی سے نماز میں گریہ طاری ہونا:

(سوال ۱۱۵) امام کی قرأت سننے سے نماز میں باؤاز گریہ طاری ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینو تو جروا۔
(الجواب) اللہ تعالیٰ کے خوف اور جہنم کے تذکرہ سے نماز میں رونا آوے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لا تفسد بحصولها من ذكر حنة او ناراً اتفاقاً لد لا لتها على الخشوع ای الخوف من الله تعالى الواحد القهار (طحاوی ص ۱۷۸ باب ما یفسد الصلاة) ہاں صرف خوش الحالی کے سبب رونا آوے تو نماز میں فساد آئے گا۔ فلو اعجبته قراءة الا مام فجعل يبكي ويقول بلى او نعم او آری لا تفسد سراجیه لدلالته على الخشوع قال الشامي رحمه الله تعالى افادانه لو كان استلذاذا بحسن النعمة يكون مفسدا (شامی ج ۱ ص ۶۱۹ و ص ۶۲۰ باب ما یفسد الصلاة وما یكره فیها) فقط واللہ اعلم بالصواب

عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چھ رکعت نماز پڑھا دی تو فرض

نماز ادا ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۲) عشاء کی نماز میں امام صاحب چار رکعت پڑھا کر بغیر قعدہ کئے کھڑے ہو گئے، مقتدیوں نے لقمہ دیا، پھر بھی نہیں بیٹھے اور چھٹی رکعت پڑھ کر بیٹھے، سجدہ سہو کیا، اور سلام پھیرا۔ کیا نماز فرض عشاء صحیح ہوگئی؟
(الجواب) نماز عشاء میں پہلا قعدہ واجب ہے اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کر لینے سے نماز ادا ہو جاتی ہے، لیکن دوسرا قعدہ فرض ہے، اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کافی نہیں ہوتا، لہذا صورت مسئلہ میں نماز عشاء نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، یہ چھ رکعتیں نفل ہو گئیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۸ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ۔

حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر گئی اس کا حکم:

(سوال ۱۱۷) دوران نماز امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر جائے اور باوجود کھٹکھارنے کے نہ نکلے اور حلق سے نیچے اتر جائے تو اس صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی یا اعادہ ضروری ہے؟
(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئلہ میں نماز صحیح ہو جائے گی اعادہ ضروری نہیں ولو اكل ما بين اسنانه لا تفسد لانه لا يمكن الا احتراز عنه ولهذا لا يبطل به الصوم الخ (عینی شرح باب ما یفسد الصلاة وما یكره فیها كنز ج ۱ ص ۴۳)

(۱) عن القعود الاول من الفرض ولو عملياً اما نفل فيعود مالم يقيد بالسجدة ثم تذكر عاداليه مالم فيستقم قائماً في ظاهر الرواية وهو الاصح والا ای وان استقاماً قائماً لا يعود لا شتغاً له بفرض القيام وسجدة للسهو ولو سها عن القعود الا خيز قبلها سجدة عامداً او ناسياً أو ساهياً او خطأ تحول فرضه نفلًا برفعه الجبهة عند محمد وبه يفتي در مختار على هامش شامی ج ۱ ص ۶۹۷۔ ۶۹۹ باب سجود السهو۔

او دخل حلقه ای حلق الصائم ذباب او غبار وهو ای والحال انه ذاکر لصومه لعدم استطاعة الامتناع عنه فاشبه الدخان الخ. (عنی شرح کنز باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده ج ۱ ص ۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بحالت نماز یا بحالت صوم مکھی بلا ارادہ حلق میں چلی گئی تو مفسد نہیں ہے، اس سے احتراز مشکل ہے۔ اور یہ مثل غبار و دخان کے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۶ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ۔

نماز کی حالت میں وساوس آئیں ان کا علاج:

(سوال ۱۱۸) آج کل عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جتنے لوگ بھی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان کے دماغ میں قسم قسم کے خیالات آتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جوان کو دور کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر ناکام ہوتے ہیں، تو ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) حامداً ومصلياً ومسلماً۔ خطرات کا دل میں آنا انسانی اختیار سے باہر ہے، لہذا اس سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا، البتہ خطرہ کو خود قائم کرنا اور دل میں لانا اور اس سے دلچسپی لینا بیشک برا ہے، ایک صحابیؓ نے آنحضرتؐ سے اس کی شکایت کی تھی تو فرمایا کہ تم ان خطرات کی طرف مطلق التفات نہ کرو اور اپنی نماز میں لگے رہو، لہذا اگر خطرہ آجائے تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے بلکہ نماز میں قرأت اور صحیح حروف کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے، خطرہ کی وجہ سے اپنی نماز کو بیکار سمجھے اور چھوڑ

بیٹھے تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان نماز میں آ کر مجھے حائل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ پڑھنے میں بھی شک ڈال دیتا ہے، ایسے موقع پر کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شیطان کا نام ”خنزب“ ہے تم جانو کہ وہ آ گیا ہے تو خدا سے پناہ چاہو اور تین مرتبہ بائیں طرف یعنی قلب کی جانب تھکارتو، حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کیا تو الحمد للہ اس عمل کی برکت سے حق تعالیٰ نے اس وسوسہ کو دفع کیا۔

وعن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول اللہ ان الشیطان قد حال بینی و بین صلوٰتی و بین قراۃتی یلبسها علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاک شیطان یقال له خنزب فاذا احسنته فتعوذ باللہ منه واتفل علی یسارک ثلاثا ففعلت ذلک فاذہب اللہ عنی رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۱۹ باب الوسوسۃ)

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم پڑھتے رہئے، اس سے بھی وسوسے دفع ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ۔

نماز کے لئے جگانا:

(سوال ۱۱۹) ہمارے محلہ میں لوگ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح کو فجر کی جماعت میں شامل نہیں ہوتے اس لئے ہمارے یہاں صبح کی اذان کے بعد چند آدمی محلہ میں گشت لگا کر لوگوں کو جگاتے ہیں اور نماز کی طرف بلاتے ہیں

اس طرح جماعت میں تقریباً سو ۱۰۰ آدمی شریک ہو جاتے ہیں۔ اگر اس طرح بیدار نہ کیا جائے تو پچیس ۲۵ سے تیس ۳۰ آدمی ہوتے ہیں۔ چند لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس طرح نماز کے لئے اٹھانا گناہ ہے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اٹھنے والے لوگ اس سے راضی ہیں آپ مع حوالجات تحریر فرمائیں۔ بینواتو جردا۔ از سورت۔

(الجواب) اصل حکم یہی ہے کہ تہویب (اذان کے بعد اعلان) مکروہ ہے کہ اذان کافی ہے۔ اذان کے بعد اعلان کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس سے اذان کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ خدائی بلا وہ ”حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح“ کی مسلمان پرواہ نہیں کرتے اس لئے بعض علماء نے غافلوں کی تنبیہ کے لئے اجازت دی ہے۔ مجالس البرار میں ہے۔

ولظهور التوانی فی الامور الدینیۃ استحسن المتأخرون التہویب بین الاذان والا قامة فی الصلوات کلہا سوی المغرب وهذا العود الی الا علام بعد الا علام بحسب ما تعارفہ کل قوم لانہ مبالغة فی الا علام فلا یحصل ذلک الا بما یعارفونہ، (مجالس البرار ص ۲۸۷ مجلس ص ۴۸) کبیری میں ہے۔ واستحسن المتأخرون التہویب وهو العود الی الا علام بعد الا علام بحسب ما تعارفہ کل قوم لظهور التوانی فی الامور الدینیۃ (ص ۳۶۱) (نور الا یضاح ص ۶۲ باب الاذان) (شامی ج ۱ ص ۳۶۱، ص ۳۶۲ ایضاً) بلاشبہ صبح کا وقت غفلت کا وقت ہے غافلوں کو بیدار کرنے اور نماز باجماعت کا عادی بنانے کے لئے باہمت لوگ جگانے کے لئے نکلتے ہوں تو ان کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک ضرورت ہو یہ عمل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ مگر کام سلیقہ سے ہونا چاہئے۔ تماشہ نہ بنالیا جائے اور باعث ایذاء مسلمین نہ ہو، مستورات اور معذورین، مکانوں میں نماز اور ذکر اللہ میں مشغول ہوں تو ان کا لحاظ رکھا جائے۔ لوگوں کو چاہئے کہ غافلین میں اپنا شمار نہ کرائیں۔ اور لوگوں کو اٹھانے کی زحمت سے بچائیں۔ شیخ سعدیؒ نے خوب کہا ہے

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خواں ومن خاموش

یعنی یہ مروت سے بہت بعید ہے کہ جنگل کے چرند و پرند تو یاد خدا میں مشغول ہوں اور میں (انسان اور مسلمان ہو کر)..... اللہ و رسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے (غافل پڑا رہوں)

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید کہ فلاں نمائد

(بس اے شخص نیکی میں مشغول رہ اور زندگی کو غنیمت جان اس سے پہلے کہ (گلی کو چوں میں تمہارے لئے) اعلان ہو کہ فلاں مر گیا (گلستان) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ۔

تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کر لیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہیں؟:

(سوال ۱۲۰) امام صاحب حافظ قرآن ہیں۔ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اس وقت تہجد میں تین سپارے پڑھتے ہیں اور دوسرے دو معتکف مقتدی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی دوسرے اور لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اگر

ہے تو اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) اگر امام صاحب کی صراحت یا کنایہ یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہو گئے۔ تو کراہت کے وہ ذمہ دار ہیں لیکن امام صاحب کو چاہئے کہ مسئلہ بتلا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہ ہوں گے ولو اقتدی بہ واحد او اثنان ثم جاءت جماعة اقتدوا بہ قال الر حمتی ینبغی ان تكون الکراہة علی المتأخرین۔ یعنی نفل پڑھنے والے کی ایک دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہو گئے تو علامہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۳ مطلب کراہۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وفي صلاة الرغائب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۲۱) اگر مقتدی ایک ہو تو اسے وہی طرف کھڑا رکھنے کے بجائے پیچھے کھڑا کرے یا بائیں طرف تو نماز ہوگی یا نہیں؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) نماز تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے اس بات کا مرتکب ہوگا۔ حتی لو صلی فی یسارہ او خلفہ جازو یکون مسیئاً لمخالفة السنة (عینی شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۳۹ باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زبردستی صف اول میں جگہ کرنا:

(سوال ۱۲۲) زید اذان ہوتے ہی مسجد میں حاضر ہو کر صف اول میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور بکر مسجد میں آ کر آخری صف میں بیٹھتا ہے۔ اور اقامت کے وقت جب زید وغیرہ صف بندی کرتے ہیں تو بکر آخری صف سے تمام صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں زید کی بغل میں زبردستی داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ زید اس کو کہتا ہے کہ یہ حرکت نازیبا اور خلاف شریعت ہے اگر تمہیں پہلی ہی صف کی فضیلت حاصل کرنا ہے تو پہلے ہی آ کر بیٹھ جانا چاہئے مگر بکر نہیں مانتا تو بکر کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) جب نمازی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے جائے تو شروع ہی سے پہلی صف میں یا جہاں جگہ ملے بیٹھے۔ آگے کی صفوں میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے بیٹھنا اور بعد میں دھکے بازی کر کے پہلی صف میں گھس جانا نمازیوں کو ایذا پہنچانا ہے اور یہ حرکت نازیبا اور سخت مکروہ ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۲۳) کوئی شخص امام سے پہلے سلام پھیر دے تو نماز ہوگئی یا ناقض واجب الاداء ہوئی؟ یا پھر امام کے ساتھ

(۱) قال فی المعراج الا فصل ان یقف فی الصف الآخر اذا خاف ایذاء احد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان یؤذی مسلماً اضعف لہ اجر صف الاول وبہ أخذ ابو حنیفہ و محمد شامی مطلب فی الکلام علی الصف الاول ج ۱ ص ۵۳۲۔

دوبارہ سلام پھیرے؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) بلا عذر شرعی مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اسے چاہئے کہ امام کے ساتھ نماز پوری کرے اور امام کے ساتھ دوبارہ سلام پھیرے۔ درمختار میں ہے۔ ولو اتمہ قبل امامہ فتکلم جازو کرہ (ولہ ولو اتمہ) ای لو اتم الموتم التشہد بآء ن اسرع فیہ و فرغ منہ قبل اتمامہ فاتنی بما یخرجہ من الصلوٰۃ کسلام او کلام او قیام جاز ای صحت صلاتہ لحصولہ بعد تمام الارکان لان الامام وان لم یکن اتم التشہد لکنہ قعدہ قدرہ لان المفروض من القعدة قدر اسرع ما یكون من قراءة التشہد وقد حصل وانما کرہ للموتم ذلک لترکہ متابعة الامام بلا عذر فلو بہ کخوف حدث او خروج وقت جمعة او مرور ماربین یدیہ فلا کراہة۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۹۰) قیل مطلب فی وقت ادراک فضیلة الافتتاح آداب الصلوٰۃ فقط واللہ اعلم بالصواب

نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اس کا جواب!:

(سوال ۱۲۲) مکرم و محترم محذوم عالی جناب حضرت مفتی صاحب زیدت معالیہ۔ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

عرصہ دراز سے آنحضرت کی خبر و خیریت سے لاعلم ہوں۔ اس وقت ایک ضروری امر درپیش ہے وہ یہ کہ آپ کی مرتبہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۴۵ پر یہ مسئلہ بایں صورت مرقوم ہے ”البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ یا محن میں بھی جگہ نہ ہو اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔“

ہمارے شہر میں اس ضرورت جواز کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے امید ہے کہ آنجناب مندرجہ بالا مسئلہ کا حوالہ تحریر فرمائیں گے۔ فقط بینواتو جروا۔

(الجواب) معظمی و محترمی جناب مولانا صاحب دامت برکاتہم۔ سلام مسنون! گرامی نامہ موصول شدہ کاشف احوال ہوا (جزاکم اللہ تعالیٰ) حق تعالیٰ جناب کو تادم حیات خدمت دین میں مشغول رکھے اور قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

جناب کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ جواز بلا کراہت کا حکم کسی نص کے معارض نہیں ہے۔ بلکہ نصوص قرآنی اور قواعد فقہیہ کے عین مطابق ہے، قولہ تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے دشواری منظور نہیں ہے (سورہ بقرہ) وقولہ تعالیٰ ما جعل اللہ علیکم فی الدین من حرج یعنی اللہ تعالیٰ نے دین کی معاملہ میں تمہارے اوپر تنگی نہیں رکھی۔

(سورہ حج پ ۱۷) (الضرورات تبیح المحظورات) حاجت ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہے (الاشباہ والنظائر ص ۱۰۸ حصہ قواعد) المشقة تجلب التیسر (سختی سے آسانی ہو جاتی ہے) (الاشباہ) اور نصاب الاحتساب میں ہے۔ ویکرہ الصلوٰۃ فوق الکعبۃ و کذا الصعود علی سطح المسجد الا لحاجة اصلاح ونحوہ و کذا الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد

الححر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فحينئذ لا یکرہ الصعود علی سطحه للضرورة الخ .

یعنی محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں اگر تعمیر اور مرمت کی ضرورت کی وجہ سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسی بنا پر یہ بھی مکروہ ہے کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے چھت پر جماعت کریں مگر یہ کہ مسجد میں نمازیوں کی گنجائش نہ رہے تو پھر مکروہ نہ ہوگا۔ (نصاب الاحساب قلمی باب نمبر ۱۵، ص ۳۲)

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے:- الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد حينئذ لا یکرہ الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۲ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

علیٰ ہذا۔ مصلیوں پر نماز پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جائے تو ضرورتاً صف اول کا آگے بڑھا لینا بلا کراہت درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۱ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ۔

نماز میں عمامہ باندھنا:

(سوال ۱۲۵) ہمارے یہاں امام صاحب اکثر بلا عمامہ نماز پڑھاتے ہیں کیا اس طرح نماز پڑھنا صحیح ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) امام صاحب کے لباس میں عمامہ شامل ہو۔ یعنی بغیر عمامہ باندھے بازار و مجالس میں نہ جاتے ہوں تو ایسے امام صاحب کا بغیر عمامہ باندھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور جن کے لباس میں عمامہ شامل نہ ہو ان کے لئے مکروہ نہیں۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تاکہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں داڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۲۶) امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں لیکن نماز شروع کرنے کے بعد اپنا ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے رہتے ہیں اور بار بار اپنا کرتہ درست کرتے رہتے ہیں رکوع سے اٹھ کر پانچامہ کھینچ کر سجدہ میں جاتے ہیں نماز میں ان حرکتوں کا کرنا کیسا ہے؟ نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) امام کو ایسی فضول حرکتوں سے احتراز کرنا چاہئے ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اور عمل کثیر ہو کر نماز کے فساد کی بھی نوبت آ جاتی ہے۔ لہذا ایسے افعال عبث سے امام اور نمازیوں کو بچنا ضروری ہے۔ ویکرہ ایضاً ان یکف ثوبہ، وهو فی الصلوۃ بعمل قليل بان یرفع من بین یدیه او من خلفه عند السجود

(۱) والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلاثة اثواب، قمیص وازار وعمامة فتاویٰ تارخانیۃ مایکرہ للمصلی وما لا یکرہ ج ۱ ص ۵۶۷

(کبیری ص ۳۳۷ مکروہات صلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا:

(سوال ۱۲۷) ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں ان کو کسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ متبر پڑھنا کہیں کر نہیں پڑھ سکتے تو شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ لنگی باندھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) جس لباس میں باہر نکلنا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو۔ معیوب سمجھتا ہو اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے (وصلاتہ فی ثياب بذلة) یلبسہا فی بیتہ . وفی الشامی . قال فی البحر وفسرہا فی شرح الوقایہ بما یلبسہ فی بیتہ ولا یذهب بہ الی الا کابر والظاهر ان الکراہۃ تنزیہیۃ ۵۱ (درمختار شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب مکروہات الصلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا:

(سوال ۱۲۸) قبرستان کے بیچ میں مسجد ہو تو اس میں پنج وقتہ نماز کی جماعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح ایسی مسجد میں نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مسجد کی چہار دیواری کے اندر نماز پڑھنے سے قبریں نمازی کے سامنے اور یمیناً و شمالاً نہ ہوں گی اس لئے نماز بلا کراہت درست ہے۔ کبیری میں ہے۔ ویکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی المخرج والی الحمام والی قبر لان فیہ ترک تعظیم المسجد وفی الخلاصۃ هذا اذا لم یکن بین یدی المصلی و بین هذا الموضع حائل کالحائط وان کان حائطاً لایکرہ (ص ۳۵۳ مکروہات صلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

غصب کردہ زمین میں نماز کا حکم:

(سوال) ایک غصب کردہ زمین ہے ایک دو دن کیلئے اس پر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) غصب کی ہوئی زمین میں نماز ہو جاتی ہے۔ مگر جانتے ہوئے بدون مجبوری اس جگہ نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔ اس لئے مالک سے اجازت حاصل کر لی جائے۔ الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یعاقب بظلم فما کان بینہ و بین اللہ یتاب وما کان بینہ و بین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاویٰ وفتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۹. الفصل الثانی فیما یکرہ وما لایکرہ. وطحطاوی ص ۲۰۹ فصل فی المکروہات. فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں وسوسہ دور کرنے کیلئے بار بار اعوذ باللہ الخ پڑھنا۔

(سوال ۱۲۹) ہمارے امام صاحب کہتے ہیں نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) جب وسوسہ آئے تو بار بار اعوذ

باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنے سے وسوسہ دور ہو جائے گا۔ تو اس طرح اعوذ باللہ الخ پڑھنے سے نماز میں خلل آئے گا یا نہیں؟ اور امام صاحب کی ہدایت درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز میں وسوسہ دفع کرنے کے لئے بار بار اعوذ باللہ الخ پڑھنے کی ہدایت صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ نماز فاسد ہونے میں فقہاء کا اتفاق نہیں ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔ ولو حوقل لدفع الوسوسة ان لا مور الدنيا تفسد لا لا مور الاخرة درمختار ج ۱ ص ۵۸۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا (یعنی اگر نمازی نے لاحول ولا قوۃ الخ پڑھا تو اگر دنیوی امور کے لئے وسوسہ ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر امور آخرت کے لئے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً (الی قولہ) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً نظراً لا فرق بینہا و بین الحوقلة فلیستاً مل (طحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۴۱۶ باب ما یفسد الصلوة و یکرہ فیہا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا!:

(سوال ۱۳۰) ظہر اور فجر کے وقت سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد فرض پڑھنے سے پہلے دیری باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہوتی ہے؟ یا ثواب میں کمی آتی ہے صحیح کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) بعض فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ سنت وفرض کے درمیان دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہو جاتی ہے۔ مگر اتوی یہی ہے کہ سنت کا بطلان نہیں ہوتا۔ البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولكن ینقص ثوابها وقیل تسقطها (ج ۱ ص ۶۳۶ مطلب فی تحیۃ المہجد) یعنی سنت وفرض کے درمیان دنیوی باتیں کرے گا تو سنت باطل نہ ہوگی۔ مگر ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور قول ضعیف یہ بھی ہے کہ سنت باطل ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے:

(سوال ۱۳۱) نماز کی نیت باندھ لی اور اس کے بعد حالت قیام میں سر پر سے کسی طرح ٹوپی گر گئی تو کیا حکم ہے؟ اس کو اٹھا کر پہن لی جائے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز میں قیام یا رکوع کی حالت میں گری ہوئی ٹوپی اٹھا کر پہننا جائز نہیں ہے۔ عمل کثیر شمار ہوگا۔ جس کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ حالت سجدہ میں سر کے سامنے گری ہوئی ٹوپی عمل قلیل کے ساتھ مثلاً ایک ہاتھ سے لے کر پہن لی تو اجازت ہے بلکہ افضل ہے۔ اس سے نماز میں خرابی نہیں آئے گی۔ ولو سقطت قلنسوة فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۰۰ باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۳۲) ایک شخص کی عادت ہے کہ نماز میں زور زور سے ”یا اللہ“ بولتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) یہ عادت مکروہ اور واجب ترک ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیراٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۳۳) ہمارے یہاں ایک حافظ صاحب ہیں ایک دو نمازیں بھی پڑھاتے ہیں۔ جب وہ سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو اس وقت ان کا سیدھا پیر زمین سے اٹھ جاتا ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے وقت سیدھا پیر زمین پر سے اٹھ جاتا ہے اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن ایسی عادت کر لینا مکروہ ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک پیر پروزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلہ اکر کے کھڑا رہنا:

(سوال ۱۳۴) ہمارے امام صاحب جب قیام کرتے ہیں تو اپنا پورا وزن ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو لنگڑے کی طرح رکھتے ہیں۔ امام صاحب کو اس طرف توجہ دلائی گئی مگر وہ یہ عادت ترک نہیں کرتے تو شرعاً کیا اس کا کیا حکم ہے۔ اس سے نماز میں کراہت آتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز میں کبھی ایک پیر پروزن دے کر دوسرے پیر پروزن دے کر کھڑا رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ درست ہے۔ البتہ ایک پیر پر پورا وزن دے کر دوسرے پیر کو بالکل ڈھیلہ چھوڑ دے کہ وہ تھوڑا سیڑھا ہو جائے (جس طرح گھوڑا ایک پیر پروزن دے کر دوسرے پیر کو ٹیڑھا کر کے کھڑا ہوتا ہے) تو یہ مکروہ ہے۔ ویکرہ القیام علی احد القدمین فی الصلوۃ بلا عذر (باب صفة الصلاة بحث القیام شامی ج ۱ ص ۴۱۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جاتے ہوئے پانچا مے کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا!!

(سوال ۱۳۵) اگر کوئی شخص سجدہ میں جاتے وقت اپنے پانچا مے کو اوپر کھینچتا ہے اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد اپنے قمیص کے پیچھے کے دامن کو نیچے کرتا ہے تو اس فعل سے نماز میں کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) ایسی حرکت اور عادت یقیناً مکروہ ہے اور بعید نہیں کہ فعل کثیر ہو کر مفسد صلوۃ ہو جائے۔ لہذا اس عادت سے احتراز لازم ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) المصلی اذا مر بآية فيها ذكر النار او ذكر الموت فوقف عندها وتعوذ من النار واستغفر او مر بآية فيها ذكر الرحمة فوقف عندها أو سئل الله الرحمة فيها هنا ثلاث مسائل مسألة المنفرد والجواب فيها أنه ان كان في التوطين فهو حسن وان كان في الفرائض يكره الخ فتاوى تاتارخانيه، الفصل الرابع في بيان ما يكره للمصلی ان يفعل في صلاته وما لا يكره ج. ۱ ص ۵۶۵۔

(۲) ولو سجدوا لم يضع قدميه على الارض لا يجوز ولو وضع أحدهما جاز مع الكراهة ان كان بغير عذر كذا في شرح منية المصلی لابن امير الحاج فتاوى عالمگیری الباب الرابع في صفة الصلاة ج. ۱ ص ۷۰۔

(۳) يكره للمصلی ان يعبث بثوبه أو لحيته أو جسده وان يكف ثوبه بان يرفع ثوبه من بين يديه أو من خلفه اذا اراد السجود كذا في المعراج الدراية فتاوى عالمگیری الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره ج. ۱ ص ۱۰۵۔

اذان ہو جانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا:

(سوال ۱۳۶) اذان ہو جانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل جانا مکروہ ہے، یہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟
(الجواب) اذان ہو جانے کے بعد یعنی نماز کا وقت ہو چکنے کے بعد نماز پڑھے بغیر بلا عذر شرعی کے مسجد سے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے، جماعت کے وقت واپس آنے کا ارادہ ہے تو مکروہ نہیں ہے و کمرہ تحریمًا للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولاً الا لمن ینتظم بہ امر جماعة اخرى او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ اولاً ستاذہ لدرسہ اول سماع الوعظ او لحاجة ومن عزمہ ان یعود (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۶۹، ۶۷۸ مطلب فی کراہۃ الخروج من المسجد بعد الاذان)

حدیث شریف میں ہے جو شخص مسجد میں اذان سن کر بلا ضرورت کے چلا گیا اور واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو وہ منافق ہے عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرکہ الا اذن فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة وهو لا یرید الرجعة فهو منافق (ابن ماجہ ص ۵۴ باب اذا اذن وانت فی المسجد فلا تخرج) فقط واللہ اعلم بالصواب

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۳۷) بعض جگہوں پر متولی، امام، عالم یا مسلمان مسجد میں عورتوں کے لئے فرض یا تراویح کی جماعت کا انتظام کرتے ہیں اور بعض اوقات رات کو یادن کو محرم کے ساتھ یا بلا محرم کے دور دراز سے عورتیں مسجد میں آکر جماعت سے الگ جگہ میں نماز پڑھتی ہیں وہ استدلال کرتے ہیں کہ مکہ میں مسجد حرام میں عورتیں اور مرد ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتی تھیں مذکورہ حقیقت صحیح ہے تو کیوں نہیں آتیں؟ بحوالہ کتب جواب عنایت کریں۔

(الجواب) عورتوں کے لئے جہاں تک ممکن ہو، مخفی مقام پر اور چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون بیت (کمرہ) میں نماز پڑھے یہ صحن کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کے اندر چھوٹی کوٹھری (بخاری) میں نماز پڑھے یہ کمرہ کی نماز سے بہتر ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوٰۃ المرأة فی بیتها افضل من صلوٰتھا فی حجر تھا و صلوٰتھا فی مخدعھا افضل من صلوٰتھا فی بیتھا (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ کتاب الصلاة باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد)

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں پچیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (مسند الفردوس)

بے شک آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ خود رحمۃ للعالمین ﷺ موجود تھے، تعلیمات کا سلسلہ جاری تھا۔ احکام نازل ہو رہے تھے۔ وہ دور مقدس تھا جس کو خیر القرون فرمایا گیا ہے۔ یہ دور ختم ہونے لگا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد میں جانے

تے منع فرمایا، اس کی شکایت حضرت عائشہ سے کی گئی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر آنحضرت ﷺ یہ حالت دیکھتے جو حضرت عمرؓ نے دیکھی ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ ان عائشہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت لرادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعه نساء بنی اسرائیل (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ باب ما جاء فی خروج النساء الی المساجد)

ان وجوہات کی بنا پر حضرات فقہاء کرام نے بھی فتویٰ دیا کہ عورتوں کو مسجد میں جانا مکروہ ہے خواہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لئے جائیں یا جمعہ اور عید کی نماز کے لئے یا مجلس وعظ میں شرکت کرنے کے لئے ویکرہ حضور ہس الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجور الیلا علی المذہب السنی بد لفساد الزمان (درمختار مع طحطاوی ج ۱ ص ۳۸۴ باب الامامة ۲۸۳) یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجد نبوی ہو، ہندوستان ہو یا عربستان سب کے لئے یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے؟

(سوال ۱۳۸) امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہے تو وہ مکروہ ہے؟ بلندی کی کم از کم حد کتنی؟ (الجواب) بلندی کی کم از کم مقدار اور حد کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے اس لئے کہ اس کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان میں مقدار کی تصریح نہیں ہے، حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے امام کو مقتدی سے بلند جگہ پر کھڑے رہنے سے ممانعت فرمائی۔ روى الحاكم مرفوعا نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم الا امام فواو یقی الناس خلفه الخ (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۳۱ مکروہات الصلوة) (شامی ج ۱ ص ۶۰۴ ایضا) (عینی شرح ہدایہ ج ۱ ص ۸۰۵ ایضا)

اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے مدائن میں نماز پڑھائی تو مقتدیوں سے بلندی پر کھڑے رہے حضرت حذیفہؓ یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور ہاتھ پکڑ کر نیچے کھینچ لائے نماز کے بعد فرمایا کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "اذا ام الرجل القوم فلا یقم فی مکان ارفع من مقامهم او نحو ذلك قال عمار لذلك اتبعک حین اخذت علی یدی (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۹۵ باب الامام لقوم مکانا ارفع منهم)

(ترجمہ) جب کوئی شخص کسی جماعت کی امامت کرے تو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جو جماعت کی جگہ سے بلند ہو۔ حضرت عمار نے فرمایا اسی لئے تو میں نے یہ کیا کہ جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے آپ کی تعمیل کر دی۔ ان دونوں روایتوں میں بلندی کی کوئی حد اور مقدار مذکور نہیں ہے، اس لئے اختلاف ہونا قدرتی ہے لہذا مقدار کے متعلق کئی قول ہیں جن میں دو قول معتبر سمجھے گئے ہیں۔

(۱) ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ کی مقدار بلندی ممنوع و مکروہ ہے، اس سے کم مکروہ نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ

نمازی کے لئے سترہ کی بلندی کی مقدار کم از کم ایک ذراع (ہاتھ) مانی گئی ہے اس پر قیاس کر کے جگہ کی بلندی بھی ایک ہاتھ مانی چاہئے کہ بمقدار سترہ بلندی مکروہ ہے اس سے کم مکروہ نہیں۔

(۲) اتنی بلندی پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ نمایاں طور پر امام مقتدیوں سے ممتاز اور الگ معلوم ہوتا ہو دلیل یہ ہے کہ احادیث میں مطلق بلندی ممنوع ہے لہذا جس صورت میں امام مقتدی سے بلندی میں ممتاز اور نمایاں طور پر جدا معلوم ہوتا ہو اتنی بلندی مکروہ اور ممنوع ہونی چاہئے اور جیسے جیسے یہ بلندی بڑھتی جائے گی کراہت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔ صاحب بدائع وغیرہ فقہاء نے اسی قول کی تائید کی ہے اور اسے ظاہر روایت بتلایا ہے۔ (البدائع والصنائع ج ۱ ص ۲۸۱) (۱) شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے یہی قول اختیار کیا ہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۶۰ فصل ویکرہ للمصلی) اور زاد الفقیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقيامه على مكان مرتفع وهو ما يقع به التميز ظاهراً وحده (یعنی) (مکروہ ہے) اکیلے امام کا اتنی بلند جگہ پر کھڑا رہنا جو ظاہراً ممتاز معلوم ہو اور صاف طور پر الگ دکھائی دے (ص ۵۰)

”بحر الرائق“ میں ہے کہ ظاہر روایت اور اطلاق حدیث کے بموجب عمل کرنا بہتر ہے فالحاصل ان النصحيح قد اختلف والا لى العمل بظاهر الرواية واطلاق الحديث (ص ۲۶ ج ۲) علامہ طحاویؒ اور علامہ شامیؒ نے بھی دوسرے قول کی تائید اور موافقت فرمائی ہے (قولہ وهو الا وجه) وهو ظاهر الرواية والروایات قد اختلفت فى المقدار الاخذ بظاهر الرواية اولی (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۱ مکروہات صلاۃ) (قولہ وقيل الخ) هو ظاهر الرواية كما فى البدائع الخ (شامی ایضاً ج ۱ ص ۶۰۵) فقط والله اعلم بالصواب۔

اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو:

(سوال ۱۳۹) اکیلا امام نوانچ اونچی جگہ (برآمدہ) پر کھڑا رہ کر نماز پڑھائے اور مصلیٰ نیچے (صحن میں) ہیں تو کیا حکم ہے؟ مصلیوں کا ازدحام وغیرہ شرعی عذر کچھ نہیں ہے۔

(الجواب) بغیر عذر شرعی کے امام کا اس طرح نوانچ بلند جگہ پر کھڑے رہ کر نماز پڑھنا اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے (کہ وہ لوگ اپنے امام کی جگہ بلند رکھتے ہیں) مکروہ ہے۔ ہاں اگر امام کے پیچھے اس اونچی جگہ پر کچھ نمازیوں کی صف ہوگی تو کراہت نہیں ہے ویکرہ ایضاً ان یفرد الا امام عن القوم فى مكان اعلى من مكان القوم اذا لم یکن بعض القوم معه لان فيه التشبيه باهل الكتاب على ما تقدم انهم یخصون امامهم بالمكان المرتفع ولذا اذا كان بعض القوم مع الامام لا یکرہ لزوال التشبيه بزوال التخصیص (مکروہات صلوٰۃ کبریٰ ص ۳۴۸)

(۱) یکرہ سواء كان المكان قدر قامة الرجل او دون ذلك فى ظاهر الرواية..... والصحيح جواب ظاهر الرواية الخ وان ما يستحب فيها وما یکرہ

متفرق مسائل:

(سوال ۱۴۰) (۱) نماز میں بعض لوگ قعدہ کی حالت میں بائیں پاؤں بچھا کر اس پر دائیں پاؤں کی پشت رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یعنی بائیں پاؤں کا تلو اور دائیں پاؤں کی پشت ملا کر بیٹھ جاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں اور اس کی اصل کہاں سے ہے؟ (۲) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی بلا کراہت یا کراہت؟ (۳) زید کا کہنا ہے کہ مسافر کے قصر کرنے میں تمام مذاہب برابر ہیں یعنی چاروں مذاہب میں قصر ضروری ہے شرعی مسافر کو قصر کرنا ضروری ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل کے نزدیک قصر ہے یا نہیں؟ (۴) مالدار شخص اپنے تین یا چار یا پانچ بیٹوں یعنی لڑکوں میں سے منتخب کر کے اپنی حیاتی میں تمام مال یا نصف مال یا ثلث حصہ مال کا ہدیہ بخش دے سکتا ہے؟ اگر دیوے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) یہ طریقہ خلاف سنت اور مکروہ ہے نماز کے قعدہ میں مرد کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے بائیں پیر کو بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے و اذا فرغ الرجل من سجدة الركعة الثانية افترش رجله اليسرى وجلس عليها ونصب يمينه ووجه اصابعها نحو القبلة (نور الايضاح ص ۷۹) وبعد فراغه من سجدة الركعة الثانية يفرش الرجل رجله اليسرى فيجعلها بين يتيه ويجلس عليها وينصب رجله اليمنى ويوجه اصابعه في المنصوبة نحو القبلة هو السنة الخ (درمختار) قوله (هو السنة) فلو تورك او تبرع فقد خالف السنة (طحطاوى على الدر المختار ج ۱ ص ۳۲۸ فصل اذا اراد الشروع في الصلاة الخ) ردالمحتار (ج ۱ ص ۳۷۴ ايضاً) اگر عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو جس طرح بن پڑے بیٹھے اور کوشش کرے کہ ہیئت مسنونہ کے قریب تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہے اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی خواہ مقیم ہو یا مسافر و اطلق الا امام فشمّل المقیم والمسافر لکن لو کان مقیماً کا امام مکہ صلی بہم صلوٰۃ المقیمین ولا يجوز له القصر ولا للحجاج

الاقتداء به قال الا امام الحلوانی کان الا امام النسفی يقول العجب من اهل الموقف يتابعون امام مكة في القصر فانی يستجاب لهم او ير جی لهم الخير وصلاحهم غير جائز قال شمس الا نمة كنت مع اهل الموقف فاعتزلت وصليت كل صلوٰۃ في وقتها و اوصيت بذلك اصحابی وقد سمعنا انه يتكلف ويخرج مسيرة سفر ثم ياتي عرفات فلو كان هكذا فالقصر جائزاً فيجب الاحتياط اه ملخصاً من التارخانية عن المحيط (شامی جلد دوم ص ۲۳۸ صلاة مسافر)

ایک تائیدی فتویٰ ملاحظہ ہوا

مسئلہ:-

”مقیم شخص کو قصر کرنا جائز نہیں، خواہ مقتدی ہو یا امام اور اگر مقیم امام ہو اور قصر کرے تو اس کی اقتداء نہ مسافر کو جائز ہے نہ مقیم کو، اگر کوئی امام مقیم قصر کرے گا تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز نہ ہوگی“ ”معلم الحجاج“ ص ۲۷ مؤلف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتی مدد مظاہر علوم سہارنپور۔ اس کے حاشیہ میں پوری وضاحت ملاحظہ ہو۔
 (۳) مسافر کے لئے قنم جائز ہونے میں سب اماموں کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ قصر عزیمت (واجب) ہے یا رخصت؟ حضرت امام ابو حنیفہ عزیمت کے قائل ہیں اور حضرت امام شافعی وغیرہ رخصت کہتے ہیں۔
 اتفقوا علی جواز القصر فی السفر و اختلفوا هل هو رخصة او عزيمة؟ فقال ابو حنیفة هو عزيمة و شدد فیہ وقال مالک و الشافعی و احمد هو رخصة فی السفر الجائر و حکى عن داود انه لا يجوز الا فی سفر واجب. و عنه ایضا انه یختص بالخوف و لا یجوز القصر فی سفر المعصية و لا الترخص برخص السفر عند مالک و الشافعی و احمد و قال ابو حنیفة یجوز ذلك (رحمة الائمة فی اختلاف الائمة ص ۵۳ بدایہ المجتہد ج ۱ ص ۱۶۱) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) شرعی مصلحت سے ایک وارث کو زیادہ یا کل مال دے دیا جب کہ دیگر ورثاء کو بلا وجہ شرعی کم دینا یا نقصان پہنچانا یا محروم کرنا مقصود نہ ہو تو امید ہے کہ کناہ نہ ہوگا۔ انما الاعمال بالنیات الحدیث۔ ورنہ مستوجب عقاب شدید ہوگا۔ حدیث میں ہے ان الرجل لیعمل و المرأة بطاعة اللہ ستین سنة ثم یحضر ہما الموت فیضاران فی الوصية فتجب لهما النار۔ یعنی بعض مرد یا عورت ساٹھ سال تک (یعنی پوری عمر) خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول رہتے ہیں لیکن مرنے کے وقت وصیت وغیرہ کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچا جاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں جائیں گے (معاذ اللہ) (مشکوٰۃ ص ۲۶۵ باب الوصایا الفصل الثانی) لہذا بلا وجہ شرعی بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ ارشاد خداوندی ابائکم و ابناءکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا یعنی تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کو نہیں معلوم کون زیادہ تمہیں فائدہ پہنچائیں گے (اس کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے) سورۃ النساء فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۴۱) سونا چاندی کے زیورات اور گھڑی پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) مردوں کے لئے نماز وغیر نماز میں سونے چاندی کا استعمال ناجائز اور حرام ہے صرف ساڑھے چار ماش چاندی کی انگوٹھی پہننے کی گنجائش ہے، سونے کی ناجائز ہے، سونا، چاندی اور اس سے بنے ہوئے زیورات اور روپے اور سکے جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں جائز ہے اگر گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی کے ہوں اور بقیہ پرزے دوسری دھات کے ہوں تو حرج نہیں۔

(سوال ۱۴۲) روپے اور پوسٹ کارڈ تصویر والے جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) روپے، نوٹ اور پوسٹ کارڈ پر تصویر ہوتی ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۴۳) ایسا رومال لپیٹ کر نماز پڑھے کہ جس میں سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے تو کیا نماز صحیح ہے یا نہیں؟
 (الجواب) ٹوپی پہننی چاہئے نماز کے وقت اس طرح سر پر رومال لپیٹنا مکروہ اور منع ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے

ویکروہ الا اعتجارہ و ہواں یشدوا سد بالسندیل و یشدوا وسط رأسہ۔ یعنی یہ دو مال اس طرح پیٹنا کہ
در میانہ حصہ کا ٹکڑا نہ پڑے۔ (ج ۱ ص ۵۷ باب السجد فی الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا وما لا یکرہ
افقط واللہ اعلم بالصواب)

تبکیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کے لئے دوڑنے کا حکم:

(سوال ۱۴۴) نمازی حضرات وضو میں مشغول ہوں اتنے میں تبکیر شروع ہو جائے تو اس کے حصول کے لئے
دوڑتے ہیں تو اس طرح دوڑنا ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں جلدی کرے دوڑے نہیں، میانہ روی اختیار کرے دوڑنا منع ہے حدیث شریف میں
ہے کہ جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے اطمینان اور وقار سے چلو، دوڑومت۔ (بخاری شریف ج ۳ ص ۸۸
کتاب الاذان باب ما ادرکتہم فصلوا وما فاتکم فأتیموا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے قصد سے ٹکنا نماز
کے حکم میں ہے (مسلم شریف) اسی بنا پر مستحب ہے کہ اثنائے راہ میں حتی الامکان ایسی حرکت نہ کرے جو ہیئت صلوٰۃ
کے منافی ہو (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۲۲۰ باب استحباب اتیان الصلوٰۃ بوقار و سکینۃ والنہی عن
اتیانہا سعیا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکعت اور رکوع حاصل کرنے کے لئے دوڑنا:

(سوال ۱۴۵) امام صاحب رکوع کریں اس وقت لوگ رکوع کی شرکت کے لئے دوڑتے ہیں جس سے دوسرے
نمازیوں کو خلل ہوتا ہے تو اس طرح دوڑنا شرعاً کیسا ہے؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں دوڑے نہیں، دوڑنا منع ہے خواہ رکوع نہ ملے۔ حدیث میں ہے کہ نماز کے لئے
دوڑتے ہوئے نہ آؤ اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ۔ رکعت فوت ہو جائے اس کو بعد میں ادا کر لو (مسلم شریف ج ۱ ص
۲۲۰ ایضاً) اس کے علاوہ یہ بھی خیال رہے کہ مسجد میں دوڑنا مسجد کے احترام کے خلاف ہے خصوصاً جب کہ نمازیوں کو بھی
تشویش ہو، جس سے اجتناب ضروری ہے۔ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں تھے، پیچھے سے ایک
آدی آیا اس کے پاس جو سامان تھا اس کو پھینک کر نماز میں شریک ہو گیا، حضرت فاروق اعظمؓ نے نماز سے فارغ ہو کر
اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈال دیا (کتاب الاعصام) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حنفی امام شافعی مقتدی کی آمین ختم ہونے تک رکنا رہے:

(سوال ۱۴۶) ہمارے اس چیلان میں ہندی، افریقی دو قسم کی بستی ہے، ہندی علماء تو تمام حنفی ہیں مگر افریقی مسلمان
تمام شافعی ہیں وہ لوگ ہر جمعہ کو صلوٰۃ جمعہ ادا کرنے ہماری حنفی مسجد میں آتے ہیں اور حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے
ہیں، اب سورہ فاتحہ ختم ہوتے ہیں آمین اور بسم اللہ الخ جلدی سے پڑھ کر امام دوسری سورۃ شروع کر دیتے ہیں مگر
شافعی لوگ زور سے آمین پکارتے ہیں اور کھینچ کر پکارتے ہیں، لہذا امام کو اس وقت ان کی آمین کہنے تک رکنا چاہئے۔
پھر فوراً دوسری سورۃ شروع کر دے واضح طور پر آپ جواب عنایت فرمائیں پڑا کرم ہوگا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں شافعی المذہب مقتدیوں کی اہمیت ختم ہونے تک حنفی امام رک سکتا ہے اس میں کراہت نہیں ہے امام بھی اطمینان سے آئین کہے تا کہ زیادہ وقفہ معایم نہ ہو۔ (الفقط و اللہ اعلم۔)

رکعت فوت ہو جانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے:

(سوال ۱۲۷) امام رکوع میں ہو اب اگر بعد میں آنے والا شخص صف تک پہنچ کر نماز شروع کرتا ہے تو امام کو رکوع میں پانہیں سکتا، اور رکعت فوت ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں صف سے دور کھڑے رہ کر تحریمہ باندھ لے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف سے دور الگ کھڑے رہنا مکروہ ہے۔ صف تک پہنچ کر نماز شروع کرے، چاہے رکعت فوت ہو جائے، اس لئے کہ فضیلت حاصل کرنے کی بہ نسبت مکروہ سے بچنا اولیٰ ہے۔ ان کان بحیث لو قام وراء الصف وحده يدركها ولو مشى الى الصف لا يدركها انه يمشى الى الصف ولا يقف وحده ان كان في الصف فرجة لكرهه وترك المكروه اولی من ادرك الفضيلة (کبیری ص ۵۷۵ ادراک الفریضة) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

نماز کے لئے عورتوں کا مسجد میں جانا:

(سوال ۱۳۸) عورتوں کو برقع اوڑھ کر مسجد میں نماز کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی تھا کہ ”بیوتھن خیر لھن“ یعنی ان کے گھر ان کے لئے مسجد سے بہتر ہیں (مشکوٰۃ ص ۹۶ باب الجماعة وفضلها) ام حمید ایک جان نثار خاتون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن تمہارے لئے بند کوٹھری میں نماز پڑھنا صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز ہماری مسجد (مسجد نبوی) میں آ کر پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد ام حمید نے نماز کے لئے اندھیری کوٹھری متعین کر لی اور وفات تک وہیں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہیں گئیں (ترغیب ج ۱ ص ۱۸۰)

جب حضرت عمرؓ کا دور آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی (عبدہ پوشاک، زیب و زینت اور خوشبو کا استعمال وغیرہ) دیکھ کر آپ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آتی تھیں، روک دیا تو تمام صحابہ کرام نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے خلاف نہیں کیا۔ البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس کی شکایت کی تو حضرت صدیقہؓ نے بھی فیصلہ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا ”اگر حضور اکرم ﷺ ان چیزوں کو دیکھتے جواب عورتوں میں نظر آتی ہیں تو آنحضرت ﷺ بھی ضرور عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرماتے (صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۲۰ باب خروج النساء الى المساجد باللیل والغسل) (مسلم شریف ج ۱ ص ۸۳ باب خروج

(۱) قوله وكونهن سرا، جعل سرا خبر الكون المحذوف ليفيدان الاسرار بها سنة اخرى فعلى هذا سنة الايتان بهاتحصل ولو مع الجهر بها ط عن ابی السعود، شامی سنن الصلاة ج ۱ ص ۳۴۳۔

النساء الى المساجد الخ) حضرت عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مارتے اور ان کو مسجد سے نکالتے (یعنی شرح بخاری) یہ اس دور کی بات ہے جب کہ اکثر عورتوں میں شرم و حیا اور تقویٰ و پرہیزگاری کوٹ کٹ کر بھری ہوئی تھی اور مردوں میں اکثریت نیکو کا تھی۔ فیض و برکات کے حصول کا زریں موقع تھا اور مسجد نبویؐ کی فضیلت اور نماز جماعت ادا کرنے کی شریعت میں سخت تاکید تھی باوجود اس کے عورتیں مسجد کی حاضری سے روک دی گئیں تو دور حاضرہ میں کیا حکم ہونا چاہئے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

بناء علیہ فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا۔ درمختار میں ہے ویکرہ حضور ہن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی المذهب المغنی بہ لفساد الزمان (درمختار) (مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۹ باب الامامة) اور مکروہ ہے عورتوں کو جماعت میں شریک ہونا، چاہئے جمعہ اور عیدین ہو یا مجلس وعظ ہو۔ چاہے وہ عمر رسیدہ ہو چاہے جوان رات ہو یا دن زمانہ کی خرابیوں کی وجہ سے مفتی بہ مذہب یہی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلی کہنی نماز پڑھنا:

(سوال ۱۴۹) کہنی تک آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی تو نہیں؟

(الجواب) ہاں مکروہ ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ولو صل رافعا کمہ الی المرفقین یکرہ۔ ترجمہ۔ دونوں آستینوں کو کہنی تک چڑھا کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ ج ۱ ص ۵۸۔

نماز میں کھنکارنا:

(سوال ۱۵۰) نماز میں کھنکارنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلا ضرورت کھنکارنا مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو مثلاً آواز بند ہوگئی۔ سانس رک گیا۔ یا پڑھنا مشکل ہو گیا تو کھنکارنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ آواز درست کر سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کھنکار کی آواز کے ساتھ کوئی حرف نہ نکلے۔ اگر کھنکار یا کھانسی کے ساتھ بلا اضطراب و خوف بھی ادا ہو گئے مثلاً ا ح کی آواز نکلی تو نماز نہیں ہوگی۔ البتہ اضطراب کی حالت مستثنیٰ ہے۔ مثلاً طبیعت پر دباؤ ایسا پڑا کہ ا ح جیسا لفظ ادا ہو گیا تب نماز فاسد نہیں ہوگی قال فی الدر المختار والتنحیح بحر فین بلا عذر امابہ بان نشاء من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح الخ علی هامش شامی باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ج ۱ ص ۵۷۸۔

نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے؟

(سوال ۱۵۱) نماز عشاء سے پہلے سونے میں کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) نماز عشاء کا وقت گزر جانے یا جماعت فوت ہونے کا خوف ہو تو سونا مکروہ ہے۔ اگر کسی غرض سے سونا پڑے اور کسی شخص کو تاکید کر دے کہ وقت پر بیدار کر دے تو مکروہ نہیں ہے۔ وقال الطحاوی انما کرہ النوم

قبلها لمن خشى عليه فوت وقتها او فوت الجماعة فيها واما من وكل نفسه الى من يوقظه فيباح له النوم (شامی ج ۱ ص ۳۴۱ کتاب الصلاۃ)

بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے؟

(سوال ۱۵۲) بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگے تو اس کو صاف کرے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ یہ برقی چیز ہے اس کو صاف نہیں کرنا چاہئے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟
(الجواب) پیشانی پر لگی ہوئی مٹی کو سجدہ میں صاف کرنا مکروہ ہے۔ نماز کے بعد پوچھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ صاف کرنا بہتر ہے کہ اس میں ریا و نمود کا اندیشہ نہیں۔ (شرح وقایہ ج ۱ ص ۹۴ مکروہات صلاۃ)

صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہتا:

(سوال ۱۵۳) نماز تراویح میں پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے بھی دوسری صف میں کھڑا رہے تو کیا حکم ہے؟
(الجواب) پہلی صف میں جگہ ہونے کی صورت میں دوسری صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے اور منع ہے۔ صف اولیٰ پر ہو جائے تو صف ثانی میں کھڑا رہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔

سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیوی باتیں:

(سوال ۱۵۴) فجر و ظہر میں سنت مؤکدہ کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنن باطل ہوتی ہیں یا ثواب؟
(الجواب) بعض فقہاء کے نزدیک فرض اور سنن مؤکدہ کے درمیان دنیوی باتوں سے سنتیں باطل ہو جاتی ہیں مگر قوی یہی ہے کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی البتہ ثواب کم ہو جائے گا۔ ولو تكلم بين السنة والفرص لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها (شامی ج ۱ ص ۶۳۶ باب الوتر والنوافل)

نماز میں کھنکار۔ ے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۵۵) بلغم وغیرہ دفع کرنے اور نماز میں گلا صاف کرنے کے لئے امام کھنکھارے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟ جبری نماز یا سری نماز اسی طرح امام یا غیر امام کی کوئی شرط ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام اور غیر امام، مقتدی یا منفرد، جبری نماز یا سری نماز میں گلا صاف کرنے اور بلغم دفع کرنے اور آواز کی صفائی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ البتہ بلا ضرورت و بدون مقتضائے طبیعت کھنکارے (جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے) اور اس سے دو حرف والا لفظ جیسے اح اح صادر ہو جاوے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ”در مختار“ میں ہے۔ اور نماز میں بلا عذر دو لفظ سے کھنکھارنا جیسا کہ اح اح کرنا مفسد صلوٰۃ ہے۔ ہاں اگر یہ عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ آواز کی صفائی اور درستگی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ والتحنج بحرفین (بلا عذر) اما به بان نشأ من

(۱) کتبی امامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ قلت بالکراہۃ ایضا صرح السافعیۃ قولہ کفیامہ فی صف الخ هل الکراہۃ فیہ تحریمۃ او تحریمۃ ویرسد الی الثانی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام : ومن قطعہ قطعہ اللہ الخ مطلب فی الکلام علی الصف

طبعہ فلا (او) بلا (غرض) صحیح فلو لتحسين صوته او ليهتدى امامه او للاعلام انه فى الصلاة فلا
فساد على الصحيح در المختار مع الشامى ج ۱ ص ۵۷۸ باب ما يفسد الصلاة وما يكره
فيها فقط و الله اعلم بالصواب

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لئے کیا وعید ہے؟

(سوال ۱۵۶) نماز کے آگے گزرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟
(الجواب) نماز فاسد نہ ہوگی اور اعادہ بھی نہیں۔ ہاں بخل خشوع ہے، اور اس سے نماز کی توجہ منتشر ہو جاتی ہے جس
بناء پر گزرنے والا گنہگار ہے۔ حدیث میں اس کو شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے۔ وعن ابی
سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم الى شئنى يستره من الناس
فاراد احد ان يحتاز بين يديه فليدفعه فان ابى فليقاتله فانما هو الشيطان هذا لفظ البخارى و
لمسلم معناه. (مشکوٰۃ شریف ص ۷۴ باب السترة) یعنی جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھ رہا
ہے جو اس کے لئے سترہ کا کام دے رہی ہے۔ اب کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو یہ اس کو ہٹا دے
(ایک ہاتھ سے دھکیل دے) اگر نہ مانے تو اس کو مار بھی سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو شیطان ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۵۷) ہمارے یہاں موسم گرما میں نماز عشاء اور تراویح وغیرہ مسجد کی چھت پر پڑھی جاتی ہے۔ جماعت خانہ
میں نہیں پڑھی جاتی۔ تو کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) گرمی کی وجہ سے مسجد کے جماعت خانہ اور صحن مسجد کو چھوڑ کر چھت پر عشاء اور تراویح وغیرہ کی جماعت کرنا
مکروہ ہے۔ ہاں! جن کو جماعت خانہ اور صحن میں جگہ نہ ملے اگر وہ چھت پر جا کر نماز پڑھیں تو بلا کراہت جائز ہے کہ یہ
مجبوری ہے "نصاب الاحتساب" میں ہے۔ ويكره الصلاة فوق الكعبة وكذا الصعود على سطح المسجد
الا لحاجة اصلاح ونحوه وكذا الصعود على كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتد الحر فيكره ان
يصلوا الجماعة فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فح لا يكره الصعود على سطحه للضرورة واما
شدّة الحر فلا نها لا توجب الضرورة وانما يحصل به زيادة المشقة وبها يزداد الا جر كله من
المحيط وغيره. یعنی:- محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی
وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں! اگر تعمیر و مرمت کی ضرورت سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی
چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اس بناء پر یہ بھی مکروہ ہے کہ جب گرمی شدید ہو تو چھت پر جماعت کریں۔ مگر یہ کہ مسجد
میں گنجائش نہ رہے تو اس مجبوری کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔ بہر حال گرمی کی شدت ضرورت اور
مجبوری نہیں پیدا کرتی۔ کیونکہ اس سے یہی ہوتا ہے کہ مشقت بڑھ جاتی ہے اور مشقت بڑھتی ہے تو اجر و ثواب بھی بڑھ
جاتا ہے۔ (اس کو مجبوری نہیں کہا جاتا) (نصاب الاحتساب ص ۳۲ باب ۱۵ قلمی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتد الحر

یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحينذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة كذا في الغرائب. یعنی: تمام مساجد کی چھتوں پر چڑھنا مکروہ ہے اس لئے تخت گرمی میں چھت پر چڑھ کر جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر مسجد تنگ ہو اور نمازیوں کے لئے وسعت نہ ہو تو ضرورتاً باقی لوگوں کا اوپر چڑھنا مکروہ نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۳۲۲ ج ۵ کتاب الکراہۃ الباب الخامس فی اداب المسجد والقیلۃ الخ)

”کبیری“ میں ہے۔ وکذا لو صلی علی السطح من شدة الحر ای یکرہ لقوله تعالیٰ قل نار جهنم اشد حراً لو كانوا یفقہون. انتہی وفي القنیہ امام یصلی التراویح علی سطح المسجد اختلف فی کراہتہ والاولی ان وللا علی فیہ عند العذر فکیف بغيره. (کبیری ص ۳۹۲ مکروہات صلاۃ)

”شامی“ میں ہے۔ ثم رأیت القهستانی نقل عن المفید کراہۃ الصعود علی سطح المسجد الخ ویلزمہ کراہۃ الصلوٰۃ ایضاً فوقه فلیتأقل. (ص ۶۱۳ مطلب فی احکام المسجد ج ۱) (مجموعہ فتاویٰ سعیدیہ ص ۱۳۸ انفع المفتی والسائل ص ۱۲۱) مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

گرمی میں صحن مسجد میں نماز باجماعت بدون حرج کے صحیح ہے۔ اگر کسی جگہ صحن داخل مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو جماعت کے لوگ متفق ہو کر داخل مسجد کی نیت کر لیں تو داخل ہو جائے گا اور اس پر مسجد کے جملہ احکام جاری ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل هو اللہ کی قراءت:

(سوال ۱۵۸) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص، یا سورۃ کافرون یا سورۃ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے۔ ”لو قرأ آمن الرسول فی رکعة وقل هو اللہ احد فی رکعة لا یکرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۸ ج ۱ الباب الرابع فی القراءة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔“

دوسرا سلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا:

(سوال ۱۵۹) عید کی نماز میں امام نے پہلا سلام پھیرا تو اس کے ساتھ سب مقتدیوں نے بھی سلام پھیرا لیکن دوسرے سلام پھیرنے میں امام نے تاخیر کی، تو مقتدیوں نے اس خیال سے کہ امام نے دوسرا سلام پھیر دیا ہوگا، امام سے پہلے سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد امام نے دوسرا سلام پھیرا تو مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں مقتدیوں نے برا کیا مگر نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تذکرۃ الرشید میں یہ مسئلہ ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ تذکرہ الخلیل میں یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۰۷۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتنقطع التحریمة بتسلیمة واحدة برهان وقد مرو فی التارخانیہ ما شرع فی الصلاۃ متنی فلولو احد حکم المتنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمتنی بتقید الركعة بسجدة واحدة کما بتقید بالسجدة تین، درمختار علی هامش شامی فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ ج ۱ ص ۳۹۰۔

آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم:

(سوال ۱۶۰) آستین کھلی رکھ کر شرٹ پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟

(الجواب) کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا اور کہنی تک آستین والے قمیص وغیرہ فیشن ایبل لباس پہن کر نماز پڑھنا منع ہے۔ اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ وضو کرتے وقت آستین چڑھائی ہوئی ہو اور جماعت میں شرکت کرنے کے لئے جلدی میں آستین چڑھی رہی ہوں تو نماز میں ایک ہاتھ سے آہستہ آہستہ اتار دے۔ اس طرح نہ اتارے کہ عمل کثیر ہو جائے، یعنی دونوں ہاتھ استعمال کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ بھی خیال رکھئے کہ گرمی اور پسینہ کی وجہ سے نماز کی حالت میں آستین چڑھانا عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اما لو شمر وهو فیہا تفسد لانه عمل کثیر (شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب فی مکروہات الصلاۃ)

قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرے:

(سوال ۱۶۱) ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں درمیان میں ذرا نہیں ٹھہرتے نہ سانس توڑتے ہیں۔ اسی طرح سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں، اور یہی حالت ہے سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی تکبیرات کی، ان تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے، ان کو دیکھ کر مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں لہذا تفصیلی جواب مطلوب ہے۔ بیٹو! تو جروا۔

(الجواب) اس طرح عادت کر لینا غلط ہے نماز مکروہ ہوتی ہے اور قابل اعادہ ہو جاتی ہے۔ قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔ (ویقوم مستویاً) لما مر من انه سنة او واجب او فرض (ثم یکبر) مع الخور (ویسجد واضعاً) (رکتیہ) (درمختار) (قوله ثم یکبر)

اتی بسم للاشعار بالا طمینان فانه سنة او واجب علی ما اختاره الکمال (قوله مع الخور) بان یکون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخور وانتھاؤه عند انتھائه شرح المنیة ویخر للسجود قائماً محتویاً (درمختار مع الشامی ص ۳۶۵، ۳۶۶ ج ۱ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ الخ)

(ویسجدین السجدتین مطمئناً) (درمختار) (وقوله مطمئناً) ای بقدر تسبیحة کما فی

متن الدر والسراج (درمختار مع الشامی ص ۳۷۲ ج ۱)

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو۔ کیونکہ یہ قومہ سنت ہے۔ اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ عبارت میں لفظ ثم آیا ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ وقفہ کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جھکنا شروع کریں یہ تکبیر اس وقت ختم ہو جب جھکنا ختم ہو (اور پیشانی زمین پر رکھی جائے) پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے۔ یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جاسکے۔ آنحضرت ﷺ کے قومہ اور جلسہ کا طریقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح بیان فرماتی ہیں۔ کہ جب رکوع سے اپنا سر اٹھا اٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے پھر سجدہ میں

جاتے۔ اسی طرح سجدہ کے بعد سر مبارک اٹھا کر برابر سیدھے بیٹھ جاتے تب دوسرا سجدہ فرماتے (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷ باب صفۃ الصلاۃ)

اسی طرح حضرت ابو حمید مسعودیؒ آنحضرت ﷺ کے قومہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں فساذا رفع رأسہ المستوی حتی یعود کل فقار مکانہ۔ یعنی :- جب آنحضرت ﷺ رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو برابر یہ کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کمر مبارک کا ہر ایک جوڑ اپنی جگہ ٹھہر جاتا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷ ایضاً)

آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے صلوا کما رأیتمو فی اصلی۔ ترجمہ :- مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو اسی طرح تم نماز پڑھو۔ بناءً علیہ اگر ہم خود اپنی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اور خلاف سنت نماز پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابل اعادہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرماتھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آیا سلام کیا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا۔ ”وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل۔“ یعنی :- ”وعلیک السلام واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس ہو نماز پڑھی پھر آیا سلام کیا۔ آپ (ﷺ) نے یہی فرمایا۔ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ (ﷺ) مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے۔ فرمایا۔ جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضوء کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ پھر اللہ اکبر کہو۔ پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکنا اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اس طرح اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک رکن کو ادا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف باب صفت الصلاۃ ص ۷۶۔)

فقہ اور حدیث کی ان تصریحات کو دیکھتے ان میں بار بار اطمینان کی ہدایت کی گئی ہے۔ آپ کے امام صاحب اگر اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر رکوع، سجدہ، قومہ و جلسہ نہیں کرتے سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر لگا تار کہتے رہتے ہیں تو حدیث اور فقہ کی تصریحات کے خلاف کرتے ہیں۔ جو سراسر بے ادبی اور مکروہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ خبر صادقؒ نے فرمایا اسوء الناس سرقة الذی یسرق من صلوٰتہ قالوا یا رسول اللہ کیف یسرق من صلوٰتہ قال لا یتم رکوعہا وسجودہا رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ باب الرکوع الفصل الثالث) یعنی بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ نماز کس طرح چراتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع و سجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع و سجود میں اپنی بیٹی کو نابت نہیں رکھتا۔ (نہیں ٹھہراتا) آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رکوع و سجود پورا ادا نہیں کر رہا تھا۔ تو فرمایا۔ اما تحف لو مت علی ذلک لمت علی غیر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ باب الرکوع الفصل الثالث ص ۸۳) (تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمد

پر تیری موت نہ ہوگی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نماز نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے (نہ ٹھیرائے) اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز پوری نہیں ہوتی ایضاً الفصل الثانی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گذرے۔ دیکھا کہ تکبیر دار کان اور قومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا۔ تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن میری امت میں نہ اٹھے گا۔ (اگر تو برس میری روز قیامت از امتان من ترانہ گویند)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایسا وہ شخص ہے جو رکوع و سجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع و سجود بخوبی ادا نہیں کرتا۔ اس مرد کو بلایا۔ اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا چالیس برس سے، فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ اگر تو مر گیا تو نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب بندہ مومن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے۔ اور اس کے رکوع و سجود کو بخوبی بجا لاتا ہے اس کی نماز بشارت اور نورانی ہوتی ہے۔ فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ وہ نماز اپنے نمازی کے لئے دعا کرتی ہے اور کہتی ہے۔ حفظک اللہ سبحانہ کما حفظنی۔ (اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی) اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا (اور اس کے رکوع و سجود، قومہ و جلسہ کو بجا نہیں لاتا) وہ نماز سیاہ رنگی ہے۔ فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے۔ اور اس کو آسمان پر نہیں لے جاتے اور وہ نماز اس نمازی پر بدعا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ ضیعک اللہ کما ضیعنی (اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔) اللہ تعالیٰ تیرا ناس مارے جیسا تو نے میرا ناس مارا) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی۔ مکتوب ۶۹ جلد دوم ص ۱۳۸-۱۳۹۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا:

(سوال ۱۶۲) ہمارے یہاں جب تبلیغی جماعت آتی ہے تو اس وقت اگلی صف آگے بڑھادی جاتی ہے اور مقتدی امام سے تھوڑے ہی پیچھے ہوتے ہیں۔ امام کے پیچھے والے مقتدی کو سجدہ کی جگہ نہیں ملتی (اس لئے وہ جگہ خالی رہتی ہے) اس لئے کہ امام تھوڑا سا آگے ہوتا ہے تو کیا اس طرح کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) ایک مقتدی ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو۔ دو مقتدی ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور دو سے زائد ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ والرائد یقف خلفہ فلو توسط اثین کرہ تنزیہاً و تحریمالو اکثر (در مختار) (قوله تحریمالو اکثر) افاد ان تقدم الامام امام الصف واجب کما افاده فی الهدایة والفتح (شامی ص ۵۳۱ ج ۱ باب الامامة مطلب هل الا ساءة ذون الکراهة او

افحش منها

لہذا صورت مسئلہ میں پہلی صف کا آگے بڑھ جانا اس طرح پر کہ مقتدی امام کے پیچھے سجدہ نہ کر سکیں مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ اور محن میں بھی جگہ نہ ہو، اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۶۳) سر کھلا رکھ کر نماز پڑھنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) کھلے سر پھرنا آج کل فیشن ہو گیا ہے اور اس کو فساق و فجار نے اختیار کیا ہے، اور یہ بہت فتنہ ہے، علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفيہ اسقاط مروۃ و ترک ادب، عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کھولنا فتنہ ہے اور مروۃ کو ختم کرنا ہے اور ادب و شریفانہ تہذیب کے خلاف ہے۔ (تلمیذ البیہق ج ۱ ص ۷۷)

قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ویسکرہ کشف الرأس بین الناس۔ لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

مالا بدمنہ میں ہے۔ مرد راتشبہ بہ زناں وزن راتشبہ بہ مرداں، و مسلم راتشبہ بہ کفار و فساق حرام است۔ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مسلمان کو کفار و فساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ (مالا بدمنہ ص ۱۳۱)

جب خارج نماز یہ حکم ہے تو اس حالت میں نماز پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا درمختار میں ہے (وصلاحہ حاسراً) ای کاشفاً (رأسہ للککاسل) الخ اور مکروہ ہے کاپلی اور بے اعتنائی کی بنا پر کھلے سر نماز پڑھنا الخ (درمختار ج ۱ ص ۵۹۸ مکروہات الصلوٰۃ مطلب فی الخشوع) فقط واللہ اعلم۔

سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ کرنا اور دوسری جماعت میں

نئے مقتدیوں کا شامل ہونا:

(سوال ۱۶۳) ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھی، نیز پہلی رکعت کے رکوع سے اٹھتے وقت بجائے سمع اللہ لمن حمدہ کے اللہ اکبر کہا، نماز پوری ہونے کے بعد لوگوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا ہوگی چنانچہ دوسری جماعت کی گئی اور اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوئے جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے تو کیا پہلی جماعت صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر وہ صحیح ہے تو دوسری جماعت میں جو لوگ شریک ہوئے ان کی فرض نماز کا کیا ہوگا۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز میں اس طرح (خلاف ترتیب) سہواً پڑھنے سے سجدہ سہواً لازم نہیں ہوتا، اس لئے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے۔ واجبات نماز میں سے نہیں ہے (قوله لترك واجب) ای من

واجبات الصلوٰۃ الاصلیۃ فخرج واجب ترتیب التلاوة (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ باب سجود السهو) والرابع سببه ترك واجب من واجب الصلوٰۃ الاصلیۃ سهواً وهو المراقب قوله ترك واجب لا كل واجب بدلیل ماسند كره من انه لو ترك ترتیب السور لا يلزمه شيء مع كونه واجباً (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۳ باب سجود السهو) وفي التجنيس لو قرأ سورة ثم قرأ في الثانية سورة قبلها ساهياً لا يجب عليه السجود لان مراعاة ترتیب السور من واجبات نظم القرآن لا من واجبات الصلوٰۃ فتركها لا يوجب سجود السهو (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۳) درمختار میں ہے ویکره الفصل بسورة قصيرة وان یقرأ منكوساً (قوله بان یقرأ منكوساً) بان یقرأ فی الثانية سورة اعلى مما قرأ فی الاولى لان ترتیب السور فی القراءة من واجبات التلاوة (قوله ثم ذکر یتیم) افادان التنکيس او الفصل بالقصيرة انما یکره اذا كان عن قصد فلو سهواً فلا كما فی شرح المنية یعنی مکروه ہے چھوٹی سورت کا فصل کرنا اور قرآن الناپڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ اخلاص اور دوسری میں سورۃ تبت پڑھے وجہ کراہت یہ ہے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ قصداً چھوٹی سورت کو چھوڑ کر اس کے بعد والی پڑھے یا خلاف ترتیب پڑھے، لہذا اگر چھوٹی سورت کا فاصلہ ہو جائے یا ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو مکروه نہیں۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۰۱ قبیل باب الامامة) رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ، کہنا مسنون ہے واجب نہیں ہے لہذا اس کے ترک سے بھی جبدہ سہولاً لازم نہ ہوگا، البتہ قصداً ایسا کرنا مکروه ہے، سہواً مکروه بھی نہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں نماز درست ہوگئی اعادہ واجب نہیں تھا، لہذا دوسری جماعت میں جو نو وارد نمازی شامل ہوئے ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اس موقع پر فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ج ۴ ص ۱۶۹ نیز ج ۴ ص ۱۲۹ بھی دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام صاحب کا عذر کی وجہ سے جبدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا:

(سوال ۱۶۵) ہماری مسجد کے امام صاحب کے پیر میں سخت درد ہے اس لئے جب وہ جبدہ میں جاتے ہیں تو زمین پر ہاتھ ٹیک دیتے ہیں تو وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) امام صاحب عذر کی وجہ سے جبدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں تو یہ مکروه نہیں ہے، بلا عذر پہلے ہاتھ رکھنا مکروه ہے۔ (ثم وضع) (رکتیہ ثم یدیه) ان لم یکن به عذر یمنعه من هذه الصفة (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۲ فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلاۃ) واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟

(سوال ۱۶۶) فرض نماز میں مقتدی امام کی قرأت کے وقت یا خود امام قرأت کے وقت آنکھ بند کرے اور آنکھ بند کرنے سے خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟
(الجواب) بلا کی ضرورت و مصلحت نماز میں آنکھ بند رکھنا مکروه ہے البتہ اگر سامنے کوئی ایسی چیز ہو جو خشوع و خضوع

میں خلل انداز ہوتی ہو یا آنکھیں بند کرنے سے خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہو یا کمال خشوع کے لئے معین ہو تو پھر مکروہ نہیں مراقی الفلاح میں ہے (ویکرہ) (تغمیض عینیہ) الا لمصلحة لقوله صلى الله عليه وسلم اذا قام احدكم في الصلوة فلا يغمض عينية لانه يفوت النظر للمحل المندوب ولكل عضو وطرف حظ من العبادہ وبررۃ ما يفوت الخشوع ويفرق الخاطر ربما يكون التغميض اولی من النظر۔

طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ قوله (الا لمصلحة) کما اذا غمضها لرؤية ما يمنع خشوعه، نهر، او کمال خشوعه، در۔ او قصد قطع النظر عن الا عيار والتوجه الي جانب المسلك الغفار، مجمع الانهر۔ (قوله فلا يغمض عينية) ظاهره التحريم قال فی البحر وينبغي ان تكون الكراهة تنزيهية اذا كان لغير ضرورة ولا مصلحة (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۴، ص ۱۹۵، فصل فی المکروهات)

درمختار میں ہے (وتغميض عينية) للنهي الا لكمال الخشوع، شامی میں ہے، (قوله للنهي) ای فی حدیث اذا قام احدكم فی الصلوة فلا يغمض عينية رواه ابن عدی الا ان فی سندہ من ضعف وعلل، فی البدائع بان السنة ان يرى ببصره الى موضع سجوده وفي التغميض تركها ثم الظاهر ان الكراهة تنزيهية كذا فی الحلیة والبحر وکانه لان علة النهی ما مر عن البدائع وهی الصارف له عن التحريم (قوله الا لكمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره بل قال بعض العلماء انه الا ولی وليس بعيد حلیہ وبحر (درمختار و شامی ص ۶۰۳ ج ۱ ص ۶۰۴ مکروهات الصلوة)

غایۃ الاوطار میں ہے وتغميض عينية للنهي لكمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا سبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لئے بند کرنا مکروہ نہیں نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تا کنا (نظر رکھنا) مسنون ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو اس لئے حلیہ اور بحر الرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا (کذا فی الشامی بتصرف) (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ج ۱ ص ۳۰۱)

علم الفقہ میں ہے: (۲۲) حالت نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر آنکھ بند کر لینے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے (درمختار وغیرہ) (علم الفقہ ج ۲ ص ۱۱۸ مکروهات نماز) فقط والله اعلم بالصواب۔

نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں:

(سوال ۱۶۷) ایک شخص نے وضو کیا، رکعت فوت ہو جانے کے خوف سے جلدی جلدی جماعت میں شامل ہو گیا اور اپنیاں کھلی رہ گئیں، جماعت میں شامل ہونے کے بعد نماز میں وہ شخص اپنی آستین اتارے یا آستین چڑھے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پوری کرے افضل کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے اپنی آستین اتارے ایسی صورت اختیار نہ کرے کہ عمل کثیر ہو جائے، اس کی صورت یہ ہے کچھ رکوع میں کچھ قومہ میں کچھ سجدہ میں کچھ جلسہ میں، اس طرح موقع بموقع عمل قلیل سے دونوں آستین اتار لے شامی میں ہے ومثله مالمو شمر للوضوء ثم عجل لا دراک۔ الركعة مع الا امام واذا دخل فی الصلوة کذلک وقلنا بالکراهة فهل الا فضل ارجاء کمیہ فیہا بعمل قلیل او ترکہما لم اراه و الاظهر الاول بدلیل قوله الاتی ولو سقطت فلتسوته فاعادتها افضل تأمل هذا وقید الکراهة فی الخلاصة والمنية بان يكون رافعا کمیہ الی المرفقین وظاهره انه لا یکره الی ما دو نهما (شامی ص ۵۹۹ ج ۱) مطلب مکروہات الصلوٰۃ تحت قوله کمشمر کم او ذیل فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے :

(سوال ۱۶۸) ٹخنوں سے نیچے ازار، لنگی پہننا کیسا ہے؟ جائز ہے یا حرام ہے؟ بہت سے لوگ نماز کے وقت ازار کو موڑ کر ٹخنوں سے اوپر کر لیتے ہیں، کیا نماز میں ازار کو ٹخنوں سے اوپر کرنا ضروری ہے؟ اگر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ کیا نماز کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا تو جیروا۔

(الجواب) ٹخنوں سے نیچے پانچواں (ازار) لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ابو داؤد شریف میں حدیث ہے۔

حدثنا موسى بن اسمعيل..... عن عطاء بن يسار عن ابي هريرة قال بينما رجل يصلي مسبلا ازاره اذ قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء، ثم قال اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء فقال له رجل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم مالک امرته ان يتوضأ قال انه كان يصلي وهو مسبل ازاره وان الله جل ذكره لا يقبل صلوٰۃ رجل مسبل ازاره. (ابو داؤد شریف ص ۱۰۰ جلد اول باب الاسبال فی الصلوٰۃ)

ترجمہ:- عطاء بن یسار حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ازار ٹخنوں سے نیچی لٹکائے ہوئے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ وضو کر کے آؤ، وہ شخص وضو کر کے آیا چنانچہ وہ شخص گیا اور وضو کر کے حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ، وہ شخص گیا اور وضو کر کے آیا، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچی لٹکائے ہوئے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہوئے ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

حدثنا زيد بن اخزم..... عن ابن مسعود قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من اسبل ازاره في صلوٰۃ خيلاء (ای تکبراً) فليس من الله جل ذكره في حل ولا حرام، (ابو

داود شریف ص ۱۰۰ جلد اول باب الا سبال فی الصلوۃ

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص ازراہ تکبر نماز میں اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو تو اللہ کی طرف سے نہ اس کے لئے جنت حلال ہوگی نہ اس پر جہنم حرام ہوگی۔

مردوں کے لئے ازراہ وغیرہ سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو افضل صورت یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو، اگر اس سے نیچے ہو تو بیش از بیش ٹخنوں سے اوپر تک ہو، ازراہ کبر ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا سخت حرام ہے، احادیث میں اس پر شدید وعید آئی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ازارة المؤمن الى انصاف ساقیه لا جناح علیہ فیما بینہ و بین الکعبین ما اسفل من ذلک ففی النار قال ذلک ثلث مرات ولا ینظر اللہ یوم القیمة الی من جر ازارہ بطراً رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس، فصل نمبر ۲)

ترجمہ:- حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مؤمن کی ازار نصف پنڈلی تک ہے، اور اس سے نیچے دونوں ٹخنوں کے اوپر تک ہو تو اس میں کوئی حرج (گناہ) نہیں اور ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا تو وہ جہنم میں ہوگا، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت سے) اس شخص کو نہیں دیکھے گا جو اپنی ازار تکبر کے مارے لٹکائے۔

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار فهو فی النار، رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہوگا۔ (بخاری، مشکوۃ)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے قدم کے جتنے حصے پر ازار لٹکتی ہے وہ حصہ دوزخ میں جلے گا (مظاہر حق ص ۴۹۴ ج ۳ ملخص)

(۳) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ یوم القیمة الی من جر ازارہ بطراً متفق علیہ (بخاری و مسلم) (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس) ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت سے) اس شخص پر نہیں کرے گا جو اپنی ازار ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے دراز کرے (یعنی لٹکائے)

(۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ازارہ خیلاً، لم ینظر اللہ یوم القیمة متفق علیہ. (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ ایضاً)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی ازار تکبر سے کھینچے (یعنی ٹخنوں سے نیچے لٹکائے) اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن (نظر رحمت سے) نہیں

دیکھیے گا۔

(۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما رجل یجر ازارہ من الخیلاء خسف بہ فہو یتجلجل فی الارض الی یوم القیمۃ رواہ البخاری (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۳ ایضاً)

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنی تہ بند کو لٹکا کر زمین سے کھینچ کر چلا کرتا تھا، اس کو دھنسا دیا گیا وہ قیامت تک زمین میں دھنسا چلا جائے گا۔

(۶) حدثنا حفص بن عمر..... عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ثلثۃ لا یکلمہم اللہ ولا ینظر الیہم یوم القیمۃ ولا یرکبہم ولہم عذاب الیم قلت من ہم یا رسول اللہ قد حابوا وخسروا فاعادہا ثلثاً قلت من ہم یا رسول اللہ حابوا وخسروا قال المسبیل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب او الفاجر (شک الراوی) (ابو داؤد شریف ص ۲۱۰ جلد ثانی، کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار)

ترجمہ:- حضرت ابو ذرؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین قسم کے شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن (رحمت و رعایت) کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کیا اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں وہ تو یقیناً ناکام ہو گئے اور خسارہ میں پڑ گئے، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں وہ تو ناکام ہو گئے اور خسارہ میں پڑ گئے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (۱) (ازار) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ لیلۃ البراءۃ (شب برات نصف شعبان کی رات) میں بھی ایسا شخص اللہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہتا ہے، چنانچہ مظاہر حق میں حدیث نقل کی ہے۔

”اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں سب بخشے جاتے ہیں مگر عساق (والدین کی نافرمانی کرنے والا) اور مدمن خمر (ہمیشہ شراب پینے والا) اور مسبل ازار (ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا) نہیں بخشے جاتے (مظاہر حق ص ۲۹۵ ج ۳ کتاب اللباس)

الجواہر الزواہر ترجمہ البصائر میں ہے اور (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا آج شب بنو کلب کی بکریوں کے صوف اور بالوں کی مقدار خدا کی رہائی دیئے دوزخی چھوٹیں گے البتہ جو مشرک ہوگا اور جو کینہ ور ہوگا اور جو رشتہ ناطہ کے حقوق نہ سمجھے گا اور جو ٹخنہ سے نیچے کپڑا لٹکا ہوا پہنے گا اور جو والدین کا نافرمان ہوگا اور جو شراب خوری کا خوگر ہوگا اس کی طرف نگاہ رحمت نہ فرمائے گا (الجواہر الزواہر ص ۲۵۱ بیسویں بصیرت)

مذکورہ روایات میں غور کیجئے ٹخنوں سے نیچے ازار، پانچامہ لٹکانے پر کتنی سخت وعید ہے، ان روایات کے پیش نظر کوئی مؤمن اس بات کی ہمت نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اور یہ فعل عموماً ازراہ کبر اور غیروں کے تشبہ سے ہوتا ہے، جب شرعی حکم یہ ہے کہ لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو تو اس میں غفلت اور لاپرواہی نہ ہونی چاہئے، لہذا

یوں کہنا کہ ہمارا یہ فعل ازراہ تکبر نہیں ہے بے خیالی میں ہو جاتا ہے مسموع نہ ہوگا نیز دیکھنے والوں کو ایسے شخص سے بدظنی پیدا ہوتی ہے تو ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جائے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو بدظنی پیدا ہو۔
عدالاً تام میں ہے۔

مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پانجامہ یا تہبند پہننے کی ممانعت:

چونکہ آنحضرت ﷺ نے مردوں کے لئے صاف طریق سے فرما دیا ہے کہ ما اسفل من الکعبین ففی النار (بخاری شریف) یعنی جو کوئی مرد کہ ٹخنوں سے نیچا پانجامہ پہنے گا وہ دوزخ میں ہوگا لہذا مردوں کو ایسا نیچا پانجامہ یا تہبند پہننا قطعی حرام ہے، بعض احادیث میں فخریہ پہننے کی جو قید مذکور ہے اول تو وہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقاً ہے جیسا کہ علمائے محدثین کے اقوال سے صاف ظاہر ہے دوسرے اگر اس میں فخر کا لگاؤ نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پانجامہ پہننے میں عار آتی ہے یا ایسے پہننے والوں کو نظر حقارت سے کیوں دیکھتے ہیں اور اس بابت ان سے مستحکمہ بھی کرتے ہیں جو کفر ہی ہے کہ مسائل شرعیہ پر مستحکمہ اڑانا صریح کفر ہے غرض کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری خرابی ضمیر ہی کی خرابی سے ہے ورنہ احکام شریعت کی بجا آوری کچھ مشکل نہ تھی (عدالۃ مکتوبہ معروف بہ احکام الاعضاء ص ۱۵۷، ۱۵۸ مؤلفہ مولوی محمد یار حسین خفگی گویا مموی، مطبع نول کشور لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ تقصیر الثیاب سنة واسبال الا زارو القمیص بدعة ینبغی ان یکون الا زار فوق الکعبین الی نصف الساق وهذا فی حق الرجال واما النساء فیرخین ازارهن اسفل من ازار الرجال یستر ظہر قد مہن اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراہۃ تنزیہ کذا فی الغرائب (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۳۳ ج ۵ کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع)
اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ٹخنوں سے اوپر ازار پانجامہ پہنیں اور یہ حکم صرف نماز کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر وقت اس پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے گو کہ نماز کے وقت عمل نہ کرنے کا گناہ نسبتاً زیادہ ہوگا اور اگر یہ فعل ازراہ تکبر ہے تو اس حالت میں نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، ثواب سے محرومی رہے گی۔
فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔

(سوال) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پانجامہ پہننا کیسا ہے؟

(الجواب) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پانجامہ لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ثواب سے محروم رہے گا، نماز کے علاوہ بھی ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے، حدیث میں ایسے شخص کے لئے بہت وعید آئی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲ ج ۳ مدلل و مکمل) فقط واللہ اعلم۔

بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۶۹) اگر مسجد میں قبلہ والی دیوار پر کچھ لکھا ہو مثلاً ”مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا منع ہے۔“ یا کوئی آیت یا حدیث لکھی ہو اس کو کسی نے نماز کے دوران دل سے پڑھ کر سمجھ لیا تو کیا ایسی مکتوب چیز کے ماحصل اور مفہوم کو سمجھ لینے سے نماز فاسد ہو جائے گی؟ مینو تو جروا۔

(الجواب) قصد اور ارادۃ دل سے پڑھنا اور سمجھنا مکروہ ہے البتہ نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر پڑھنے میں زبان کی حرکت ہوگی تو یہ تلفظ ہوا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور بلا قصد و ارادہ اتفاقاً نظر پڑ جائے تو معاف ہے۔ مکروہ نہیں مگر نظر جمائے نہ رکھے، درمختار میں ہے۔ (ولا یفسدہا نظره الی مکتوب وفہمہ) ولو مستفہما وان کرہ (درمختار) شامی میں ہے (قوله ولو مستفہما) اشارہ الی نفی ما قیل انہ لو مستفہما تفسد عند محمد قال فی البحر والصحیح عدمہ اتفاقاً لعدم الفعل منه الخ (قوله وان کرہ) ای لا شغاله بما لیس من اعمال الصلوٰۃ واما لو وقع علیہ نظره بلا قصد وفہمہ فلا یکرہ (درمختار و شامی ص ۵۹۳ ج ۱، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا)۔

مراقی الفلاح میں ہے (لو نظر المصلی الی مکتوب وفہمہ) سواء کان قرانا او غیرہ قصد الاستفہام اولاً اساء الادب ولم تفسد صلاتہ لعدم النطق، بالكلام۔ طحاوی میں ہے۔ (قوله لو نظر المصلی الی مکتوب الخ) وجہ عدم الفساد انہ انما یتحقق بالقراءۃ قو بالنظر والفہم لم تحصل والیہ اشار المؤلف بقوله لعدم النطق (قوله قصد الاستفہام) بهذا علم ان ترک الخشوع لا یخل بالصحة بل بالکمال ولذا اقال فی الخانیۃ والخلاصۃ اذا تفکر فی الصلوٰۃ فتذکر شعراً او خطبۃ فقرأها بقلیہ ولم یتکلم بلسانہ لا تفسد صلاتہ کما فی البحر (قوله اساء الادب) لان فیہ اشتغالا عن الصلوٰۃ وظاہرہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ وهذا انما یکون بالقصد واما لو وقع نظره علیہ من غیر قصد وفہمہ فلا یکرہ (مراقی الفلاح و طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۸۷ فصل فی ما لا یفسد الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۷۰) نماز میں اپنے جسم پر بلا ضرورت ہاتھ پھیرتا رہے، کپڑوں کو درست کرتا رہے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز نہایت خشوع و خضوع اور توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے، بلا ضرورت بدن کھجانا، بدن پر ہاتھ پھیرتے رہنا مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار میں ہے (وعبثہ بہ) ای بشویہ (وبجسدہ) للنہی الا لحاجۃ ولا باس بہ خارج صلاۃ، شامی میں ہے (قوله للنہی) وهو ما اخرجہ القضاء عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کرہ ثلاثاً العبث فی الصلوٰۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر وھی کراہۃ تحریم کما فی البحر یعنی بلا ضرورت اپنے کپڑے اور بدن سے کھیلنا مکروہ ہے، حدیث میں اس پر ثبی وارد ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین چیزوں کو پسند نہیں فرماتے (۱) نماز میں کھیلنا (۲) روزے میں گالی گلوچ کرنا (۳) قبرستان میں ہنسا، اور یہ افعال مکروہ تحریمی ہیں بحر میں اس کی صراحت ہے (درمختار و شامی ص ۵۹۹ ج ۱ مکروہات الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم۔

فرض نماز کے بعد امام سنت و نوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟

(سوال ۱۷۱) امام فرض نماز پڑھانے کے بعد سنت اور نفل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟

(الجواب) مناسب یہ ہے کہ امام مصلیٰ سے ہٹ کر دوسری جگہ سنت اور نفل پڑھے اسی جگہ پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، البتہ ہٹ کر پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے، طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے۔ ویکرہ للامام ان یصلی فی مکانہ الذی صلی فیہ الفرض کما فی البحر والکافی (طحاوی ص ۱۰۳ قبیل باب الاذان تحت قوله الا سنة الفجر) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۷۲) دن بدن آزاد خیال لوگوں نے کھلے سر نماز پڑھنے کو فیشن بنا لیا ہے، اس کا کیا حکم ہے تحریر فرماویں، بینوا تو جروا۔

(الجواب) سر چھپانا، ٹوپی پہننا اسلامی لباس میں داخل ہے اس کی خاص فضیلت و اہمیت آئی ہے، کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا جانا، بے ادبی اور بے حیائی ہے، آپ ﷺ اور حضرات صحابہؓ تابعین و سلف صالحین مشائخ و محدثین اور ائمہ دین کی یہ عادت نہ تھی، بلکہ یہ تو یہود و نصاریٰ اور غیروں کی پیروی ہے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ ویکرہ کشف راسہ بین الناس۔ یعنی لوگوں کے سامنے کھلے سر پھرنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

تلبیس ابلیس میں امام ابن جوزی رقم طراز ہیں۔ (ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفید اسقاط مروءة وترك ادب وانما یقع فی المناسک تعبد اللہ دلالة ص ۳۷۳)

عقل مند پر یہ بات مخفی نہیں کہ کھلے سر لوگوں کے سامنے پھرنا معیوب ہے اور اس میں اسقاط مروءت و ترک ادب ہے صرف احرام کی حالت میں اظہار عبدیت و عاجزی کے مد نظر سر کو کھلا رکھنے کا حکم ہے نہ کہ بطور فیشن کے، جب کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا اور پھرنا مکروہ و بے ادبی سمجھا جاتا ہے تو پھر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کھلے سر پڑھنے میں کس قدر خرابی اور بے ادبی لازم آئے گی؟ بڑوں کو کھلے سر گھومتے اور نماز پڑھتے چھوٹے بچے دیکھ کر وہ بھی ان کی نقالی کریں گے اور اس برائی کا سبب بڑے ہوں گے، حدیث شریف میں ہے۔

ومن سن فی الاسلام سنة سئئة کان علیہ وزرہا ووزر من عمل بها من بعد من غیر ان ینقص من اوزارہم شئی۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳ کتاب العلم)

یعنی جس نے برا طریقہ جاری کیا اس پر اس کا گناہ ہے اور جس نے بعد میں اس پر عمل کیا اس کا بھی گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد والے کے گناہ میں کمی ہو، درمختار میں ہے۔ کہ کسل کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور شامی میں ہے، علمائے کرام سے منقول ہے کہ گرمی کے سبب بھی کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

و(تکرہ صلاحہ حاسرا ای کاشفا رأسہ للتکاسل (درمختار) عن بعض المشایخ انه لاجل الحرارة والتخفیف مکروہ (شامی ج ۱ ص ۶۰۰ مکروہات الصلاة مطلب فی الخشوع) نیز فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کابلی کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، حتیٰ کہ حالت نماز میں اگر ٹوپی گر جائے تو عمل کثیر کا ارتکاب کئے بغیر پہننے کا حکم ہے۔ ولو سقطت قلنسوتہ فاعادتها افضل الا اذا احتاجت

لتکریر او عمل کثیر (ایضاً ص ۶۰۰) لہذا کھلے سر نماز پڑھنے کا فیشن قابل ترک اور فساق کا فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ تو جوان طبقہ کو اچھے کاموں کی توفیق عنایت فرما کر اس نازیبا طریقہ سے باز رکھے آمین۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے:

(سوال ۱۷۳) امام صاحب مسجد کی محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو کوئی حرج ہے؟
(الجواب) امام صاحب محراب میں اس طرح کھڑے ہوں کہ دونوں قدم داخل محراب ہوں تو مکروہ ہے، البتہ قد بین خارج محراب ہوں تو مکروہ نہیں، نمازیوں کے ازدحام اور جگہ کی تنگی کے سبب مجبوراً اندرون محراب قیام کی نوبت آوے تو مکروہ نہیں۔

ویکمرہ قیام الا امام بجملته فی المحراب لا قیامہ خارجہ وسجودہ فیہ (الی قولہ) و اذا ضاق المكان فلا کراہۃ (مراقی الفلاح بہامش الطحطاوی ص ۱۹۸ فصل فی المکروہات الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں:

(سوال ۱۷۴) ایک امام صاحب ہاتھ باندھنے کے بعد بار بار ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے ہیں اور بار بار قمیص کھینچتے ہیں، ایسے ہی رکوع میں ازار کے پائینچے درست کر کے پھر سجدہ کرتے ہیں نماز میں ایسی حرکات کے مرتکب کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) امام یا غیر امام کو ایسی فضول حرکتوں سے اجتناب چاہئے، اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور کبھی عمل کثیر ہو کر فساد نماز کی نوبت آ جاتی ہے، لہذا ایسے عبث فعل سے امام اور مصلیوں کو بچنا چاہئے۔ ویکمرہ ایضاً ان یکف ثوبہ، وهو فی الصلوٰۃ بعمل قليل بان يرفعه من بين يديه او من خلفه عند السجود او يده فيها وهو مكفوف كما اذا دخل وهو مشمر الكم والذيل وان يرفعه كيلا يترب الخ (کبری ص ۳۳۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مَسْبُوقِ لَاحِقِ مَدْرَك

حرم شریف میں بوقت از و حام مسبوق کے لئے کیا حکم ہے

(سوال ۱۷۵) حرم شریف میں حجاج کو اکثر مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ دروازے میں جہاں سے لوگوں کی آمد و رفت ہے نماز کے لئے جگہ نصیب ہوتی ہے اور گاہ بگاہ ایک دو رکعتیں امام کے ساتھ نہیں پڑھتے تو امام کے سلام کے بعد اسے پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً عصر کے وقت چونکہ اس کے بعد سنن نہیں ہیں اس لئے لوگ باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اتنی ساری بھیڑ ہو جاتی ہے کہ سجدہ گرنا دو بھر ہو جاتا ہے بلکہ پڑا پڑی میں کھڑے رہنا دشوار ہو جاتا ہے ایسے حالات میں مسبوق امام کے سلام پھرانے سے اول کھڑا ہو کر اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے پڑھ کر امام کے سلام کے بعد لوگوں کے اٹھنے سے پہلے فارغ ہو جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ یا نہیں؟

(الجواب) ایسے حالات میں جب کہ فوت شدہ رکعتیں پڑھنے کا امکان نہ ہو تو امام کے ہمراہ قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے ادا کر لے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ کبیری شرح منیہ میں ہے او يحاف مرور الناس بين يديه ونحو ذلك فلا يكره ان يقوم قبل سلامه بعد قعوده قدر التشهد ولا يقوم قبل قعوده قدر التشهد اصلاً (مفسدات صلاة ص ۹۳۹) (ترجمہ) خطرہ ہے کہ لوگ اس کے سامنے سے گزریں گے یا اس طرح کا کوئی اور خدشہ ہے تو اس وقت یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ امام جب قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھ چکے یعنی اتنی دیر گزر جائے جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاسکتی ہے تو وہ (مقتدی) کھڑا ہو جائے مگر اس کا پورا خیال رکھے کہ اس سے پہلے (یعنی جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے اس سے پہلے) ہرگز کھڑا نہ ہو۔

مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے:

(سوال ۱۷۶) مغرب کی آخری رکعت میں شرکت کی یعنی ایک رکعت ملی امام کے سلام کے بعد ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کیا کہ امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعت ملا کر دو رکعتیں ہوئی تھیں لیکن میرے ساتھی نے (جس کو آخری رکعت ملی تھی) ایک رکعت ادا کر کے قعدہ نہیں کیا بلکہ دو رکعت پڑھ کر قعدہ کیا اور مزید اینکه سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں، کیا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا بہتر تھا آپ نے درست کیا۔ آپ کے ساتھی نے دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہے تاہم اس کی نماز ہو گئی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں اس صورت میں سجدہ سہو بھی استحساناً لازم نہیں ہے لو ادرك مع الامام ركعة من المغرب فانه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في او لهما لا نهائياً ولولم يقعد جاز الخ (کبیری ص ۲۴۱ مفسدات صلاة صغیری ص ۲۴۱ شامی ج ۱ ص ۵۵۸ قبیل باب الاستخلاف فتاویٰ محمدی ص ۸۷)

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کے رو برو پیش ہوا تھا تو آپ نے فتویٰ دیا تھا کہ دونوں (مسروق و جندب) کی نماز ہو گئی مگر مجھے یہ پسند ہے کہ مسروق کی نماز پڑھوں یعنی ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کروں (مجمع

الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲) قال فی شرح المنیة ولولم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولو یلزمه سجود السهو لكون الركعة اولی من وجهه (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مَسْبُوق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۷۷) مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، لہذا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے۔

(الجواب) امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے:

(سوال ۱۷۸) مسبوق آدمی سجدہ سہو کا سلام پھیرنے میں امام کی متابعت کرے یا نہیں؟

(الجواب) مسبوق جس کو اپنی بقیہ نماز ابھی پوری کرتی ہے وہ سجدہ سہو میں تو امام کی اتباع کرے مگر سلام نہ پھیرے (شامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السهو) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام جب قعدہ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود، دعا پڑھے یا نہیں :

(سوال ۱۷۹) ایک شخص کی دو رکعت چھوٹ گئیں۔ امام صاحب قعدہ اخیرہ میں بیٹھیں اور تشهد۔ درود پڑھیں۔ تو یہ مسبوق کیا پڑھے؟ التحیات اور درود وغیرہ پڑھے یا خاموش بیٹھے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مسبوق امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات (تشہد) اس طرح آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے ساتھ ساتھ اس کا التحیات ختم ہو۔ یا اشہد ان لا الہ الا اللہ مکرر نہ کر پڑھتا رہے۔ درمختار میں ہے۔ واما المسبوق فیتسرسل لیفرغ عند سلام امامه وقیل یتیم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ (درمختار) قوله فیتسرسل ای یتمهل وهذا ما صححه فی الخانیۃ وشرح المنیۃ فی بحث المسبوق من باب السهو و باقی الاقوال مصحح ایضاً قال فی البحر وینبغی الا فناء بما فی الخانیۃ کما لا یخفی ولعل وجهه کما فی النہر انه یقضى اخر صلاته فی حق التشهد ویاتی فیہ بالصلوة و الدعاء وهذا لیس اخر الخ (درمختار و الشامی ج ۱ ص ۷۷۷ فصل فی بیان تالیف الصلوۃ الخ) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۸۰) مقتدی نے تکبیر تحریمہ بحالت قیام توقض کر کے نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے اور رکوع میں جاتے ہوئے کہہ کر، امام کو رکوع میں پالیا تو یہ اقتداء صحیح ہوگی اور رکعت معتبر ہوگی یا نہیں؟

(۱) قوله وتنقضى قدوة بالاول ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الا امام اذا فرغ من صلاته فلما قال السلام جاء رجل واقعدی به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخل فی صلاته لان هذا سلام الا ترى أنه لو اراد ان یسلم علی أحد فی صلاته ساہیا فقال السلام ثم علم فسکت تفسد صلاته شامہ ۱۰ اجبات الصلاة ج ۱ ص ۳۳۶

(الجواب) صورت مسئلہ میں تکبیر بحالت قیام نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے کہی ہے اس لئے نماز میں داخل نہ ہوا، جب نماز میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا تو رکعت کیسے معتبر ہوگی بلکہ نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ چنانچہ مجالس ابراہیم میں ہے، ومحل التكبير القيام المحض حتى لو ادرك الا امام في الركوع وكبر حال الا انحطاط لا يصبر داخلا في الصلوة لان شرط الدخول فيها وقوع التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع اكبر لا يصبر داخلا۔

ترجمہ:- اور تکبیر کا موقع قیام ہے (یعنی حالت قیام میں پوری تکبیر کہنا چاہئے) اسی بنا پر اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ نماز میں داخل ہونے کی شرط تکبیر کا حالت قیام میں کہنا ہے لہذا اگر قیام میں ”اللہ“ کہا اور رکوع میں ”اکبر“ تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ (مجالس ابراہیم ص ۳۰۷ مجلس نمبر ۵۲ کبیری ص ۲۷۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے

تو چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۸۱) تین رکعت پوری ہونے کے بعد ایک مقتدی امام کے پیچھے نماز میں شامل ہوا وہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تین رکعتیں کس طرح ادا کرے گا؟ یعنی کس کس رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا؟ اور کون سی رکعت پر قعدہ کرے گا؟ مع حوالہ جواب عنایت کریں یہاں اس سلسلہ میں اختلاف ہو رہا ہے؟ بینواتو جروا (ازجدہ)

(الجواب) اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر ثنا پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور سورت پڑھے اور رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے دوسری رکعت میں بھی سورہ فاتحہ اور سورت پڑھے۔ مگر اس رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے اور تیسری رکعت میں فقط سورہ فاتحہ پڑھے اور پھر دستور کے موافق قعدہ اخیرہ کر کے نماز پوری کرے۔ درمختار میں ہے۔ ویقضى اول صلوته في حق قراءه واخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر ياتي بركتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما برابعة الرباعي بفاتحة فقط۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامة فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۸۲) مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کس طرح ادا کرے۔ مع حوالہ جواب عنایت کریں۔ یہاں اختلاف ہو رہا ہے۔ بینواتو جروا۔ (ازجدہ)

(الجواب) صورت مسئلہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت ملا کر نماز پوری کرے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ مگر حدیث ابن مسعود کی وجہ سے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر دو رکعت کر کے قعدہ کرے گا تب بھی اس

پر جہدہ ہو یا نماز کا اعادہ لازم نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۶) کبیری میں ہے لو ادرك مع الامام ركعة من المغرب فانه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في اولهما لانها ثنائية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو (کبیری ص ۵۵۸) شامی میں ہے (قوله وتشهد بينهما) قال في شرح المنية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة اولی من وجه ۵ (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامة) فقط و الله اعلم بالصواب.

فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب:

(سوال ۱۸۳) فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد پنجم ص ۱۵۳ پر فتویٰ ہے کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، کھڑا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے؟

(الجواب) ”امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس جواب پر بعض مفتیان کرام کو اشکال ہے کہ جب اس شخص نے قعدہ میں شرکت نہیں کی تو اقتدا کیسے صحیح ہوگی؟ اس کا کیا جواب ہوگا؟ بیوا تو جروا۔

(الجواب) جب مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے اقتداء کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہہ دی تو وہ حرمت صلوٰۃ میں داخل ہو گیا اور اقتداء صحیح ہو گئی، صحت اقتداء کے لئے اتنی شرکت کافی ہے، قعدہ میں شرکت شرط نہیں، البتہ اگر لفظ سلام کہنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہی ہو تو اقتداء صحیح نہ ہوگی، شامی میں ہے۔ (قوله وتنتهي قدوة بالاول) ای بالسلام الاول قال في التجنيس الامام اذا فرغ من صلوته فلما قال السلام جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول عليكم لا يصير داخلًا في صلاحه لان هذا سلام الخ (شامی ج ۱ ص ۴۳۶ واجبات الصلاة) اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صورت میں اقتداء صحیح ہے صحت اقتداء کے لئے ادنیٰ مشارکت کافی ہے، صغیری میں ہے وفي الذخيرة قال وان سوى ظهره في الركوع يعني حال كون الامام راكعاً صار مدر كاً تلك الركعة قدر على التسبيح اولم يقدر اى لا تشترط المشاركة قدر التسبيحة وهذا هو الاصح لان الشرط المشاركة في جزء من الركن وان قل وادناه ان ينتهي الى حد الركوع قبل ان يخرج الامام عن حد الركوع الخ (صغیری ص ۱۶۵، ص ۱۶۶)

اس کی تائید میں دو فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ

(سوال) مقتدی بہ نیت اقتداء صرف تکبیر تحریمہ ہی کہنے پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو کیا مقتدی اس تحریمہ سے اپنی نماز پوری کرے یا بارگراںفرادی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

(الجواب) اگر سلام سے پہلے مقتدی نے تکبیر تحریمہ ختم کر لی تھی تو وہ نماز میں شریک ہو گیا اور اسی نماز کو پوری کر لے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۹۸)

(۲) حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

(سوال ۱۵۲) زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہئے یا اول ہی تکبیر تحریمہ کافی ہے؟

(الجواب) پوری تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کہہ چکا ہے تو وہ شریک جماعت ہو گیا، اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قال فی الحلیۃ عند قول المنیۃ ولا دخول فی الصلوۃ الا بتکبیر الا فتاح (شامی) فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل جلد ثالث باب الجماعت ص ۶۵ فقط واللہ اعلم

فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۵۳ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے۔

(سوال ۱۸۴) فتاویٰ رحیمیہ اردو ص ۱۵۲ جلد پنجم پر جو فتویٰ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی اور بیٹھنے نہ پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کی اقتداء صحیح ہو گئی اور وہ جماعت میں شامل ہو گیا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس فتویٰ پر بعض اہل علم حضرت کو اشکال ہے، فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۵۵-۱۵۶ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رحیمیہ کی تائید میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی کا فتویٰ پیش کیا ہے، اس کے بعد مزید وہ فتوے نظر سے گزرے وہ یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان دونوں فتاویٰ سے بھی صراحۃً فتاویٰ رحیمیہ کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

(الجواب) ان میں سے ایک فتویٰ امداد الاحکام میں ہے (امداد الاحکام یہ امداد الفتاویٰ کا مکملہ ہے، اس میں حضرت مولانا ظفر محمد تھانوی عثمانی اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم مکتھلوی کے فتاویٰ درج ہیں جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے زیر نگرانی لکھے گئے ہیں، مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۵۵ پاکستان ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا ہے)

ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۸۵) دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے، امام کے سلام کے بعد اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھنے میں ایک کو شک ہوا کہ کتنی رکعتیں فوت ہوئی ہیں؟ تو اس نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر اس کے مانند اپنی نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا دہرائی پڑے گی۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں نماز صحیح ہو گئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ساتھی کی امام کی حیثیت سے اقتداء کی ہے تو نماز نہ ہوگی، نعم لونسی أحد المسبوقین فقضی ملاحظا للاخر بالا فتداء صح، درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامة فقط واللہ اعلم۔

حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام:

(سوال ۱۸۶) اگر مسبوق نمازی جماعت میں ایسے وقت آ کے ملے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے صرف

نیت ہی باندھنے پایا یا قعدہ میں ملنے کے لئے کچھ تھوڑی ہی جھکا تھا مگر قعدہ نہ مل سکا اور امام نے سلام پھیر دیا، تو یہ فرمائیے کہ وہ مسبوق نمازی جماعت میں شامل ہوا یا نہیں؟ اگر جماعت میں شامل ہوا نہیں تو اسی نیت سے اپنی نماز فردا پوری کرے، یا پھر سے علیحدہ نماز کی نیت کرے؟

(الجواب) قال فی الدر لو کبر قائماً فرکع ولم یقف صح لان ما اتی به الی ان یبلغ الركوع یکفیه قنیة ص ۲۲۳ ج ۱ وفی الشر نبلا لیه والثانی من شروط صحة التحریمة الا تیان بالتحریمة قائمة او منحناً قليلاً قبل وجود انحنائه بما هو اقرب للركوع قال فی البرهان لو ادرك الا امام راكعاً فحسنى ظهره ثم کبر ان كان الی القيام اقرب صح الشروع ولو اراد به تكبير الركوع وتلغويته لان مدرک الا امام فی الركوع لا یحتاج الی تکبیر مرتین خلافاً لبعضهم وان كان الی الركوع اقرب لا یصح التحریمة اه (ص ۱۳۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے بقدر اللہ اکبر قیام کافی ہے، زیادہ کی ضرورت اس وقت ہے جب کہ مصلیٰ پر تحریمہ کے بعد قیام بھی فرض ہو، صرف صحت تحریمہ کے لئے ادراک رکوع وغیرہ میں قیام زائد علی قدر اللہ اکبر لازم نہیں، پس اگر سلام امام سے پہلے نیت صلوہ کے بعد اللہ اکبر کہہ لے تو اقتداء صحیح ہوگئی، تو جھکنے بھی نہ پایا ہو، بیٹھنے بھی نہ پایا ہو اور اللہ اکبر کے بعد وقفہ بھی نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۶ھ۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۷، ج ۱ ص ۴۵۸)

دوسرا فتویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب۔ لدھیانوی دامت برکاتہم پاکستان کا ہے۔

مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۸۷) ایک شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے مقتدی بیٹھنے نہیں پایا کہ امام نے سلام پھیر لیا، کیا اس کی اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) باسم ملہم بالصواب۔ اقتداء صحیح ہوگئی قال فی شرح التنویر وتنقضی قدوة بالا ول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیة (رد المحتار ج ۱ ص ۴۳۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

۲ رجب ۸۴ھ (احسن الفتاویٰ جدید ج ۳ ص ۲۷۰ باب الامامة والجماعة)

مسبوق کے لئے ثناء تعوذ اور تسمیہ کا حکم:

(سوال ۱۸۸) مسبوق جب اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مسبوق جب اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے،

در مختار میں ہے (والمسبوق من سبقه الا امام بها او ببعضها وهو منفرد) حتی یشی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع امام لعدم الاعتداد بها لکراحتها مفتاح السعادة (قوله حتی یشی) تفریع علی قوله منفرد فیما یقضیه بعد فراغ امامه فیأتی بالثناء والتعوذ لانه للقراءة ویقرأ لانه یقضی اول صلاته فی حق القراءة کما یأتی حتی لو ترک القراءة فسدت (در مختار و شامی باب الامامة ج ۱ ص ۵۵۷، ۵۵۸) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صلوۃ المریض

بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۸۹) آدمی بیمار رہتا ہے لیکن نماز کے لئے پیادہ چل کر آتا ہے اور بیٹھ کر نماز باجماعت ادا کرتا ہے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ پوری رکعت کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہیں۔ سہارے کے بغیر کھڑے نہ ہو سکیں تو دیوار یا عصا کا سہارا بھی لے لیں۔ اپنے خادم کا سہارا لے سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ایک آیت ہی کسی طرح کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں تو اتنی مقدار ضرور کھڑے ہوں۔ اتنی بھی طاقت نہ ہو یا خطرہ ہو کہ مرض میں شدت ہو جائے گی۔ تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہوگی۔ اسی طرح بیٹھنے کے متعلق بھی ہے۔ تکیہ لگا کر یا کسی صورت سے بھی بیٹھ سکتے ہیں تو لیٹ کر نماز نہیں ہوگی۔ جب بیٹھ کر پڑھنے کی کوئی صورت نہ رہے تب لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں۔ فرض، واجب اور صبح کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ نفل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن نصف اجر ملے گا۔ قال فی الدر وان قدر علی بعض القیام (و لو متکا علی عصا او حائطاً) (قام) لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آية او تکبیرة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل (در مختار) و قوله علی المذهب فی شرح الحلوان نقلاً من الہند وانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامہ او کان یقدر علی القیام بعض القراءة دون تمام یو مر بان یکبر قائماً ویقر ما قدر علیہ ثم یقعہ ان عجز وہم المذهب الصحیح لا یروی خلافہ عن اصحابنا ولو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلاتہ . وفی شرح القاضی فان عجز عن القیام مستویاً فلم یقوم متکناً لا یجزیہ الا ذلک و کذا لو عجز عن القعود مستویاً قالوا یقعہ متکا لا یجزیہ الا ذاک فقال عن شرح التمر تاشی ونحوہ فی العنایة بزیادة و کذلک لو قدر ان یعتمد علی عصا ارکان له خادم لو اتکا علیہ قدر علی القیام اه (در مختار مع الشامی ص ۱۰۷ ج ۱ باب صلوۃ المریض) فقط و اللہ اعلم بالصواب . وفیہ ایضاً..... قوله ای الفریضہ اراد بها ما یشتمل الواجب کالو ترو ما فی حکمہ کسنة الفجر (رد المختار باب صلوۃ المریض)

بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے تو کس صورت میں قیام کر سکتا ہے؟

اس کے لئے کیا حکم ہے :

(سوال ۱۹۰) بیمار گھر میں کھڑا کھڑا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن مسجد میں نماز باجماعت کے لئے جائے تو کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی بیٹھ کر پڑھتی ہے تو وہ کیا کرے؟ گھر میں کھڑے کھڑے پڑھے یا مسجد میں جا کر نماز باجماعت بیٹھ کر پڑھے؟

(الجواب) اس کے لئے ضروری ہے کہ گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے قیام فرض ہے۔ جماعت کے لئے فرض ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ گھر میں گھر والوں کے ساتھ جماعت کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔

مریض کے لئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۹۱) مریض اشارے سے رکوع سجود کرتا ہے اگر اس کے لئے تکیہ رکھ دیا جائے اور اس پر وہ سجدہ کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ تکیہ پر سجدہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) اشارہ سے جتنا جھک سکتا ہو اتنا سر جھکا کر ضروری ہے اگر اسی مقدار پر تکیہ ہو تو نماز درست ہو جائے گی اور اگر تکیہ اس سے اونچا ہے تو جھکنا پورا نہیں پایا گیا تکیہ نخل اور مانع ہوا تو نماز درست نہ ہوگی وان لم يستطع الركوع والسجود يؤمى برأسه قاعداً ويجعل سجوده اخفض من ركوعه ليتحقق الفرق بينهما ولا يرفع اليه شئني يسجد عليه ان كان خفض رأسه يصح ويكون صلاته بالأيمن والافلا . (مجالس الجبراز م ۵۲ ص ۸۰۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست :

(سوال ۱۹۲) بیمار جو بستر پر ہو چلنے پھرنے سے معذور ہو اس کا جسم اور کپڑے پاک نہ رہتے ہوں، کیا وہ ایسی ناپاکی کے ساتھ بستر پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ہر نماز کے لئے پاکی حاصل کرنا مشکل ہے، اس میں کوئی گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں؟ نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ استنجاء نہ خود کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور نہ کوئی استنجاء کرانے والا ہوتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔ (از حیدر آباد)

(الجواب) جسم اور کپڑے اور بستر پاک کرنے کی صورت نہ ہو تو ایسی بیماری کی حالت میں بھی نماز ادا کرے چھوڑے نہیں، انشاء اللہ ادا ہو جائے گی، اسی طرح اگر ایسا شخص جس کے لئے ستر دیکھنا جائز ہو موجود نہیں ہے اور خواہ استنجاء کرنے سے بالکل عاجز ہے تو ایسے وقت استنجاء ساقط ہو جاتا ہے، اسی حالت میں نماز پڑھے، نماز قضاء نہ کرے۔

درمختار میں ہے مریض تحته ثياب نجسة و كلما بسط شيئاً تنجس من ساعته صلى على حاله و كذا لو لم يتنجس الا ان يلحقه مشقة بتحريكه (درمختار ج ۱ ص ۱۵۷ باب صلوۃ المریض) دوسری جگہ ہے و كذا مريض لا يبسط ثوبا الا تنجس فوراً له تركه (درمختار) شامی میں ہے (وقوله و كذا مريض الخ) في الخلاصة مريض مجروح تحته ثياب نجسة ان كان بحال لا يبسط تحته شئني الا تنجس من ساعته له ان يصلي على حاله و كذا لو لم يتنجس الثاني الا ان يزاد مرضه له ان يصلي فيه (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۸۳ كتاب الطهارة مطلب في احكام المعذور)

(۱) ولو اضعفه عن القيام الخروج للجماعة صلى في بيته قائماً به يقتضى خلافاً للاشياء قال في الشامية تحت قوله به يقتضى وجهه ان القيام فرض بخلاف الجماعة وبه قال مالك والشافعي خلافاً لا حمد بناءً على ان الجماعة فرض عنده الخ درمختار مع الشامی باب صفة الصلاة ج ۱ ص ۳۱۵

طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (فرع) فی الخانیة مریض عجز عن الاستنجاء ولم یکن له من یحل له جماعه سقط عنه الاستنجاء لا نه لا یحل مس فرجه الا لذلك و اللہ اعلم (طحاوی علی مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء ص ۲۷)

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ نمبر ۱۳۔ فالج گرا اور اسی بیماری ہوگئی کہ پانی سے استنجاء نہیں کر سکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے، اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمم نہ کر سکے تو کوئی دوسرا تیمم کر دے، اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں تو بھی نماز قضاء نہ کرے اسی طرح نماز پڑھے، کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، نہ ماں نہ باپ نہ لڑکانہ لڑکی، البتہ بیوی کو اپنے میاں اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا درست ہے، اس کے سوا کسی اور کو درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۵۴ ص ۵۵ حصہ دوسرا، بیمار کی نماز کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہو تو نماز کس طرح پڑھے:

(سوال ۱۹۳) ایک عورت کی عمر ساٹھ برس ہے اسے قطرہ کا عارضہ ہے جب وہ نماز میں سجدہ میں ہوتی ہے تو دو تین قطرے پیشاب ہو جاتا ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھتی ہے تو قطرہ نہیں آتا ہے تو وہ کس طرح نماز پڑھے؟ بینوا تو جروا۔ (الجواب) صورت مسئلہ میں قیام اور رکوع میں قطرہ نہ آتا ہو تو کھڑے ہو کر نماز شروع کرے اور رکوع بھی کرے اور سجدہ کھڑے کھڑے اشارہ سے کرے (شامی ص ۱۰۷ ج ۱) (۱) یا بیٹھ جائے اور اشارہ سے سجدہ کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ بیٹھ کر پوری نماز اشارہ سے ادا کرے، اور فقہاء نے اس کو (بیٹھ کر اشارہ کر کے نماز پڑھنے کو کھڑے ہو کر پڑھنے کی بہ نسبت) افضل کہا ہے، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو ملتی الا بحر میں ہے (وان قدر علی القيام وعجز عن الركوع والسجود) او عن السجود فقط (یومی قاعداً وهو افضل من الايماء قائماً) لان القعود اقرب الى السجود وهو المقصود (ملتقى الا بحر) مجمع الانهر میں ہے (قوله وان قدر علی القيام وعجز عن الركوع والسجود یومی قاعداً) لان ركنية القيام لكونه وسيلة الى السجود الذي هو نهاية التعظیم فسقط الوسيلة لسقوط الاصل (وهو) ای الايماء قاعداً (افضل من الايماء قائماً) لكون رائسه فيه اقرب الى الارض قال شيخ الاسلام یومی للركوع قائماً والسجود قاعداً وقال زفرو الشافعی یصلی قائماً بالايماء كذا فی التبيين (مجمع الانهر شرح ملتقى الا بحر ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، باب صلوۃ المریض)

مراقی الفلاح میں ہے (وان تعدد الركوع والسجود) وقد ر علی القعود ولو مستنداً (صلی قاعداً بالايماء) للركوع والسجود برأسه ولا یجزیه مضطجعا (وجعل ايماءه لا) برأسه (للسجود) احفض من ايماءه (برأسه) للركوع (و كذا) وعجز عن السجود وقد ر علی الركوع یومی بهما لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاد مریضاً فقرأه یصلی علی وسادة فاخذها فرمی بها

(۱) وفي الذخيرة رجل بحلقه خراج ان سجد سال وهو قادر علی الركوع والقيام والقرأة یصلی قاعداً یومی ولو صلی قائماً برکوع وقعد او ما بالسجود واجزاه والا ول لم یشر عاقربة بنفسها بل لیکونا وسیلتین الى السجود، باب صلاة المریض

فاخذ عوداً لیصلی علیہ فرمی بہ و قال صلی علی الارض ان استعنت والا فاوم ایماءً واجعل سجودک اخفض من رکوعک۔

طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله صلی قاعداً بالایماء) او قائماً بہ والا اول افضل لانه شبه بالسجود لكونه اقرب الى الارض وهو المقصود كذا في التبيين وفي البحر ظاهر المذهب جواز الايماء قائماً او قاعداً كما لا يخفى اه قال الحلبي لو قيل ان الايماء قائماً هو الافضل خروجاً من الخلاف يعني خلاف من يشترط القيام عند القدرة عليه لكان موجهها (قوله وكذا لو عجز عن السجود الخ) قال في الفتح رجل بحلقه جراح لا يقدر على السجود ويقدر على غيره من الافعال يصلی قاعداً بالایماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعد أو ما للسجود جاز والا اولی (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۳۵ باب صلاة المریض)

درمختار میں ہے:- (ومنها القيام)..... (فی فرض)..... (لقادر علیه) وعلى السجود فلو قدر عليه دون السجود ندب ایماءه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لو سجد وقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه اذا قام او يسلس بوله..... الخ (درمختار) شامی میں ہے (قوله فلو قدر علیه) ای علی القيام وحده او مع الركوع كما في المنية (قوله ندب ایماءه قاعداً) ای لقربه من السجود و جاز ایماءه قائماً كما في البحر..... الخ (قوله وكذا) ای یندب ایماءه قاعداً مع جواز ایمائه قائماً لعجزه، عن السجود حکماً لانه لو سجد لزمه فوات الطهارة بلا خلف و او ما كان الايماء خلفاً عن السجود (درمختار و شامی ص ۴۱۴، ص ۴۱۵ ج ۱، باب صفة الصلوة) غایۃ الاوطار میں ہے (لقادر علیه) علی السجود و قیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماءه قائماً پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ ہو تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اس لئے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ سے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز ہے و کذا من يسيل جرحه لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے اس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اس کا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہے اس لئے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہے تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا۔ کذا فی الحلبي (غایۃ الاوطار ص ۲۰۶ ج ۱ ص ۲۰۷)

درمختار میں ایک اور مقام پر ہے (وان تعذرا) ليس تعذرهما بل تعذر السجود كاف (لا القيام او ما قاعداً) وهو افضل من الايماء قائماً لقربه من الارض (ويجعل سجوده اخفض من ركوعه) لزوماً (درمختار) شامی میں ہے (قوله او ما قاعداً) لان ركنية القيام للتوصل الى السجود فلا يجب دونه وهذا اولی من قول بعضهم صلی قاعداً اذا يفترض عليه ان يقوم للقرأة فاذا جاء او ان الركوع والسجود او ما قاعداً كذا في النهر اقول التعبير يصلی قاعداً هو ما في الهداية والقدری وغيرهما واما ما ذكره من افتراض القيام فلم اره لغيره فيما عندي من كتب المذهب بل كلهم متفقون على التعليل بان القيام سقط لانه وسيلة الى السجود بل صرح في الحلية بان هذه

المسئلة من المسائل التي سقط فيها وجوب القيام مع انتفاء العجز الحقيقي والحكسي ۱۵ ويلزم على ما قاله انه لو عجز عن السجود فقط ان يركع قائماً وهو خلاف المنصوص كما علمته انفا نعم ذكر القهستاني عن الراهدی انه يؤمى للركوع قائماً وللسجود حالاً ولو عكس لم يجز على الاصح اه وجزم به الو لو الجى لكن ذكر ذلك فى النهر وقال الا ان المذهب الا طلاق اه اى يؤمى قاعداً او قائماً فيهما فالظاهر ان ما ذكره هنا سهو فتنبه له (درمختار وشامى ص ۱۰ ج ۱، باب صلوة المريض)

غاية الاوطار میں ہے وان تعدداً ويجعل سجوده اخفض من ركوعه اگر رکوع اور سجدہ دونوں نہ ہو سکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پرہنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کے زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اس کے سجدہ جائز نہ ہوگا۔ شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہ ہو سکتا اشارہ کے لئے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا۔ الخ (غایۃ الاوطار ص ۳۴۶ ج ۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب

آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ:

(سوال ۱۹۴) میری آنکھ کا آپریشن ہوا ہے، رکوع و سجدہ کے لئے گردن جھکاتا ہوں تو آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے اور درد ہوتا ہے آنکھ سرخ ہو جاتی ہے، ایسی حالت میں رکوع و سجدہ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینا تو جڑا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں اگر واقعی رکوع و سجدہ کرنے پر آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو یا آنکھوں کو نقصان ہوتا ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کر سکتے ہیں، رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کریں، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہونا چاہئے۔ مراقی الفلاح میں ہے وان تعسر کل القيام بوجود الم شديد صلى قاعداً برکوع وسجود (قولہ بوجود الم شديد) کدوران رأس و وجع ضرس او شقیقۃ او رمد کما فی القهستانی (طحطاوی علی مراقی الفلاح) اس کے بعد فرماتے ہیں (وان تعذر الركوع والسجود) وقد ر على الركوع ولو مستنداً (صلی قاعداً بالایماء) للركوع والسجود براء سه ولا یجزیه مضطجعا (وجعل ایماء ۵) براء سه (للسجود اخفض من ایمائه) براء سه (للكوع) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۵ باب صلوة المريض) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلیٰ بچھانے پر اصرار کرنا:

(سوال ۱۹۵) ہمارے مؤذن صاحب کو پاؤں میں کچھ تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ قعدہ میں داہنا پاؤں بچھا کر نہیں بیٹھ سکتے، وہ پیر پھیلا کر اس طرح بیٹھتے ہیں کہ کافی جگہ رک جاتی ہے اور دوسرے مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس وجہ سے وہ امام صاحب کے پیچھے علیحدہ مصلیٰ بچھانا چاہتے ہیں تاکہ لوگ مصلیٰ کی پوری جگہ ان کے لئے چھوڑ دیں مگر اس

صورت میں صف کے درمیان خلاء رہتا ہے، صفوں میں اتصال نہیں ہوتا تو مؤذن صاحب کے لئے علیحدہ مصلیٰ بچھانا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) احادیث میں صفیں سیدھی اور درست کرنے کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینہما وحاذوا بلا عناق فوالذی نفسی بیدہ انی لا یری الشیطان یدخل من خلل الصف کانہا الحذف رواہ ابو دائود۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۹۸ باب تسویۃ الصفوف)

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو درست کرو اور قریب قریب ہو کر کھڑے رہو اور کندھا کندھے کے برابر (محاذ میں) رکھو (یعنی کوئی بلند جگہ پر کھڑا نہ رہے بلکہ برابر جگہ پر کھڑے رہتا کہ کندھے برابر رہیں) بان لا یقف احدکم فی کان ارفع من مکان آخر ولا عبرۃ بالاعناق انفسہا اذلیس علی الطویل ان یجعل عنقہ محاذیاً لعنق القصیر (التعلیق الصبیح ۴۵/۲)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچے کی طرح صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں گھس جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۲) عن ابی مسعود النصارى رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح منا کبنا فی الصلوۃ ویقول استوا ولا تخلقوا فتختلف قلوبکم الی۔ قال ابو مسعود فانتم الیوم اشد اختلافاً رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۹۸ باب تسویۃ الصفوف)

(۲) حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے ”سیدھے کھڑے رہو ورنہ تمہارے دل باہم مختلف ہو جائیں گے (اور اس کی وجہ سے آپس میں اختلاف پیدا ہوگا)۔“ الی قولہ۔ راوی حدیث فرماتے ہیں ”آج (اسی وجہ سے) تمہارے آپس میں شدید اختلاف ہے۔“

(۳) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا..... ثم خرج یوماً حتی کا دان یکبر فرأی رجلاً بادیاً صدره من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوہکم رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۹۸ ایضاً)

(۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے..... ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے (اور) قریب تھا کہ آپ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف سے اپنا سینہ باہر نکالے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اللہ کے بندو! تم اپنی صفوں کو سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف کر دے گا (یعنی تم میں پھوٹ پڑ جائے گی)“

(۴) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامة الصلوۃ متفق علیہ۔ (بخاری شریف، مسلم شریف) (ایضاً مشکوٰۃ شریف ص ۹۸)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! نماز میں صفوں کو درست کیا کرو۔ کیونکہ صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا ”اقامت صلوٰۃ“ میں سے ہے۔ (یعنی اچھی طرح نماز ادا کرنے کا ایک جز ہے)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں، مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صفیں بالکل سیدھی ہونا ضروری ہے۔ نمازی آگے پیچھے نہ ہوں، درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

صورت مسئلہ میں مؤذن صاحب اگر حقیقت میں معذور ہوں، ان کے پیروں میں ایسی تکلیف ہو کہ جس کی وجہ سے وہ دوسرے مقتدیوں کی طرح مسنون طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکتے ہوں، پیر پھیلا کر بیٹھنے کی وجہ سے درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو تو ایسی صورت میں مؤذن صاحب صف کے ایک کنارے پر یا آخری صف میں کھڑے رہیں وہاں کھڑے رہنے سے بھی انشاء اللہ ان کو صف اول کا ثواب ملے گا، شامی میں ہے (تنبیہ) قال فی المعراج الافضل ان یقف فی الصف الاخر اذا خاف ایذاء احد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان یؤذی مسلماً اضعف له اجر الصف الاول وبہ اخذ ابو حنیفہ (شامی ص ۵۳۲ ج ۱، باب الامامة)

اس صورت میں مؤذن صاحب اقامت کے لئے کسی دوسرے شخص کو اجازت دے دیں یا جس جگہ مؤذن صاحب کھڑے ہوں اس جگہ سے بھی مذکورہ مجبوری کی وجہ سے اقامت کہہ سکتے ہیں، یا امام صاحب خود اقامت کہہ کر اپنے مصلیٰ پر جا کر نماز پڑھائیں، مؤذن صاحب کے لئے مستقلاً مصلیٰ بچھانے کی وجہ سے اگر درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو، صفوں میں اتصال نہ رہتا ہو تو یہ کراہت سے خالی نہ ہوگا اور احادیث میں صفیں درست کرنے کی جوتا کید آئی ہے اس پر عمل کرنے کے لئے رکاوٹ بنے گا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع وسجدہ کرنے سے رتخ خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے :

(سوال ۱۹۶) مجھے سخت ریاضی تکلیف ہے نماز میں جب رکوع اور سجدہ میں جانا ہوتا ہے اور پیٹ پر دباؤ پڑتا ہے تو پیٹ پر دباؤ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، میں نماز کس طرح ادا کروں اس کی بڑی فکر رہتی ہے، احقر کی رہنمائی فرمائیں۔ بینواتو جروا۔

(الجواب) پیٹ پر دباؤ آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ اس طرح نماز ادا کریں کہ پیٹ پر دباؤ نہ آئے اور وضو کی حفاظت ہو سکے، اگر رکوع اور سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو آپ بیٹھ کر رکوع وسجدہ کا اشارہ کر کے نماز ادا کریں سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو۔

درمختار میں ہے (ومنها القيام)..... (فی فرض)..... (لقادر علیہ) و علی السجود فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعداً و کذا من یسئل جرحہ لو سجد وقد یتحتم القعود کمن یسئل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ..... الخ (درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۵، باب صفة الصلوٰۃ) طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قال فی الفتح رجل بحلقه جراح لا یقدر علی السجود

و یقدر علی غیرہ من الافعال یصلی قاعداً بالایمان ولو قام وقرأ و رکع ثم قعدوا وما للسجود جازو الا ول اولی (ص ۲۳۵ باب صلوٰۃ المریض) فقط و اللہ اعلم .

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا:

(سوال ۱۹۷) اگر بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے ہوئے رکوع میں اتنا جھک جائے کہ سجدہ کے قریب ہو جائے تو رکوع صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور نماز کیسی ہوگی! میرے رکوع میں زیادہ جھکنے کی وجہ سے ایک شخص کو اعتراض ہے۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص رکوع اس طریقہ سے کرے کہ پیشانی اس کے دونوں زانوؤں کے مقابل آجائے۔ ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جہتہ قدام رکبتہ لیصل الی رکوع اھ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ باب صفة الصلاة)

اگر اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ جھکا جائے تب بھی رکوع صحیح اور نماز درست ہو جائے گی مگر قانون رکوع وہی ہے جو مذکور ہوا، شامی میں ہے قلت ولعلہ محمول علی تمام الركوع والا فقد علمت حصولہ باصول طائفة الراس ای مع انحاء الظهر (ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب ۹۰ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ۔

باب ما يتعلق بالسفر والمسافر

امام اور مقتدی مسافر یا مقیم:

(سوال ۱۹۸) اگر مسافر نے سقیم کی اقتداء میں قصر ہی پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑے قصر کرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ (۱)

(سوال ۱۹۹) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھا امام نے قصر کیا پھر مقتدی اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعت میں فاتحہ و سورۃ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم شخص مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۃ پڑھے نہ فاتحہ۔ (۲)

سفر میں سنت موکدہ کا حکم

(سوال ۲۰۰) فرض نماز کے علاوہ سنت موکدہ اور غیر موکدہ و نوافل میں قصر ہے یا نہیں؟ تشریح فرمائیں۔

(الجواب) سنن و نوافل میں قصر کا حکم نہیں ہے۔ (۳)

(سوال ۲۰۱) سفر میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟ پڑھے یا چھوڑ دے؟

(الجواب) سنتوں کے لئے قصر کا حکم نہیں ہے۔ اتنی سہولت ہے کہ جاری سفر میں جب کہ اطمینان نہیں ہوتا ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس وقت سنت چھوڑ دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور منزل پر جب کہ اطمینان ہوتا ہے ترک نہ کرنا چاہئے الفعل افضل حالة النزول والترك حالة السیر (کبیری ص ۵۰۶ فصل فی صلوة المسافر)

(سوال ۲۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے گھر سے یہی

نیت کرے کہ مکہ شریف میں دو ماہ قیام کروں گا تو اس صورت میں زید کو راستہ میں نماز قصر کرنی ہوگی یا پوری؟

(الجواب) جو شخص مسیرۃ ثلاثہ ایام (تقریباً ۲۸ میل) کے قصد سے نکلے وہ شرعی مسافر ہے اسے راہ میں قصر لازم ہے جب تک کسی ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت سے ٹھیر نہ جائے قصر کرتا رہے لہذا دو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کی نیت سے جانے والا ہندوستانی حاجی بھی راستہ میں قصر ہی کرے گا فقط۔ (۴) و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نماز قصر کرنے کے لئے کتنی مسافرت شرط ہے:

(سوال ۲۰۳) میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ہانسوٹ میں مقیم رہا۔ ملازمت کی مدت میں جمبوسر ڈیڑھ برس بھی

(۱) وفي شرح الطحاوی، ولوان المسافر سلم على رأس الركعتين بعد ما اقتدأ بالامام او افسد على نفسه صلاته بالكلام او غير ذلك لا يجب عليه قضاء الركعتين الخ فتاویٰ تاتار خانية فی صلاة السفر۔

(۲) وان صلى المسافر بالمقیمين ركعتين مسلم واتم المقيمون صلاتهم كذا فی الهدایة۔ صارو امفردین كالمنسبوق الا انهم لا یقرؤن فی الاصح هكذا فی البنین۔ فتاویٰ ہندیہ صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲۔

(۳) ولا قصر فی السنن كذا فی المحيط، ایضاً۔

(۴) من خرج من عمارة موضع اقامة قاصدا مسیرة ثلاثة ایام ولیا لیها بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة صلی الرباعی ركعتين وجوبا در مختار غل۔ المختار صلاة المسافر ص ۳۲۔ ۳۵۔

ٹھہرتا ہوں۔ جمبوسر سے ہانسوٹ تقریباً اڑتالیس میل دور ہے تو اثنائے راہ میں قصر ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب ہانسوٹ سے جمبوسر اڑتالیس میل پر واقع ہے تو جب جمبوسر کے قصد سے نکلے تو ہانسوٹ کی فناء (آبادی) چھوڑنے کے بعد مسافر ہو جائے گا اور قصر لازم ہو جائے گا۔ حوالہ بالا۔

(سوال ۱۷۴) دریافت ہے کہ چھ سات دن قیام کرتا ہوں پھر چلا جاتا ہوں تو ہانسوٹ میں قصر کروں یا نہ کروں کل ہانسوٹ سے چھ سات میل پر واقع ایک گاؤں گیا تھا وہاں میں نے قصر کیا اور امامت کرائی تو نماز صحیح ہو گئی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) جب ہانسوٹ وطن اصلی سے تو قصر کا حکم نہیں (۱) اور ہانسوٹ سے چھ سات میل کی مسافت سے بھی قصر صحیح نہیں ہے۔ کرے گا تو گنہگار ہوگا اور قصر پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ چار رکعت والی نماز کی امامت کی بہت تو اعادہ واجب ہے مقتدیوں پر نماز کا اعادہ ہے۔ مسئلہ جانے بغیر امامت کرنا غلط ہے۔ امامت کی بڑی ذمہ داری ہے۔ غلطی کی خدا سے معافی طلب کرے۔ خدائے پاک معاف فرمانے والے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نیت اقامت کی صحت کے لئے ایک ہی جگہ کی تعیین شرط ہے:

(سوال ۲۰۴) ایک مولوی دوست مدینہ سے تیسری ذی الحجہ کو مکہ تشریف لائے۔ وہ بیسویں ذی الحجہ کو اسٹیمر سے وطن آنے والے تھے اس بنا پر یہاں سولہ سترہ دن قیام کرنے والے تھے اس لئے نماز پوری پڑھتے تھے۔ منی عرفات اور مزدلفہ میں بھی امام بن کر نماز پوری پڑھائی۔ لیکن ایک مولوی صاحب سے گفتگو کر کے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب مقیم نہیں ہو سکتے۔ وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ میں نے ایک اردو کی کتاب میں دیکھا ہے لیکن وجہ نہ بتا سکے۔ جب پندرہ دن سے زیادہ کی نیت کی ہے تو اتمام نہ کرے کیا وجہ ہے؟ قصر کیوں کرے؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں مولوی صاحب مسافر ہیں مقیم نہیں ہیں کہ مقیم ہونے کے لئے ایک ہی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت ضروری ہے اس صورت میں کہ منی، عرفات اور مزدلفہ میں پانچ سات دن رہنا ہوگا یہ مقامات مکہ معظمہ سے اتنے فاصلہ پر ہیں کہ ایک جگہ کی اذان دوسری جگہ نہیں سنی جاتی لہذا ان کو الگ الگ مقام مانا جاتا ہے۔ یہ صاحب منی وغیرہ میں پانچ چھ دن قیام کریں گے تو مکہ میں قیام کے لئے صرف گیاہ یا بارہ دن رہ جائیں گے۔ گیاہ بارہ دن کے قیام سے مقیم نہیں ہوتا لہذا وہ مسافر ہی ہیں۔ چار رکعت نہ پڑھ سکتے ہیں نہ پڑھا سکتے ہیں۔ (۲) اگر چار رکعت پڑھیں تو اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر اس کا اعادہ ضروری ہوگا اور قصد ایہ بے ضابطگی موجب گناہ ہوگی البتہ اگر بھول کر چار رکعت پڑھ لیں تو سجدہ سہو کافی ہوگا۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۳۸ باب صلاة المسافر) لیکن مقتدی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اس امام کی تیسری اور چوتھی رکعت نفل ہوگی۔ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ لہذا اقتداء المفترض بالمتفعل رد المحتار ج ۱ ص ۷۴۱ (ایضاً) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱) وبطل وطن الا صلی بالوطن الا صلی اذا انتقل عن الاول باھله وما اذا لم ينتقل باھله ولكنه استحدث اھلاً ببلدة اخرى فلا یبطل وطنه الاول فیتم فیہما ولا یبطل وطن الا صلی بانشاء السفر فتاویٰ ہندیہ صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲
(۲) قولہ لا بمکة ومنی ای لو نوى الإقامة بمکة خمسة عشر يوماً فإنه لا يتم الصلاة لأن الإقامة لا لكون فی المکا
نہیں۔ و ذکر فی کتاب المناسک ان الحاج اذا دخل مکة فی ایام العشر ونوى الإقامة نصف شهر لا یصح لأنه لا بد له
من العرفات فلا یتحقق الشرط بحر الرائل۔ رد المحتار ج ۲ ص ۱۴۲۔

چھوٹا بڑا راستہ:

(سوال ۲۰۵) میرے گاؤں سے ایک عزیز کامکان ریل گاڑی کی راہ سے چالیس میل دور واقع ہے اور ریل گاڑی کی راہ سے پچاس میل دور ہے ایک دو دن قیام کرتا ہوں تو نماز کا قصر لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں ریل گاڑی کے راستہ سے سفر کرے تو قصر کرنا ضروری ہے اور اگر ریل گاڑی کی راہ سے جائے تو قصر کا حکم نہیں۔ کہ تین منزل سے کم فاصلہ میں قصر کا حکم نہیں۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۷۳۰) (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سفر کے احکام کب جاری ہوں گے:

(سوال ۲۰۶) ہشتی زیورج ۲ ص ۴۷ پر مسافر کی نماز کے قصر کرنے کے پہلے مسئلہ میں تحریر ہے کہ ایک یا دو منزل تک سفر کا حکم نہیں ہے تو دریافت یہ ہے کہ کیا تیسری منزل کی آغاز ہی سے ہے یعنی ۳۳ میل سے سفر کا حکم ہے کہ میں ۳۳ سے ۴۷ میل کا سفر کرتا ہوں اور کبھی ۴۸ میل کا تو سفر کا حکم کب ہے؟

(الجواب) جس جگہ کا قصد ہے وہ ۴۸ میل پر واقع نہ ہو تو سفر کا حکم نہیں۔ جب ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا قصد ہو تو شرعی مسافر ہے اور آبادی چھوڑنے پر سفر کے احکام جاری ہوں گے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نصف مسافت سے واپس ہو جائے:

(سوال ۲۰۷) سفر میں گیا مگر تین منزل نہ پہنچا کہ واپسی ہوئی تو اٹھائے سفر قصر کرے یا نہ کرے؟
(الجواب) اس صورت میں قصر نہیں کرے گا کیونکہ جب تین منزل سے پہلے واپس ہو گیا تو مسافر نہ رہا۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قصر کب کرے اور کب نہ کرے:

(سوال ۲۰۸) میرا وطن بھرونچ ہے مگر ملازمت بمبئی میں ہے بمبئی سے پندرہویں چاند کو بھرونچ پہنچا تین دن بمبئی میں رہا یہاں بارہ دن قیام کر کے عید کی تعطیل میں بھرونچ جانا ہے تو قیام بمبئی کے بارہ دن میں نماز قصر کروں یا اتمام؟
(الجواب) اس صورت میں بارہ دن کے قیام کا عزم ہے تو قصر کا حکم لاحق ہوگا۔ پوری نماز نہیں پڑے گا۔ (۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولو لموضع طريقان احدهما مدة السفر والاخر اقل قصر في الاول لا الثاني

(۲) قوله ومن جاوز بيوت مصره مريدا سيرا وسطا ثلاثة ايام في برا وبحرا و اجل قصر فرض الرباعي بيان للموضع الذي يبدأ فيه القصر و لشرط القصر و مدته و حكمه بحر الرائق، باب المسافر ج ۲ ص ۱۲۸۔

(۳) لكن المذكور في الشرح انه يتم اذا سار اقل بمجرد العزم على الرجوع وان لم يدخل مصره لانه 'نقض للسفر قبل الاستحکام ايضا ص ۱۳۱۔

(۴) اگر بمبئی میں دوران ملازمت کسی بھی وقت پندرہ دن قیام کی نوبت آئی ہو تو ایسی صورت میں بمبئی وطن اقامت بن چکا ہے جب تک وطن اقامت کو ترک نہیں کرے گا پوری نماز پڑھے گا فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کوطن الإقامة تبقى بقاء الثقل وان اقام بموضع آخر بحر الرائق باب المسافر ص ۱۳۶۔

اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے :

(سوال ۲۰۹) جبوسر میرا وطن ہے، تجارت کے لئے بمبئی میں قیام پذیر ہوں، شادی غمی کے موقعوں پر جبوسر دو چار دن کے لئے جاتا ہوں اور وہاں سے پانچ سات میل دور کے گاؤں میں اپنے خویش واقارب کے پاس جاتا ہوں تو یہاں نماز اتمام ادا کروں یا قصر۔

(الجواب) آپ پوری نماز پڑھیں۔ جبوسر آپ کا وطن اصلی ہے۔ وطن اصلی میں قصر نہیں ہوتا۔ جیسے ہی کوئی مسافر وطن اصلی میں پہنچ جاتا ہے مقیم بن جاتا ہے۔ (۱) اب پانچ سات میل کی مسافت پر قصر نہیں (۲) البتہ اگر شرعی حد کے بموجب مسافت کے ارادہ سے روانہ ہو گئے تو حد و شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام :

(سوال ۲۱۰) میں وطن سے تقریباً ایک سو تیس میل دوری پر ملازمت کرتا ہوں جب وطن پہنچتا ہوں تب مجھے اثناء راہ دو نمازیں پڑھنی پڑھتی ہیں۔ وطن میں تو قصر نہیں راستہ میں قصر کروں یا نہ کروں؟ بعض قصر کا حکم دیتے ہیں اور بعض اتمام کا۔ لہذا بالتفصیل جواب دیں۔

(الجواب) اس صورت میں وطن آتے جاتے وقت راستہ میں قصر کرنا ضروری ہے۔ نورالایضاح میں ہے: ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره او ينوي اقامة نصف شهر ببلد او قرية. ترجمہ: یعنی جب تک اپنے شہر میں داخل ہو یا کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے اس وقت تک قصر کرتا رہے گا۔ باب صلوٰۃ المسافر (ص ۱۰۸)

وطن اصلی، وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق:

(سوال ۲۱۱) میں پرتگ ضلع بھروج کا رہنے والا ہوں۔ والدین وغیرہ وہاں ہیں فی الحال سون گڑھ ضلع سورت میں ملازم ہوں جو میرے وطن سے سو ۱۰۰ میل پر واقع ہے یہاں دو برس تک قیام کا ارادہ ہے، مکان کرایہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ملازمت کے سلسلہ میں ضلع کے بعض مقامات میں سرکاری کام سے جاتا ہوں۔ اڑتالیس (۳۸) میل سے زیادہ سفر طے کرنا پڑتا ہے پھر سون گڑھ واپس آ کر دوبارہ جاتا ہوں تو اس درمیان میں دو چار دن کی نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟ مثلاً ۲۰ جون ۱۹۶۸ء کو سورت کا ارادہ ہے تاریخ ۲۲ سے ۲۵ کے درمیانی ایام میں نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں جب کہ آپ نے پرتگ چھوڑ کر سون گڑھ کو وطن اصلی نہیں بنایا تو آپ کا وطن اصلی پرتگ ہے اور سون گڑھ وطن اقامت ہے۔ ”نورالایضاح“ میں ہے۔ الوطن الاصلی هو الذی ولد فیہ او

(۱) حتیٰ يدخل مصره او نوى اقامة نصف شهر ببلد او قرية ای قصر الی غایۃ دخول المصر او نية الإقامة فی موضع صالح للمدة المذكورة فلا يقصر، بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۱

(۲) وذكر الا سبجابی المقیم اذا قصد مصرًا من الا مصار وهو مادون سيرة ثلاثة ايام لا يكون مسافرًا ایضاً ج ۲ ص ۱۲۹

تزوج اولم يتزوج وقصد التعيش لا الارتحال عنه ووطن الاقامة موضع نوى الاقامة فيه نصف شهر فما فوقه.

ترجمہ: یعنی وطن اصلی وہ ہے جہاں پیدا ہوا ہو یا جہاں شادی کی ہو یا جہاں زندگی بسر کرنے کا قصد کر لیا ہو اور وہاں سے چلے جائے کا ارادہ نہ ہو۔ اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں آدھا مہینہ یا اس سے زیادہ مدت قیام کرنے کا ارادہ ہو (ص ۱۰۹..... ایضاً اعزاز یہ) لہذا جب تم نے سون گڑھ سے اتنی مسافت کا قصد کیا جس پر قصر لازم ہو جاتا ہے تو تم شرعی مسافر ہو گئے اور جب تک کسی مقام پر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ کرو مسافر ہی رہو گے۔ اب اگر سون گڑھ واپس آئے تو اگر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہیں ہے تو یہاں بھی مسافر بھی رہو گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔ (۱)

”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے۔ ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة قریة خمس عشر يوماً أو أكثر الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۳۹ یعنی جب تک کسی شہر یا قریہ میں پندرہ یوم یا اس سے زیادہ مدت تک اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر رہے گا۔

مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی:

(سوال ۲۱۲) مسافر نے دو رکعت ظہر کی جگہ چار ادا کی تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) عمد اچار رکعت پڑھنے والا گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ اگرچہ سجدہ سہو بھی کر لیا ہو۔ اس لئے کہ عمد کی صورت میں سجدہ سہو کافی نہیں ہوتا اور اگر بھول سے چار رکعت پڑھی ہیں تو سجدہ سہو کرنے سے دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوں گی۔ بشرطیکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو۔ ورنہ فرض باطل ہو جائے گا۔ اور یہ چار رکعت نفل ہوں گی۔ اس صورت میں سجدہ سہو بھی کرے۔ ”مالا بد منہ“ میں ہے۔ ”آن شخص فرض چہارگانہ رادوگانہ گذارد و اگر چہ چار رکعت کر دپس اگر بر دور رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود دو رکعت فرض و دو رکعت نفل شود و بسبب آمیزش نفل با فرض بڑہ کار باشد و اگر سہو این چنین کرو بسبب تاخیر سلام سجدہ سہو کند۔ و اگر ہر دور رکعت نہ نشستہ است فرض اوتباہ باشد و ہر چہ چار رکعت نفل شد و سجدہ سہو کند۔ (ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے:

(سوال ۲۱۳) اگر مسافر بجائے قصر کے نماز پوری پڑے تو کیا اعادہ ہے؟ سجدہ سہو کرنے یا نہ کرنے سے کچھ فرق ہوگا؟

(الجواب) مسافر کے لئے اصل فرض دو رکعت ہی ہیں چار رکعت کی دو رکعت نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہ سند صحیح روایت ہے کہ اولاً دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ پھر قیام کی حالت میں دو رکعت بڑھا کر چار رکعت فرض کر دی گئیں اور سفر کی حالت میں دو رکعت بدستور قائم رہیں۔ یہ دو رکعت بظاہر تخفیف معلوم ہوتی ہیں۔ اور اس بناء پر

(۱) جب سون گڑھ میں ایک مرتبہ پندرہ دن قیام کر لیا تو وہ وطن اقامت بن چکا ہے جب تک اس کو ختم کر کے کسی اور جگہ نہیں جائے گا تو وہ وطن اقامت ہی رہے گا لہذا جب سون میں داخل ہو جائے اگرچہ پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہو مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا۔ مسوطن الاقامة یقی بقاء النفل وان اقام بموضع آخر بحر الرائق۔ باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۶ مرتب۔

قصر کو رخصت اور رعایت کہا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اصل یہی ہے۔ پس جس طرح فجر کی دو رکعت کی بجائے چار رکعت پڑھنا غلط ہے۔ اسی طرح مسافر کے لئے ظہر۔ عصر اور عشاء کی دو رکعت کے بجائے قصداً چار رکعت پڑھنا مکروہ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے۔ جس کا اعادہ ضروری ہے۔ سجدہ سہو کافی نہیں ہے۔ البتہ اگر سہو پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو اگر دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو جائے گا۔ اور چار رکعت نفل ہوگی۔ اس صورت میں سجدہ سہو بھی کرنا ہوگا۔ ”مالا بد منہ“ میں ہے۔ اگر چہ چار رکعت کرو پس اگر بر دو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود دو رکعت فرض و دو رکعت نفل شود بہ سبب آمیزش نفل با فرض بڑھ کا (گنہگار) باشد و اگر سہو آئین چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدہ سہو کند و اگر بر دو رکعت نہ نشست است فرض او تباہ باشد و ہر چہ چار رکعت نفل شد و سجدہ سہو کند۔ یعنی: اگر چار رکعت پڑھی تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کر لیا تو دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوں گی۔ اور فرض کے ساتھ نفل شامل کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر سہو ایسا کیا تو سلام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو گئے اور یہ چاروں رکعتیں نفل ہوں گی۔ اور سجدہ سہو کرنا ہوگا (ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۱۳) مجھے تسلیم ہے کہ وطن اقامت (سون گڑھ) سے جب شرعی سفر کا قصد کر کے باہر جاتا ہوں اس وقت میرا وطن باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے واپسی پر سون گڑھ میں اقامت کی نیت نہ کرو وہاں تک میرے لئے سون گڑھ وطن اقامت نہ ہوگا۔ کہ اس کو سفر کر کے باطل کر دیا ہے۔ جس کی بناء پر قصر کرتا ہوں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح پر قصر کرنا غلط ہے۔ جس سے شبہ ہوا۔ تین منزل سے زیادہ دور کی مسافت میں نماز قصر کی جاتی ہے آیا یہ فرض ہے یا واجب؟

(الجواب) تمہارا فعل صحیح ہے۔ (۱) ”نور الایضاح“ میں ہے۔ ”ویطل الاقامة بمشله وبالسفر و بالاصلى.“ ترجمہ:- وطن اقامت اپنے مثل یعنی وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے اور شرعی سفر سے اور وطن اصلی سے بھی۔ (ص ۱۰۹) مسافر کے لئے حکم شرعی ہے اور واجب ہے۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے۔ ”والقصر واجب، عندنا، ترجمہ:- ہمارے نزدیک قصر کرنا واجب (ص ۱۳۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔“

وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۱۵) میں اپنے وطن پر تہج کی حد میں پہنچنے کے بعد نماز قصر نہیں کرتا۔ تو یہ صحیح ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب استدلال کرتے ہیں۔ ”وطن اصلی بہ وطن اقامت باطل شود“ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی میں قصر کرنا پڑے گا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم ﷺ مکہ حج کیلئے تشریف لے جاتے تھے اس وقت قصر فرماتے تھے

(۱) یہ سوال درحقیقت اس سوال کا تتمہ ہے جو اس سے پہلے بعنوان وطن اصلی وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق سے گذرا ہے یہ جواب اس صورت میں درست ہوگا جب نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ سفر کرے اگر کسی کام کے سلسلے میں مسافت سفر پر کسی اور جگہ جاتا ہے اور دوبارہ سون آ جاتا ہے تو وطن اقامت ختم نہیں ہوگا اس کی دلیل اگلا سوال جس میں اس کو وہ (یعنی سائل) وطن اقامت قرار دے رہا ہے۔ اس کی وضاحت پہلے سوال میں ہو چکی ہے۔ مرتب۔

حالانکہ مکہ مکرمہ آنحضرت ﷺ کا وطن اصلی ہے۔

(الجواب) پر تہج آپ کا وطن اصلی ہے لہذا آبادی میں داخل ہوتے ہی آپ مقیم ہو گئے چاہے قیام کا قصد ہو یا نہ ہو۔ اب قصر کا حکم ختم ہو گیا۔ لہذا آپ کا قصر نہ کرنا صحیح ہے۔ مولوی صاحب کی دلیل ”وطن اصلی بہ وطن اقامت باطل شود“ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے وطن اصلی باطل شود یہ وطن اصلی۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وطن اصلی جب باطل ہوتا ہے جب اس کو ترک کر کے اس کے بجائے دوسرے کسی مقام کو وطن اصلی بنالے۔ وطن اصلی سفر سے اور وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا۔ (مالا بدمنہ ص ۵۴) اور اگر پہلے وطن کو ترک نہیں کیا اور کاروبار کے سلسلہ میں کسی دوسری جگہ اس طرح ٹھہر گیا کہ اب وہیں زندگی گزارنے کا ارادہ ہے تو اس صورت میں وطن قدیم ہی وطن اصلی رہا اور یہ دوسرا مقام بھی وطن اصلی کے حکم میں ہو گیا۔ جہاں زندگی گزارنے کا ارادہ ہے۔ باقی یہ دلیل کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ میں وطن اصلی ہونے کے باوجود قصر کیا یہ قطعاً غلط ہے۔ بلکہ شرعی مسافر ہونے کی وجہ سے قصر فرمایا۔

..... ان مولوی صاحب نے ہجرت کے معنی پر توجہ نہیں فرمائی۔ ہجرت کا مطلب ہی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ کی وطنیت ترک فرمادی تھی۔ مکہ معظمہ میں دوبارہ قیام کا ارادہ تو درکنار آپ یہ بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ کسی مہاجر کی وفات مکہ معظمہ میں ہو۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجر تھے وہ مکہ معظمہ میں کسی ضرورت سے تشریف لائے تھے وہاں ان کی وفات ہو گئی تو آنحضرت ﷺ افسوس کیا کرتے تھے (بخاری شریف ص ۵۶۰) (۱)

جو مہاجر حج کے لئے آتے تھے ان کے لئے آپ کی ہدایت یہ تھی کہ آخری طواف کے بعد تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ (بخاری شریف ص ۵۶۰) (۲) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۱۶) ایک آدمی انڈیا سے مدرس بن کر رے یونین کے ایک گاؤں میں آئے ہیں اور یہ مدرس یہاں چار برس سے ہیں۔ اب وہ پچاس ساٹھ میل کا سفر کر کے سینڈنٹس (SAINT DENIS) گاؤں میں پہنچے ہیں اور وہاں دو چار دن مسافر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ پھر وہاں سے دو چار مہمانوں کو لے کر اپنے گاؤں میں آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے سینڈنٹس سے نکلنے وقت یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے گاؤں دو چار دن مہمانوں کے ساتھ رہیں گے۔ دو چار دن گاؤں کے قرب و جوار میں مہمانوں کے ساتھ دورہ کریں گے تو یہ مدرس سینڈنٹس سے ایسے ارادہ سے نکلے ہیں تو اپنے گاؤں میں جا کر وہ مسافر ہیں یا مقیم ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ اطراف میں پھرنے کا قصد ہے۔ اس لئے وہ مسافر ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تین سال کی پروا لگی سے آئے ہیں اس لئے یہ گاؤں ان کا وطن ہے۔ تو صحیح کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں مدرس صاحب مقام ملازمت سے پچاس ساٹھ میل کی مسافت کے ارادے سے نکلے ہیں تو وہ شرعی مسافر بن گئے اور وطن اقامت باطل ہو گیا۔ ”مالا بدمنہ“ میں ہے۔ ”وطن اقامت ہم بوطن اقامت باطل شود وہم بہ بوطن اصلی وہم بہ سفر“ ترجمہ: وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے۔ اور وطن اصل اور سفر

(۱) اللهم مض لأصحابي هجرتهم ولا ترد علي أعقابهم لكن البأس سعد بن خولة يرثي له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتوفى بمكة باب قول النبي صلى الله عليه وسلم اللهم امض لأصحابي هجرتهم ومريثه لمن مات بمكة (۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث للمهاجرين بعد لصدر، باب الإقامة المهاجر بمكة بعد قضاء نسكه

سے بھی (وطن اقامت) باطل ہو جاتا ہے (ص ۵۴) اب واپس آئے، کے بعد اس گاؤں میں پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس شہر میں دوسری جگہ جا کر ایک دو دن قیام کا ارادہ بھی ہو جیسا کہ سوال میں ہے تو مقیم نہ ہوں گے مسافر بنی مانے جائیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا:

(سوال ۲۱۷) گودھرا سے سورت جانا ہوا۔ (تقریباً سو میل) پر اسی روز سورت سے گودھرا ہوتے ہوئے لونا واڑہ جانا تھا (جو تقریباً گودھرا سے ۳۵ میل دور ہے) تو ظہر و عصر لونا واڑہ میں قصر کرنا چاہیے تھا یا نہیں چونکہ گودھرا کی بستی سے ہم یہ نیت سفر گزرے تھے؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں اگر گودھرا آپ کا وطن اقامت ہو تو لونا واڑہ میں ظہر و عصر قصر کرنا لازم تھا۔ اور اگر گودھرا وطن اصلی ہو تو گودھرا میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو گئے چاہے نیت سفر ہی کی ہے اب گودھرا سے لونا واڑہ کے سفر سے آپ شرعی مسافر نہیں ہوئے۔ لہذا نماز پوری پڑھنی ضروری ہے۔

الثانی ان یدخل وطن الاصلی ولو بنیة السفر فیتم حتی لو خرج عنه فتدکر حاجۃ قبل ان یسیر ثلثة ایام ترجع لہا لزومہ الا تمام من حین توجہ راجعاً. (زاد الفقیر ص ۱۶۹) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مقیم، مسافر امام کی اقتداء کرے تو قراءت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱۸) مقیم، مسافر امام کی اقتداء میں ظہر۔ عصر اور عشاء کی نمازیں ادا کرے تو امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں کس طرح ادا کرے؟ یعنی قراءت پڑھے یا بلا قراءت ادا کرے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) اس صورت میں بلا قراءت ہی دو رکعت ادا کرے۔ ولا یقرء المقیم فیما یتیم. (زاد الفقیر ص ۷۰) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

حالت سفر میں سنتوں کا حکم:

(سوال ۲۱۹) چند روز ہوئے ریل گاڑی میں مغرب کی نماز جماعت سے پڑھی، اس کے بعد میں نے سنت اور نفل پڑھی، اس لئے کہ سہولت تھی مگر میرے ساتھیوں نے نہیں پڑھی اور کہا کہ سفر میں سنت نفل کے درجہ میں ہے اور نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ بحالت سفر صرف فرض نمازوں میں قصر ہے باقی سنت اور نفل اگر موقع ہو تو پوری پڑھنی چاہئے، آپ تحریر فرمائیں کہ سفر میں سنت و نفل کا کیا حکم ہے؟ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (از بمبئی)

(۱) حضرت مفتی صاحب سے سبقت قلمی ہوئی ہے یہ مدرس جب تک، رے یونین کے گاؤں میں مدرس بن کر رہے گا، وطن اقامت ہی کہائے گا، رے یونین کے گاؤں سے کسی اور جگہ جو مدت سفر پر ہو کسی غرض سے جائے اور دوبارہ رے یونین کے گاؤں آئے تو پھر تک وطن اقامت میں پہنچا ہے اگرچہ پندرہ دن سے کم کے لئے ہو۔ مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا لمسا فی البحر کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر باب المسافر ۱۳۶/۲ ہاں رے یونین کے گاؤں سے نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جائے تو ختم ہو جائے گا۔

(الجواب) وبالله التوفیق۔ سنتوں میں قصر نہیں ہے، اطمینان کی حالت ہو، جلدی نہ ہو، ساتھیوں سے الگ ہو جانے کا ڈر نہ ہو، اور ساتھیوں کو انتظار کرنے کی زحمت بھی نہ ہو تو مؤکدہ سنتیں خصوصاً فجر کی اور مغرب کے بعد کی سنت نہ چھوڑے، ہاں اگر اطمینان نہ ہو تو نہ پڑھے، بعض کے نزدیک اطمینان ہو تب بھی مؤکدہ سنتیں ترک کرنا جائز ہے لیکن مختار یہ ہے کہ نہ چھوڑے، ولا قصر فی السنة کذا فی محیط السرخسی و بعضہم جوزوا للمسافرین ترک السنة والمختار انه لا یأتی بها فی حال الخوف ویأتی بها فی حال القرار والا من هکذا فی وجیز الکروری (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۹) (ویأتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وقرار (لا) یأتی بها هو المختار الخ (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۲۲ باب صلاة المسافر) والا فضل ان یأتی بسائر السنن الا حال السیر کذا قالوا (رسائل الاکان ص ۱۴۴ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب۔

مسافت شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کر لیا:

(سوال ۲۲۰) سورت سے بمبئی جانے کے ارادہ سے نکلا ابھی نو ساری ہی تک (تقریباً تیس میل) گیا تھا کہ واپسی کا ارادہ ہو گیا تو اب یہ شخص مسافر رہا یا مقیم بن گیا؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مسافت شرعی (۷۷ کلومیٹر اور ۲۴ میٹر) طے کرنے سے پہلے ہی سفر موقوف کر کے واپسی کا ارادہ کر لیا یا اس جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کر لی تو اب وہ مسافر نہیں رہا، نماز پوری پڑھے، سفر مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے قصر جائز نہیں۔ اما اذا لم یسر ثلاثة ايام فعزم على الرجوع او نوى الاقامة بصير مقيماً وان كان فی المسافرة فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر (زاد الفقیر میں ہے۔ حتی لو حرج عنه (ای الوطن الا صلی) فتذکر حاجته قبل ان یسیر ثلاثة ايام فرجع لها لزمه ۱) الاتمام من حين توجه راجعاً (زاد الفقیر ص ۱۶۸)

اور اگر مسافت سفر طے کر لینے کے بعد واپس ہو تو وہ مسافر ہی رہے گا تا وقتیکہ وطن نہ پہنچ جائے یا کسی جگہ پندرہ روز رہنے کی نیت نہ کرے (حتی یدخل موضع مقامه) ان سار مدة السفر والا فیم بمجردنية العود لعدم استحکام السفر (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۲۲ باب صلاة المسافر) ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر ما او اکثر کذا فی الہدایة هذا اذا سار ثلاثة ايام اما اذا لم یسر الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر) اور ”غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار“ میں ہے۔ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا، اور دو منزل جا کر پھر نے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے نماز پوری پڑھے اور اگر تین منزل جا کر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے، شامی نے کہا ہے کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلتا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہو جانا شرط ہے (غایۃ الاوطار ص ۳۶۱ ج ۱) (ہدایہ اولین ص ۱۴۶) فقط واللہ اعلم۔

وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۲۱) سورت سے بمبئی بیس روز قیام کے ارادہ سے گیا اور وہاں پہنچ کر بھی پندرہ روز سے زیادہ اقامت کی نیت کر لی مگر ہفتہ عشرہ ہی میں کام پورا ہو گیا اور واپسی کی نیت کر لی تو روانگی سے پہلے بمبئی میں جو نماز پڑھے (مثلاً ظہر، عصر) تو قصر کرے یا پوری پڑھے؟ بینوا تو جروا۔ از سورت۔

(الجواب) حامداً ومصلياً: یہ شخص مقيم ہو گیا تھا اور بمبئی وطن اقامت بن چکا تھا، اس لئے صرف نیت بدلنے سے وطن اقامت باطل نہ ہوگا، تاوقتیکہ سفر شروع کر کے مسافر شرعی نہ بن جائے، یعنی بمبئی کی آبادی سے باہر نہ ہو جائے، آبادی چھوڑنے کے بعد سفر کے احکام لاحق ہوں گے (ویبطل وطن الإقامة بمثلہ و) بإنشاء السفر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۳۳ باب صلاة المسافر) ہدایہ میں ہے ولہذا یصیر المسافر مقيماً بمجرد النية ولا یصیر المقيم مسافراً بالنية الا بالسفر (ہدایہ اولیں ج ۱ ص ۱۶۷ کتاب الزکوۃ) بخلاف المقيم حيث لا یصیر مسافراً بالنية لان السفر انشاء الفعل فلا یصیر فاعلاً بالنية (الاختیار) (شرح المختار ج ۱ ص ۸۰ صلاة المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب

دوسرا وطن اقامت مسافت شرعی پر نہ ہو تو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۲۲) احقر کا وطن سورت ہے، دیوبند بغرض تعلیم پورے سال مقيم رہا، پھر رمضان المبارک کا پورا مہینہ سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں گزارا، اس کے بعد کیم شوال کو دیوبند پہنچا اور یہاں دو تین روز رہ کر سورت سفر کا ارادہ ہے، تو سوال یہ ہے میں دیوبند میں اتمام کروں یا قصر؟ متشاء سوال یہ ہے کہ وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان مسافت سفر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

نوٹ: دیوبند اور سہارنپور کے درمیان مسافت سفر شرعی نہیں ہے ۱۲۔

(الجواب) وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے چاہے ان دونوں کے درمیان مسافت شرعی ہو یا نہ ہو، لہذا جب آپ کیم شوال کو دیوبند پہنچے اور دو تین روز قیام کر کے سورت سفر کا ارادہ ہے تو آپ مسافر ہیں (اس لئے کہ دیوبند وطن اقامت باطل ہو چکا ہے) نماز قصر پڑھتے رہیں۔ ویبطل وطن الإقامة بمثلہ (قولہ بمثلہ) ای سواء كان بينهما مسير أو لا۔ قہستانی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۳۳ باب صلاة المسافر) (الجوهرة السيرة ج ۱ ص ۸۸ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب

قیدی نماز کب قصر کرے:

(سوال ۲۲۳) بعد سلام مسنون! احقر کے بڑے بھائی کو حکومت وقت نے ”میا“ کے تحت جیل میں بند کر دیا ہے اور ان کے ساتھ پچاس ساٹھ مسلمان بھی ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد ایک جیل سے دوسری جیل میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور یہ بھی کچھ معلوم نہیں کہ ان کو کب رہا کیا جائے گا تو ایسی حالت میں وہ مسافر ہیں یا نہیں؟ اگر کبھی یہ ظن غالب ہو جائے کہ ایک جگہ ہم کو پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ رکھا جائے گا تو اس وقت وہ مسافر ہیں

یا مقیم؟ اگر اس وقت وہ شرعی اعتبار سے مسافر ہوں اور انہوں نے نماز میں قصر نہیں کیا تو ان نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں؟ اور جیل میں بعض قیدی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی قید کی مدت متعین ہوتی ہے اور جیل متعین ہوتا ہے تو وہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں؟ اور قصر کن نمازوں میں ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) قیدی کو اگر اتالیس میل یا اس سے دور لے جایا گیا تو اس پر قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھے، قصر لازم ہونے کے باوجود غلطی سے نماز پوری پڑھ لی اور دو رکعت پر قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا مگر سجدہ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے اور اگر قعدہ کرنا بھول گیا تو سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ جیلر نے اگر مدت قید پندرہ یا پندرہ روز سے زیادہ متعین کر دی ہو کہ اب تم کو یہاں پورے پندرہ روز رہنا ہے تو نماز پوری پڑے ورنہ قصر کرے، اپنے گمان کا کچھ اعتبار نہیں، ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نمازوں میں قصر واجب ہے، فجر، مغرب اور نماز وتر میں قصر نہیں ہے اور اسی طرح سنن میں بھی قصر نہیں ہے۔

ويشترط الصحة نية السفر ثلاثة اشياء الا استقلال بالحكم الخ (قوله الا استقلال بالحكم) اي الا افراد بحكم نفسه بحيث لا يكون تابعا لغيره في حكمه (طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۴۶ باب صلاة المسافر) اور صاحب مراقى 'فلاح' نے 'تابع' میں اسیر (قیدی) کو شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ والتابع كالمرأة مع زوجها الى قوله. والا سير (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۳۴۶ ايضاً) فيقتصر المسافر الفرض الربائي فلا قصر للثنائي والثلاثي ولا للوترو لا في السنن (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۴۵ ايضاً) فقط والله اعلم بالصواب.

وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں یا نہیں :

(سوال ۲۲۴) احقر کا وطن اصلی راندیر ہے، اس کی بعد بمبئی مستقل قیام کے ارادے سے راندیر سے منتقل ہوا اور اب آج کل حیدرآباد کا روبرا کے سلسلے میں مقیم ہوں، اب اگر میں بمبئی دو چار روز قیام کی ارادے سے جاؤں تو نماز قصر پڑھوں یا پوری؟ اسی طرح احقر کی اہلیہ جن کا وطن اصلی راندیر ہے اور میرے ہمراہ یہی حیدرآباد میں مقیم ہیں وہ اگر راندیر جائیں تو کیا کریں؟ وطن اصلی دو ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) راندیر کے وطن اصلی ہونے میں کوئی کلام نہیں، اب اگر اسے بالکل چھوڑ دیا ہو اور کوئی تعلق نہ رہا ہو اور حیدرآباد کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے وطن اصلی بنالیا ہو تو راندیر وطن اصلی باطل ہو گیا اور جب بھی راندیر بطور مہمان یا کسی ضرورت سے آنا ہو اور پندرہ روز سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھنا ہوگی، بمبئی کا بھی یہی حکم ہے، اور اگر راندیر کو وطن اصلی قائم رکھتے ہوئے حیدرآباد یا بمبئی کو ہمیشہ رہنے کی نیت سے وطن اصلی بنالیا ہو تو دونوں مقام (راندیر اور بمبئی یا راندیر اور حیدرآباد) وطن اصلی ہوں گے، وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور اگر ہمیشہ رہنے کی غرض سے حیدرآباد یا بمبئی کو وطن اصلی نہیں بنایا ہے اور راندیر سے تعلقات ختم نہیں کئے ہیں تو راندیر وطن اصلی ہے اور حیدرآباد

اور بمبئی وطن اقامت۔ جو حکم آپ کے لئے ہے وہی آپ کی اہلیہ کے لئے بھی ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۲۵) میرا وطن اصلی کفلیہ ہے، بوڑھان ضلع سورت میں ملازمت کرتا ہوں، ایک مرتبہ میں بوڑھان سے بارڈولی جانے کے ارادہ سے نکلا اور یہ بوڑھان سے تقریباً ۵۰-۶۰ میل دور ہے پہلے سورت آیا (کہ سورت ہوتے ہوئے جانے کا ارادہ تھا) پھر بارڈولی گیا، وہاں اپنا کام کر کے سورت ہوتا ہوا بوڑھان پہنچا۔ بوڑھان میں دو تین دن قیام کر کے پھر سورت جانے کا ارادہ ہے، اس مرتبہ بوڑھان میں قیام کے دوران نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟ میرا گمان یہ ہے کہ مجھے نمازوں میں قصر کرنا چاہئے، اس لئے کہ بوڑھان میرا وطن اقامت ہے اور وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے مگر میرے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ اتمام کرنا چاہئے، آپ جواب عنایت فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں جب آپ مقام ملازمت (بوڑھان ضلع سورت) سے پچاس ساٹھ میل کے ارادہ سے نکل گئے تو شرعی مسافر بن گئے اور آپ کا وطن اقامت اس سفر سے باطل ہو گیا، مراقی الفلاح میں ہے۔ ویبطل وطن الاقامة بمثله ویبطل ایضاً بانشاء السفر وبالعود للوطن الاصلی (ص ۲۴۹) ”مالا بدمنہ“ میں ہے۔ وطن اقامت ہم بوطن باطل شود، ہم بوطن اصلی وہم بہ سفر (مالا بدمنہ ص ۵۴)

اب بوڑھان واپس پہنچنے کے بعد پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس درمیان دوسری جگہ جانے کا ارادہ ہو جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو آپ مسافر رہیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا (۲) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ ریمہ جلد پنجم ص ۲۱، ص ۷۲ اردو فقط واللہ اعلم۔

محض کسی جگہ شادی کرنے سے وہ جگہ وطن اصلی بن جاتی ہے :

(سوال ۲۲۶) ایک شخص نے ایک جگہ شادی کی اور ابھی وہ دوسری جگہ رہتا ہے جو اس کی سسرال سے مسافت شرعی پر ہے، یہ شخص گاہے گاہے اپنی سسرال جاتا ہے، جب یہ سسرال جائے تو نماز میں قصر کرے یا اتمام؟ اسی طرح شادی کے بعد عورت اپنی سسرال میں کیا کرے؟ اور اپنے میکہ جائے تو کیا کرے؟ اتمام یا قصر؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) شادی کے بعد وہ بن رخصت ہو کر شوہر کے گھر آئے اور وہاں مستقل قیام کر لے تو نماز پوری پڑھے، اسی طرح ماں باپ کے یہاں جائے تب بھی اتمام کرے جب کہ اس نے میکہ کو بالکل نہ چھوڑا ہو، اور شوہر سسرال جائے تو قصر کرے ہاں بیوی کے ساتھ سسرال میں رہنا اختیار کر لے تو نماز پوری پڑھے، فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ المسافر

(۱) وطن الاصلی هو وطن الانسان فی بلدتہو بلدة اخرى اخلها داراً و توطن بها مع اہله وولده و لیس من قصده الا رجوعہا بل التبعث بها و هذا الوطن یبطل بمثله لا غیرہو ان یطوئن فی بلدة اخرى و یتقل الیہا فیخرج الاول من ان یکون وطناً اصلیا حتی لو دخلہ مسافراً لا یتیم قیداً بكونہ انتقل عن الاول باہلہ لانه لو لم یتقل بہم ولكنه استحدث اہلاً فی بلدة اخرى فان الاول لم یبطل و یتیم فیہا الخ بحر الحرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۶ و تعتبر نية الإقامة و السفر من الاصل كالزواج و المولی و الامیر دون التبع كالمراة و العبد و الجندی۔ مراقی الفلاح علی حاشیہ طحطاوی باب صلاة المسافر ص ۲۳۱۔

(۲) اتمام کرے گا وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ مرتب

اذا جاوز عمران مصره (الی قولہ) ان کان ذلک وطناً اصلیا بان کان مولده و سكن فيه او لم یکن مولده ولكنہ تاهل به وجعله داراً (ج ۱ ص ۷۸ باب صلاة المسافر)

اس عبارت میں کان مولده کے بعد و سكن فيه کی قید ہے اور تاهل به کے ساتھ وجعله داراً کا اضافہ ہے، اس کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھا دیں:

(سوال ۲۲۷) کڑی سے ایک مولوی صاحب ہمارے یہاں احمد آباد آتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً نماز بھی پڑھاتے ہیں، ایک مرتبہ سورت اور بمبئی کے سفر کے ارادے سے احمد آباد پہنچے اور سابق عادت کے موافق آپ نے امامت کی اور چار رکعت پڑھائیں، قعدہ اخیرہ میں ان کو اپنا مسافر شرعی ہونا یاد آ گیا تو سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی تو کیا مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی یا ان پر نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مولوی صاحب اور مسافر مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی، لیکن مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی، اس لئے کہ پچھلی دو رکعتیں مسافر امام کے حق میں نفل تھیں اور مقیم مقتدیوں کے حق میں فرض، اور یہ قاعدہ ہے کہ متنفّل (نفل پڑھنے والے) کے پیچھے مفترض (فرض پڑھنے والے) کی اقتداء صحیح نہیں، شامی میں ہے۔ (قوله لم یصر مقیماً) فلو اتم المقيمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظہیریۃ (شامی ج ۱ ص ۷۴۱ باب صلاة المسافر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم:

(سوال ۲۲۸) میں بلساڑ کا باشندہ ہوں، کاروبار بمبئی میں ہے، اس لئے بمبئی میں ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے، پیر سے لے کر جمعہ تک پانچ دن بمبئی میں رہتا ہوں، سینچر اور اتوار کے دن اپنے وطن بلساڑ میں گزارتا ہوں، اب سوال یہ ہے۔

(۱) پیر سے جمعہ تک بمبئی میں قیام کے دوران جماعت اکثر فوت ہو جاتی ہے، اس لئے تنہا کمرہ پر نماز ادا کرتا ہوں، تو نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟

(۲) سینچر کے روز جب گھر آتا ہوں تو راستہ میں قصر کروں یا اتمام؟

(۳) سینچر اور اتوار کے روز میں اپنے گھر (وطن) میں رہتا ہوں مجھے یہاں قصر کرنا ہے یا اتمام؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) پہلی اور دوسری صورت میں آپ نمازوں میں قصر کریں کہ آپ مسافر ہیں اور تیسری صورت میں نماز پوری پڑھیں کہ بلساڑ آپ کا وطن اصلی ہے اور وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہو جاتا ہے، اس لئے اتمام ضروری ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) واذا دخل المسافر مصره اتم الصلاة وان لم ينو للمقام فيه سواء دخل نية الاحتياز أو دسلة لقضاء حاجة لان مصره متعين للإقامة فلا يحتاج الى النية جوهرية التبريد ج ۱ ص ۱۰۴ باب صلاة المسافر

روزانہ ملازمت کے سلسلے میں پچاس میل جائے تو مسافر ہوگا

(سوال ۲۲۹) میں سرکاری روڈ ویز میں ملازم ہوں، ایس، ٹی، بس ڈیمینرے وطن اصلی سے پچاس میل دور ہے، میں روزانہ اپ ڈاؤن (آمد و رفت) کرتا ہوں، جب میں اپنی ملازمت لی جگہ پہنچوں تو نمازوں میں قصر کروں یا پوری پڑھوں؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں وطن اصلی میں نماز پوری پڑھے اور جب وطن سے اڑتالیس میل دور جانے کے ارادہ سے نکلے تو راستہ میں (آتے جاتے ہوئے) اور وہاں پہنچ کر بھی قصر کرے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا

(سوال ۲۳۰) ایک شخص ٹرک ڈرائیور ہے وہ ہمیشہ ٹرک لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر، دوسرے شہر سے تیسرے شہر جاتا رہتا ہے اور کسی بھی جگہ ایک دو دن سے زیادہ قیام نہیں کرتا وہ شخص اس حالت میں نمازوں میں قصر کرے یا پوری پڑھے؟ اسی طرح جو لوگ ہوائی جہاز یا پانی کے جہاز میں کام کرتے ہیں اور ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں وہ مسافر شرعی ہیں یا نہیں؟ ان کے لئے نمازوں کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) ٹرک ڈرائیور اپنے وطن اصلی سے کم از کم اڑتالیس میل جانے کے ارادہ سے نکلے تو وہ مسافر شرعی ہے اور اس پر قصر ضروری ہے، جب واپس اپنے وطن اصلی آجائے یا کسی جگہ پندرہ دن قیام کا ارادہ کرے اس وقت وہ مقیم ہو جائے گا اور نمازیں پوری پڑھے گا، اسی طرح جو لوگ اسٹیمر یا ہوائی جہاز میں ملازمت کرتے ہیں اگر وطن اصلی سے اڑتالیس ۲۸ میل دور جانے کی نیت ہوتی ہو تو وہ بھی مسافر شرعی ہیں، ان پر بھی قصر ضروری ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر مقیم کے پیچھے قضا نماز میں اقتداء کیوں نہیں کر سکتا

(سوال ۲۳۱) نور الایضاح میں ہے کہ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے بعد جائز نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) مسافر کی نماز میں وقت کے اندر تبدیلی کی صلاحیت ہے مثلاً اقامت کی نیت کر لے تو بجائے دو کے چار پڑھے گا، اسی طرح مقیم کی اقتداء کر لے تو امام کی متابعت میں چار پڑھنا ضروری ہوگا، لیکن وقت ختم ہو جانے پر دو رکعت متعین ہو جاتی ہیں اس لئے مقیم ہونے کے بعد بھی دو رکعت ہی قضا کرے گا، لہذا وہ مقیم کی اقتداء نہیں کر سکتا کیونکہ امام کا قعدہ اولیٰ فرض نہیں ہے، جب کہ مسافر مقتدی کے حق میں قعدہ اولیٰ فرض ہے، ہدایہ میں ہے۔ وان اقتدی المسافر بالمقیم فی الوقت اتم اربعاً لانه یتغیر فرضہ الی اربع للتبعیۃ کما یتغیر بنیۃ الاقامة لا اتصال المغير بالسبب وهو الوقت وان دخل معه فی فائتة لم تجزہ لانه لا یتغیر بعد الوقت

(۱) ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر يوماً واكثر کذا فی الہدایۃ فتاویٰ عالمگیری صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۳۹۔

(۲) حوالہ بالا

لأنقصاء السبب كما لا يتغير بنية الإقامة فيكون اقتداء المفترض بالمتنفل في حق القعدة أو القراءة (هدایہ اولین ص ۱۴۶. ص ۱۴۷ باب صلوة المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب. ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ.

مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ وہ فاسد ہو گئی تھی، تو اب کیا کرے؟
(سوال ۲۳۲) ایک مسافر نے سفر میں مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نماز فاسد ہو گئی تھی اب وہ مسافر وہ نماز تنہا ادا کرتا ہے تو دو رکعت پڑھے یا چار؟ یعنی قصر کرے یا اتمام؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) اگر کوئی ایسی بات پیش آئی ہو جس کی وجہ سے نماز باطل ہو گئی ہو اور سجدہ سہو سے بھی اس کی تلافی نہ ہو سکتی ہو (مثلاً کوئی رکن چھوٹ گیا ہو) تو بعد میں دو رکعت پڑھے گا کیونکہ پہلی نماز سے فریضہ ہی ادا نہیں ہوا، پس متابعت امام بھی باقی نہ رہی۔ وان اقتدی مسافر بمقیم اتم اربعاً وان افسده یصلی رکعتین الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۲ فی صلاة المسافر)

عمدة الفقہ میں ہے۔ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے پس اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم امام کی اقتداء کی تو چار رکعتیں پوری پڑھے بوجہ متابعت امام اور اگر اس کو فاسد کر دیا یا کسی وجہ سے فاسد ہو گئی تو اب اگر اکیلا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتداء کرے تو دو رکعتیں پڑھے، کیونکہ جس وجہ سے وہ چار لازم ہوئی تھیں وہ وجہ زائل ہو گئی اور اگر پھر مقیم کی اقتداء کی تو چار پڑھے (عمدة الفقہ ج ۲ ص ۴۲۲ مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوار حسین رحمہ اللہ رحمۃ واسعة، مطبوعہ کراچی)

اور اگر فساد ایسا ہے جس کی تلافی سجدہ سہو سے ہو سکتی ہے تو ایسی نماز سے فریضہ ادا ہو جاتا ہے، البتہ واجب چھوٹنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور سجدہ نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہذا اگر ایسی صورت ہے تو بعد میں چار رکعت پڑھے گا کیونکہ فریضہ پہلی نماز سے ادا ہو چکا ہے یہ دوسری نماز اس کی تکمیل کے لئے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا:

(سوال ۲۳۳) آج کل شہراتنے وسیع ہو گئے ہیں کہ بہت سی بستیاں اور گاؤں جو پہلے الگ تھے اب شہر سے ملحق ہو کر شہر کا ایک حصہ بن گئے ہیں مثال کے طور پر دہلی اور بمبئی اور دیگر شہر، البتہ پورا شہر مختلف محلوں حلقوں اور کالونیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کے نام جدا جدا ہوتے ہیں اب سفر میں جانے والا شخص اپنے محلہ یا حلقہ کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا یا شہر دہلی کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا؟

اگر مسافر شہر دہلی کے حدود سے نکل جانے پر شروع ہوتی ہو تو مزید ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر غازی آباد کی آبادی سے ملی ہوئی ہے آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتیٰ کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے، اب شہر دہلی کی حد کہاں تک مانی جائے جہاں تک سرکاری اعتبار سے اس کی حد ہے یا جہاں تک آبادی کا تسلسل ہے؟ بینوا تو جروا

(الجواب) وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا وہ سری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی - نیک پائیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جز ہے لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

شامی میں ہے۔ و اشار الى انه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الاقامة كربض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه في حكم المصر وكذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح (شامی ج ۱ ص ۳۲۷ باب صلوة المسافر)

مراقی الفلاح میں ہے۔ و يشترط ان يكون قد (جاوز ايضا ما اتصل به) اي بمقامه (من فناءه) كما يشترط معجوزة ربضه وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه في حكم المصر يشترط معجوزتها في الصحيح. (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۰ باب صلاة المسافر)

شرعی مسافر کب ہوگا؟

(سوال ۲۳۳) ایک مولانا صاحب وطن اصلی سے ستر اسی میل کے مسافت پر ملازمت کرتے ہیں، گویا جائے ملازمت ان کا وطن اقامت ہے، اب یہ مولانا صاحب اپنی جائے ملازمت (یعنی وطن اقامت) سے پچیس تیس میل یعنی شرعی مسافت سے کم کا سفر کریں تو وہ اپنے وطن اصلی کے حساب سے شرعی مسافر ہو جاتے ہیں لیکن وطن اقامت کے اعتبار سے مسافر نہیں ہوتے، سوال یہ ہے کہ سفر کہاں سے شمار ہوگا، وطن اصلی سے یا وطن اقامت سے؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں وطن اقامت سے سفر شروع ہوگا تو وہ مسافر نہ ہوگا کیونکہ مسافت شرعی نہیں پائی گئی (۱) اور اگر وطن اصلی سے سفر کی ابتداء ہو تو مسافت شرعی کے سبب مسافر شمار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈرائیور، کنڈکٹر اتمام کریں یا قصر:

(سوال ۲۳۵) میں سرکاری بس میں کنڈکٹری کرتا ہوں، مڈھی (ایک بستی کا نام ہے) و انکانیر سے تقریباً پچیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے وہاں جا کر سو سو کلومیٹر کی مسافت پر آنا جانا ہوتا ہے، اس کے بعد رات دیہاتوں میں گزارنا پڑتا ہے، ایک مرتبہ مڈھی سے ملازمت پر نکل چکنے کے بعد ایک دو دن کے بعد مڈھی آنا ہوتا ہے تو کیا میں فرض نماز پوری پڑھوں یا قصر کروں؟ بیٹو اتوجروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں جب آپ و انکانیر سے بقصد ملازمت مڈھی، پھر وہاں سے سویا سو سو کلومیٹر کے سفر کے ارادے سے نکلتے ہیں اسی وقت سے شرعی مسافر شمار ہوں گے اور حکم قصر عائد ہوگا بقصر الفرض الرباعی من

(۱) من خرج من عمارة موضع اقامته - قاصداً ولو كافراً ومن طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر مسيرة ثلاثة ايام ولياليها صلى الفرض الرباعى ركعتين الخ. (درمختار مع الشامی . باب صلوة المسافر - ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۸)

نوی السفر ولو كان عاصياً بسفره اذا جاوز بيوت مقامه وجاوز ايضاً ما اتصل به من فناءه (نور الايضاح ص ۱۰۲ باب صلاة المسافر) وطن اصلی وانکار نیر ہے تو وہاں پہنچتے ہی مقیم بن جائیں گے اور اتمام ضروری ہے، اگر ٹھہریا کسی اور جگہ میں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی ہے تو مقیم بن جائیں گے ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره او ينوي اقامته نصف شهر ببلد او قرية (ايضاً ص ۱۰۳ ايضاً) اور وہ جگہ وطن اقامت کہی جائے گی، وہاں سے سفر شرعی کرنے تک اس جگہ اتمام ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

(۱) مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا (۲) مقیم مقتدی، مسافر امام

کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قراءت کرے یا نہ کرے

(سوال ۲۳۶) (۱) اگر مسافر نے مقیم کی اقتداء میں قصر پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) (۱) حامداً ومصلياً ومسلماً، مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔ (۱) فقط۔

(۲) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھے، امام نے قصر کی، پھر مقتدی حضرات اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعات میں فاتحہ اور سورت پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۃ فاتحہ پڑھے نہ ضم سورہ کرے۔ (فاذا قام) المقيم (الى الا تمام لا يقرأ..... (فى الاصح) لئلا يتركه كالا حق (درمختار) (قوله فاذا قام المقيم الخ) اى بعد سلام الا امام المسافر الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۷۰ باب صلوة المسافر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقیم مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں

(سوال ۲۳۷) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی؟ بلا کراہت؟ یا کراہت؟

(الجواب) حامداً ومصلياً ومسلماً۔ جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی، عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی، خواہ مقیم ہو یا مسافر (شامی ص ۲۳۸ کتاب الحج ج ۲، فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۹، ص ۹۰ ج ۸) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۃ السہو

سورۃ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۳۸) نماز میں سورۃ فاتحہ بھول سے مکرر پڑھ لے تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) سورۃ فاتحہ بھول کر دوبار مسلسل پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اس لئے کہ سورت ملانے میں تاخیر ہوئی، اگر سورت پڑھ لینے کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی تو سجدہ سہو لازم نہیں ہے ”زاد الفقیر“ میں ہے فلو قرأ الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة فلا سجود عليه (ص ۶۳) (یعنی) اگر سورۃ فاتحہ پڑھی اس کے بعد سورت پڑھی پھر سورۃ فاتحہ پڑھی تو سجدہ سہو نہیں ہے لیکن اگر فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ مکرر پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ”زاد الفقیر“ میں ہے وكذا قراءة الفاتحة مرتين متوالين في ركعة من الأولين اما اذا كررها في الآخرين فلا يجب (ص ۶۳) فقط و الله اعلم بالصواب.

فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ

(سوال ۲۳۹) ثلاثی و رباعی نماز میں تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھ لی تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں۔ و هل يكره في الآخرين المختار لا (در مختار) قوله المختار لا اي لا يكره تحريماً بل تنزيهاً لا نه خلاف السنة قال في المنية وشرحها (الى قوله) وفي اظهر الروايات لا يجب لان القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفة الصلوة قبيل مطلب كل شفع من النفل صلاة) فقط و الله اعلم بالصواب.

جمعہ کی چار رکعات سنت کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۰) ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعات سنت مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ سنن کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف نہ پڑھے غلطی سے پڑھ لیوے تو سجدہ سہو کرے۔ ہاں جمعہ کے بعد کی چار رکعت کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لینے سے سجدہ سہو کا واجب ہونا مسلم نہیں۔ علامہ شامی وغیرہ علمائے محققین کا اس میں اختلاف ہے۔ (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳) (۱) فقط و الله اعلم بالصواب.

(۱) ولا يصلى على النبي صلى الله عليه وسلم في القعدة الاولى في الرابع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلى ناسياً فعليه السهو وقيل لا شمسي ولا يستفتح اذا قام الى الثالثة منها لا نها لتأكدها اشبهت الفريضة وفي البواقي من ذوات الرابع يصلى قال في الشامية تحت قوله وقيل لا الخ قال في البحر لا يخفى ما فيه والظاهر الاول زاد في المنع ومن ثم عولنا عليه وحكيما ما في القنية. (باب الوتر والنوافل)

سنت غیر مؤکدہ اور نوافل کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں:

(سوال ۲۴۱) عصر اور عشاء کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات نماز سنت غیر مؤکدہ ہے اس کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) نماز عصر و عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ اور دوسری چار رکعت نفل نماز کے بعد قعدہ اولیٰ میں التحيات کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھ سکتے ہیں اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے۔ وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی ترجمہ۔ ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعت سنت مؤکدہ کے سواء دوسری چار رکعت سنت غیر مؤکدہ اور چار رکعت نوافل کے قعدہ اولیٰ میں التحيات کے بعد درود شریف وغیرہ اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء و تعوذ بھی پڑھ سکتے ہیں (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳ ایضاً۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۳) (۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

بجائے فاتحہ التحيات:

(سوال ۲۴۲) اگر بجائے فاتحہ کے التحيات یا بجائے التحيات کے سورہ فاتحہ پڑھ لی جائے تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ (الجواب) ہاں دونوں صورتوں میں بوجہ ترک واجب سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

صلوۃ التبیح میں تسبیح کم و بیش ہو جائے:

(سوال ۲۴۳) صلوۃ التبیح میں کبھی سبحان اللہ الخ تعداد سے زیادہ یا کم پڑھا جائے تو سجدہ سہو ہے یا نہیں؟ اور سجدہ کرے تو اس میں سبحان اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ چھوٹی ہوئی تسبیح دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ مختصر رکن ہیں ان میں پڑھے گا تو طوالت ہو جائے گی جو ان کی وضع کے خلاف ہے۔ ہر رکعت میں پچھتر تسبیح ہونی چاہئے اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شامی باب الوتر و النوافل مطلب فی صلاة التبیح۔

اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدہ سہو ہے یا نہیں:

(سوال ۲۴۴) امام نے تین آیت سے پہلے ہی غلطی کی اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے پہلے ہی اپنی غلطی کی اصلاح کر کے نماز ادا کی تو ایسی حالت میں سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔

(۱) وفی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها لا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدة الاولى ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل کذا فی الذاہدی. الباب التاسع فی النوافل
(۲) واذا قرء الفاتحة مکان التشهد فعليه السهو وکذلک اذا قرء الفاتحة ثم التشهد کان علیه السهو فتاویٰ عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجود السهو ج ۱ ص ۱۲۷۔

(الجواب) اس صورت میں سجدة سہولازم نہیں ہے نماز درست ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔
(سوال ۱۹۳) جیسا کہ پہلے سوال میں عرض کیا گیا امام سے غلطی ہوئی۔ مقتدیوں نے لقمہ دیا۔ امام نے لقمہ لیا۔ پھر قرأت ختم کر کے رکوع کیا تو کیا اس حالت میں سجدة سہولازم ہوگا۔

(الجواب) اس صورت میں بھی سجدة سہولازم نہیں ہوگا نماز صحیح ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔
سجدة سہودونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد:

(سوال ۲۴۵) نماز میں سجدة سہو واجب ہو اوہ یاد نہ رہا اور دونوں جانب سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو اسی وقت سجدة سہو کر کے التحیات و درود دعا پڑھ کر نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا اعادہ کرے؟
(الجواب) صورت مسئلہ میں نماز صحیح ہوئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (۳)
اگر سلام پھیرنے میں سہو ہو جائے:

(سوال ۲۴۶) مصلیٰ نے بجائے دہنی جانب کے بائیں جانب سلام پھیر دیا تو اب دہنی جانب سلام پھیر کر دوبارہ بائیں جانب پھیرے یا نہیں؟ اور سجدة سہولازم ہوگا یا نہیں؟
(الجواب) فقط دہنی جانب سلام پھیر لے بائیں جانب سلام پھیرنے کی حاجت نہیں اور نہ سجدة سہو کی ضرورت ہے نماز صحیح ہے (جوہرہ ج ۱ ص ۵۵) (۴)

چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے:
(سوال ۲۴۷) چار رکعت والی فرض نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ پڑھے تو سجدة سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدة سہولازم نہیں ہے۔ وہل یکرہ فی الاخرین المختار لا (درمختار) (قوله المختار لا) ای لایکرہ تحریماً بل تنزیہاً لا نہ خلاف السنة قال فی المنیة وشرحها فان ضم السورة الى الفاتحة ساهیا يجب عليه سجدة تا السهو فی قول ابی یوسف لتأخیر الركوع عن محله وفي اظهر الروایات لا يجب لان القراءة فیهما مشروعة من غیر تقدیر والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه وفي البحر فخر الاسلام ان السورة مشروعة فی الاخرین نفلا وفي الذخيرة انه المختار وفي المحيط وهو الاصح اه والظاهر ان المراد بقوله نفلا الجواز والمشروعية بمعنى عدم الحرمة فلا ینافی كونه خلاف الا ولی كما افاده فی الحلیة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۲۷ باب صفة الصلاة قبل مطلب كل شفع من النفل صلاة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ذكر في الفوائد لو قرء في الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحيحاً قال عندي صلاحه جائزة وكذلك الا عراب فتاوى عالمگیری الفصل الخامس في زلة القاري ج ۱ ص ۸۲۔
(۲) بخلاف فتحه على امامه فإنه لا يفسد مطلقاً لفتح أخذ بكل حال قال في الشامية تحت قوله بكل حال اي سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلوة ام لا شامی باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ج ۱ ص ۵۸۲۔
(۳) سلام من عليه السجود السهو يخرج من الصلاة خروجاً مؤقفاً ان سجد عاد اليه والا لا ويسجد للسهو ولو مع سلامه ناوباً للقطع..... مالم يعرج عن القبلة او يتكلم در مختار على هامش شامی باب سجود السهو ج ۱ ص ۷۰۳۔
(۴) وسلم اولاً عن سياره ناسياً لذكره وسلم عن يمينه وليس عليه ان يعيد عن يساره وليس عليه سهو باب صفة الصلاة

سجدہ سہو میں بجائے دو سجدے کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۴۸) امام صاحب کو صبح کی نماز میں سہو ہوا بعد میں امام صاحب نے اصول کے مطابق سجدہ سہو کیا۔ لیکن سہو کا ایک ہی سجدہ کیا۔ تشہد، درود شریف اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ کیا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ یا کیسی ہوئی؟ بحوالہ کتب جواب ارسال فرمائیں!

(الجواب) سجدہ سہو کے لئے دو سجدے واجب ہیں ایک سجدہ کافی نہیں ہے۔ لہذا نماز قابل اعادہ ہے۔ یسجد سجدتان باب سجود السہو (نور الایضاح ص ۱۱۵) (سجدتان) لانه صلى الله عليه وسلم سجدة سجدتين لسہو وهو جالس بعد التسليم وعمل به الا كابر من الصحابة والتابعين (مراقی الفلاح ص ۹۳ ایضاً) یسجد للسہو فی الزیادة والنقصان سجدتین بعد السلام (الی قولہ) ولنا قولہ علیہ السلام لكل سہو سجدتان بعد السلام (ہدایہ ص ۱۳۶ ج ۱ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب

مہسوق بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دے:

(سوال ۲۴۹) میری عصر کی پہلی رکعت چلی گئی اور چوتھی رکعت پر جب امام نے سلام پھیر دیا تو میں نے بھی بھول سے دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ ایک رکعت چلی گئی ہے۔ اب میں نے وہ چھوٹی ہوئی رکعت ادا کی۔ تو مجھ پر سجدہ سہو لازم ہوگا۔ یا نہیں۔ اگر لازم ہوگا تو کیوں؟ اور لازم نہ ہوگا تو کیوں؟ اگر ایک طرف سلام پھیرا ہے تو کیا صورت نکلے گی۔ اور کیا اس صورت میں بھی سجدہ سہو لازم ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) غلطی سے ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے سلام پھیرا ہے تو سجدہ سہو لازم ہے (اس لئے کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا) ولو سلم ساهياً ان بعد امامه لزومه السہو والا لا (درمختار) (قوله لزومه السہو) لانه منفرد فی هذه الحالة ح (قوله والا لا) ای وان سلم معه او قبله لا يلزمه لانه مقتدی ہاتین الحالین ح وفی شرح المنیة عن المحيط ان سلم فی الاول مقارناً لسلامه فلا سہو علیہ لانه مقتدی به وبعده يلزم لانه منفرد اه (شامی ص ۵۶۰ ج ۱ آخر باب الامامة)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے سلام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے اور اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ ملالیٰ تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۵۰) ایک شخص فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں کوئی سورت پڑھ لیتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں یا دونوں رکعتوں میں غلطی سے سورت ملالیٰ تو نماز صحیح ہو جائے گی، سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

(وضم) (قصر سورۃ فی الا ولین من الفرض) وهل یکرہ فی الاخرین المختار لا (درمختار) قوله المختار لا قال فی المنیۃ وشرحها فان ضم السورۃ الی الفاتحة ساهياً یجب علیہ سجدة السهو فی قول ابی یوسف لنا خیر الركوع عن محله وفی اظهر الروایات لا یجب لان القراءة فیہما مشروعة من غیر تقدیر والاقتصار علی الفاتحة مسنون لا واجب اہ (شامی) ج ۱ ص ۴۷۷) باب صفة الصلوة فقط و الله اعلم بالصواب ۹ ذی قعدی ۱۳۰۵ھ.

جہری نماز میں سر اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدہ سہولازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۱) امام نے بھول سے جہری نماز میں سر اقرأت کی اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدہ سہولازم ہوگا یا نہیں؟ اگر لازم ہوگا تو کتنی مقدار پڑھنے سے لازم ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) سری نماز میں جہراً یا جہری نماز میں سرّاً بقدر ما تجوز بہ الصلوة (یعنی بقدر تین چھوٹی آیت) پڑھا تو سجدہ سہولازم ہوگا، اس سے کم میں لازم نہیں معاف ہے کہ بچنا مشکل ہے۔ والمعتبر فی ذلک مقدار ما تجوز بہ الصلوة علی الاختلاف لان مادون ذلک قليل لا یمکن الاحتراز عنہ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۷۳ باب سجود السهو) وان جہر بعض القراءة فی السریۃ او اخفاءها الامام فی الجہریۃ فان کان الجہر والاخفاء اقل مما تجوز بہ فهو معفو معسر الاحتراز عنہ (رسائل الارکان ص ۹۳ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز میں سورۃ فاتحہ بتما مہا واجب:

(سوال ۲۵۲) محذوم حضرت مفتی صاحب مدظلکم السلام علیکم۔ نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت واجب ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی آیت پوری یا جزو آیت پڑھنے سے رہ گئی تو شرعی حکم کیا ہے؟ اس کو ترک واجب کہیں گے یا نہیں؟ اور پھر سجدہ سہولازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ از سورت۔

(الجواب) مسئلہ اختلافی ہے، حضرت امام ابوحنفیہؒ کے نزدیک سورۃ فاتحہ بتما مہا (پوری) واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد پڑھنا وجوب کی ادائیگی کے لئے کافی ہے باقی حصہ چھوٹ جانے سے سجدہ سہولازم نہ ہوگا، امام صاحب کا قول قوی اور احوط ہے، پس فاتحہ کا کوئی حصہ اور جزو چھوٹ جانے پر سجدہ سہولازم قرار دیا جائے گا قراءۃ فاتحۃ الكتاب فیسجد للسهو بترک اکثرها لا اقلها لکن فی المجتبیٰ یسجد بترک ایه منها وهو اولی قلت وعلیہ فکل ایه واجبة (درمختار) (قوله بترک اکثرها) یفید ان الواجب الاکثر ولا یعری عن تأمل بحرو فی القہستانی انها بتما مہا واجبة عنده واما عندہما فاکثرها ولا یجب السهو بنسبان الباقي كما فی الزاہدی فکلام الشارح جار علی قولہما (طحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۲۰ باب صفة الصلاة) (قوله وعلیہ) ای بناء علی ما فی المجتبیٰ فکل ایه واجبة وفیہ نظر لان الظاهر ان ما فی المجتبیٰ مبنی علی قول الامام بانها بتما مہا واجبة وذكر الآیۃ تمثیلاً لا تقييداً اذ بترک شیئ منہا آیت او اقل ولو حرفاً لا یكون آتياً بکلها الذی هو الواجب کما ان الواجب

ضم ثلاث آیات فلو قرأ دونها كان تاركا للواجب افاده الرحمتی (شامی ج ۱ ص ۲۲۶) ایضا مطلب فی واجبات الصلاة). (قوله قراءة الفاتحة) قالوا بترك اكثرها يسجد للسهو لا ان ترك اقلها ولم ار ما اذا ترك النصف نهر لكن فی المجتبى . يسجد بترك آية منها وهو اولی (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴) وفصل فی واجبات الصلوة فقط و الله اعلم بالصواب .

سورہ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کر دی:

(سوال ۲۵۳) سورہ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کر دی پھر یاد آیا کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے تھی تو اب کیا کرے؟ اس صورت میں سورت چھوڑ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور پھر سورت پڑھے؟ یا سورت پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے؟ اور مذکورہ صورت میں سجدہ سہولازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) سورت چھوڑ کر سورہ فاتحہ پڑھے پھر سورت پڑھے اگر فاتحہ سے پہلے سورت کی ایک آیت پڑھ لی تھی تو سجدہ سہولازم ہوگا، کیونکہ قرائت میں رکن کی مقدار ایک آیت پڑھنا ہے اور یہ موجب تاخیر ہے۔ اور اگر ایک آیت سے کم پڑھا ہے تو سجدہ سہولازم نہ ہوگا کہ سورہ فاتحہ پڑھنے میں اتنی تاخیر معاف ہے۔ وان قراء السورة قبل الفاتحة او بعضها ثم تذكر يعود الى الفاتحة ثم يقرأ السورة ويسجد للسهو لان الترتيب بين الفاتحة والسورة لازم (رسائل الاركان ص ۹۳)

لان الظاهر ان العلة هي تاخير الا بتداء بالفاتحة والتاخير اليسير وهو دون ركن معفو عنه تامل (الى قوله) وان غير واحد من المشايخ قدرها بمقدار اداء ركن (شامی ص ۲۲۹) باب صفة الصلاة مطلب فی واجبات الصلاة فقط و الله اعلم بالصواب .

سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا:

(سوال ۲۵۴) امام صاحب مغرب کی دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے قیام کے قریب ہوئے تھے کہ مقتدی نے لقمہ دیا تو بیٹھ گئے اور آخر میں سجدہ سہو کیا مگر ایک طرف سلام پھیرے بغیر کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں سجدہ سہو واجب ہو گیا، سجدہ سہو سے پہلے ایک طرف سلام پھیرنا چاہئے، اگر نہ پھیرا تو اس سے کراہت تنزیہی لازم آئے گی مگر نماز ہو جائے گی، اعادہ ضروری نہیں۔ ولو سجد قبل السلام جازو کرہ تنزیہا (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۱) باب سجود السهو فقط و الله اعلم بالصواب .

امام سورہ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے:

(سوال ۲۵۵) بعض مرتبہ امام صاحب سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملانے سے قبل تھوڑی دیر سوچتے ہیں تو اس نماز میں کچھ نقص آئے گا یا نہیں؟ اور سجدہ سہولازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہنے اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے علاوہ اگر

ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاسکے اتنی دیر خاموش رہے اور سوچتا رہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا سجدہ سہو نہ کیا ہو تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر اس سے کم وقفہ ہو تو کچھ لازم نہیں۔ (واعلم انه اذا شغله ذلك) الشک فتفکر (قدر اداء رکن ولم يشغل حالة الشک) بقراءة ولا تسبیح (وجب علیه سجود السهو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۰۶ باب سجود السهو) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سلام پھیرنے میں تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۶) امام صاحب مغرب کی نماز کے قعدہ اخیرہ میں التحیات، درود شریف و دعا پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک مقتدی نے قعدہ اولیٰ سمجھ کر لقمہ دے دیا، یعنی سبحان اللہ کہا تو امام صاحب کھڑے ہو گئے لیکن جب دوسرے مقتدیوں نے اللہ اکبر کہا تو امام صاحب فوراً بیٹھ گئے اور نماز پوری کی اور سجدہ سہو نہیں کیا، لیکن بعد میں ہشتی زیور حصہ دوم مسئلہ نمبر ۱۹ کو دیکھ کر نماز کا اعادہ کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام نے دعا نصف سے زائد پڑھ لی تھی تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا؟ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ تمام فرائض ادا ہو چکے ہیں اور مذکورہ کتاب کے موافق عمدۃ الفقہ اور ہشتی ثمر میں بھی لکھا ہے، لیکن ہم کو اس بارے میں شرح صدر نہیں ہوتا لہذا آپ مفصل جواب تحریر فرمائیں اور ہمارے شبہ کو زائل فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں پہلی نماز ناقصہ ادا ہوئی تھی، اس لئے کہ سلام میں تاخیر ہو گئی تھی اور سلام واجبات صلوٰۃ میں سے ہے اور تاخیر واجب سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے، لہذا سجدہ سہو کرنا ضروری تھا، سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے درمختار میں ہے۔ ویسجد للسهو فی صورتین لنقصان فرضہ بتاخیر السلام فی الاولیٰ وترکہ فی الثانیۃ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۱ باب سجود السهو) عالمگیری میں ہے۔ رجل صلی الظهر خمساً وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذكر قبل ان یقید الخامسة بالسجدة انها الخاتمة عاداً لی القعدة وسلم کذا فی المحيط ویسجد للسهو کذا فی السراج الوہاج (عالمگیری ج ۱ ص ۸۲ الباب الثانی عشر فی سجود السهو) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سورۃ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۃ فاتحہ پڑھے:

(سوال ۲۵۷) ہماری مسجد کے امام نے عشاء کی نماز میں سورۃ فاتحہ اور تقریباً چھ آیتیں تلاوت کر لیں اس کے بعد ان کو ظن غالب یہ ہوا کہ میں نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، اس لئے انہوں نے سورۃ فاتحہ دوبارہ پڑھی اور پھر اس کے بعد سورۃ تلاوت کی۔ پہلی مرتبہ ان کو سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کا گمان غالب تھا حالانکہ حقیقت میں انہوں نے پڑھی تھی، تو گویا انہوں نے دو مرتبہ سورۃ فاتحہ اور دو مرتبہ سورۃ تلاوت کی تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کیوں؟ اور اگر واجب نہ ہوگا تو کس وجہ سے؟ یا تفصیل جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) حامداً ومصلياً و مسلماً: سورۃ فاتحہ پوری پڑھنے کے بعد جب سورت کی چھ آیتیں بھی پڑھ لی تھیں تو اب سورۃ فاتحہ اور سورۃ کو دوبارہ پڑھنے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم نہیں آیا، کیونکہ متوالیاً تکرار فاتحہ سے سورۃ ملانے میں تاخیر لازم آتی ہے اور سورۃ فاتحہ کے بعد متصلاً سورت ملانا واجب ہے، اس وجہ سے سجدہ سہو لازم آتا ہے اور صورت مسئلہ میں تکرار

فاتحہ متوالیا نہیں ہے اس لئے سجدہ سہو واجب نہیں۔ ولو قرأها في ركعة من الاولين مرتين وجب سجود السهر لتاخير الواجب وهو السورة كما في الذخيرة الخ (شامی ج ۱ ص ۴۲۹ باب صفة الصلاة مطلب في واجبات الصلاة) فلو قرأ الفاتحة مرتين قبل السورة وجب سجود السهو لتاخير السورة (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۲۱) وكرر الفاتحة في ركعة من الاولين متوالياً (الی قوله يحب عليه سجود السهو لدزوم تاخير الواجب وهو السورة (الی قوله) ولو قرء الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا يلزمه السهو وقيل يلزمه (ایضاً کبری ص ۴۳۳) ولو قرأ لفاتحة مرتين في الاولين فعليه السهو لانه اخر السورة ولو قرأ فيهما الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة ساهيا لم يجب عليه سهو وصار كأنه قرأ سورة طويلة (الجوهرة باب صفة الصلاة النبوة ج ۱ ص ۷۷) ان عبارات سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ مذکورہ صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ، اتم واعلم۔

تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۵۸) قعدہ اولیٰ میں یا قاعدہ ثانیہ میں تشہد کا کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟
 بینواتو جروا۔

(الجواب) تشہد کل واجب ہے، اکثر یا بعض حصہ چھوٹ جانے سے بھی سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔ ولو ترک التشهد فی القعدتین او بعضہ لزمہ السجود فی ظاہر الروایة لانه ذکر واحد منظوم فترک بعضہ کترک کله (طحطاری علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ فصل فی بیان واجب الصلاة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سورۃ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۵۹) امام نے مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ الحمد للہ پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ایک آیت بھی دوبارہ پڑھے تب بھی سجدہ سہو واجب ہے اور بکر کہتا ہے کہ آدھی سورت سے زیادہ پڑھنے کے بعد دوبارہ سورۃ فاتحہ پوری پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہے، آپ فیصلہ فرمائیں کہ صحیح کیا ہے۔ بینواتو جروا۔
 (الجواب) صحیح یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کی ایک آیت بھی سہو چھوٹ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے، اور سورۃ فاتحہ کی تکرار سے یا آدھی سے زیادہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اعادہ کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے، مذکورہ صورت میں مالک یوم الدین تک پڑھ کر سہو دوبارہ اعادہ کرنے سے سجدہ سہو واجب نہیں، ^(۱) یہ حکم ان رکعتوں کا ہے جس میں سورۃ فاتحہ واجب ہے، ہاں جن رکعتوں میں سورۃ فاتحہ واجب نہیں ہے ان کا یہ حکم نہیں ہے ^(۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولو قرء الفاتحة الا حرفاً أو قرء اكثر هاتم عاد ساهيا فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتين كذا في الظهيرية فتاوى عالمگیری الباب الثاني عشر في سجود السهو

(۲) مغرب کی تیسری رکعت اور چار رکعت والے فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ واجب نہیں ہے، ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ مکرر پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا۔ قتال فی شرح المسبہ وقيل بالاوليين لان الاقتصار على مرة في الاخيرين ليس بواجب حتى لا يلزمه سجود السهو بتكرار الفاتحة فيهما سهوا الخ (شامی ج ۱ ص ۳۳۰ واجبات الصلاة)

سجدہ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہیں؟:

(سوال ۲۶۰) امام تراویح دو رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے کھڑا ہو گیا، بقمہ دینے سے بیٹھ گیا مگر سجدہ سہو نہ کیا، دریافت کرنے پر کہا چونکہ تراویح سنت ہے اس میں سجدہ سہو کرنے کی یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں تو کیا نماز تراویح میں امام سے کوئی غلطی موجب سجدہ سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہ ہوگی؟ اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز دہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

(الجواب) امام تراویح کا یہ کہنا کہ چونکہ ”تراویح سنت ہے اس میں سجدہ سہو کرنے یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں“ یہ صحیح نہیں ہے۔ نماز فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل تمام نمازوں میں سجدہ سہو کا حکم یکساں ہے، البتہ نماز عید اور جمعہ میں جب کہ مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدہ سہو کرنے سے نمازیوں میں انتشار پیدا ہو جائے اور تشویش میں پڑ جائیں اور نماز خراب کر لیں تو ایسی صورت میں سجدہ سہو معاف ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی جگہ تراویح میں بھی مجمع کثیر ہو اور سجدہ کرنے سے نمازیوں میں انتشار اور نماز میں فساد کا قوی اندیشہ ہو تو سجدہ سہو ماقط ہو جائے گا اور نماز کے اعادہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ والسہو فی صلوٰۃ العید والجمعة والمکتوبۃ والتطوع سواء۔ والمختار عند المتأخرین عدمہ فی الا ولین لدفع الفتنة (درمختار) (قوله عدمہ فی الا ولین) الظاهر ان الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كما بحتہ بعضهم ط و كذا بحتہ الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا وفي جمعة حاشية ابی السعود عن العزيمة انه ليس المراد عدم جوازه بل الا ولی تركه لئلا يقع الناس في فتنة اه (قوله وبد جزم فی الدرر) لكنه قيده محشياً الوافی بما اذا حضر جمع كثير والا فلا داعی الى الترك ط (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۰۵ باب سجود السهو) (طحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۰۰ ایضاً) فقط والله اعلم بالصواب۔

سجدہ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے

(سوال ۲۶۱) محترم مفتی صاحب سلام مسنون! آپ کے فتاویٰ رحمیہ ج ۱ ص ۲۴ (جدید ترتیب کے مطابق، مسبوق مدرک لاحق کے احکام میں، کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے، کے عنوان کے تحت دیکھیں ص ۱۵۳ ج ۵۔ مرتب) اردو میں یہ فتویٰ ہے۔ مسبوق سجدہ سہو کرنے میں امام کی متابعت کرے مگر سلام نہ پھیرے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس مسبوق کو اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرنا ہوگا یا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ ہمارے یہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور بعض حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی نماز فاسد ہوگئی آپ بحوالہ جواب مرحمت فرمائیں۔ بیّنوا تو جروا۔ از سورت۔

(الجواب) مسبوق سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے گا مگر اس کے ساتھ سلام نہ پھیرے گا، اگر مقتدی نے یہ بات یاد ہوتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (۱) اور اگر سہواً (بھول سے) سلام

(۱) یہ مسئلہ خاص طور پر یاد رکھنا ضروری ہے بعض لوگ مسئلہ نہیں جانتے اور یہ گمان کر کے امام کے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں کہ ان کو بھی سلام پھیرنا چاہئے ایسے لوگوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے از سر نو نماز پڑھنا ضروری ہے اور گزشتہ زمانہ میں مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسا ہو چکا ہے تو ان کا اندازہ کر کے قضا کرنا ضروری ہے ولو سلم علی ظن ان علیہ ان یسلم فهو سلام عمداً یمنع البناء (کبیری ص ۴۶۵ مصری)

پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدہ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا۔ بدائع میں ہے ثم المسبوق انما يتابع الامام في السجود ون السلام بل ينتظر الا امام حتى يسلم فيسجد فيتتابعه في سجود السهو لافي سلامه وان سلم فان كان عامداً تفسد صلاته وان كان ساهياً لا تفسد ولا سهو عليه لانه مقتد وسهو المقتدى باطل فاذا سلم الامام للسهو يتابعه في السجود ويتابعه في التشهد (بدائع الصنائع ص ۱۷۶ فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لا يجب) فقط والله اعلم بالصواب

مُسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو؟

(سوال ۲۶۲) ایک شخص کی ظہر کی دو رکعتیں چلی گئیں چوتھی رکعت پر امام نے جب نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیرا تو اس شخص (مُسبوق) نے بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، پھر اس کو یاد آیا کہ میری دو رکعتیں چلی گئی ہیں فوراً کھڑا ہو گیا اور اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کیں اب اس پر آخر میں سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) جب امام نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیرے تو مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا نہیں چاہئے۔ ولا يسلم اذا سلم الامام (ای للخروج عن الصلوة) لان هذا السلام للخروج عن الصلوة وقد بقي عليه اركان الصلوة (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶)

اگر غلطی سے سلام پھیر دیا تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو سجدہ سہو لازم ہے (کہ بحالات افراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا) بدائع میں ہے۔ ولا يسلم اذا سلم الامام (ای للخروج عن الصلوة) لان هذا السلام للخروج عن الصلوة وقد بقي عليه اركان الصلوة فاذا سلم مع الامام فان كان ذا كراً لما عليه من القضاء فسدت صلواته لانه سلام عمد وان لم يكن ذا كراً له (ای لما عليه من القضاء) لا تفسد لانه سلام سهو فلم يخرج عن الصلوة وهل يلزمه سجود السهو لاجل سلامه ينظر ان سلم قبل تسليم الامام او سلم معه لا يلزمه لان سهوه سهو المقتدى وسهو المقتدى متعطل وان سلم بعد تسليم الامام لزمه لان سهوه سهو المنفرد فيقضى ما فاتته ثم يسجد للسهو في اخر صلاته (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۷۶ ايضاً) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۶۰ آخر باب الامامة)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے، اور اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہوگا، امام سے پہلے یا امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرنا بہت ہی نادر ہے۔ فقط والله اعلم بالصواب۔

رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۶۳) کوئی شخص رکوع کے بجائے سجدہ میں چلا گیا یا سہواً صرف ایک سجدہ کر کے کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں نماز کی اصلاح کی کوئی صورت ہے؟ بیّنوا تو جروا۔ (حیدر آباد)

(الجواب) نماز کے اندر اندر فوت شدہ رکوع اور سجدہ کو ادا کر لے اور پھر آخر میں سجدہ سہو کرے تو نماز کی اصلاح نہ جائے گی ومنہا رعاية الترتیب فی فعل مکرو فلو ترک سجدة من رکعة فتد کرھا فی آخر الصلوة سجدھا وسجد للسہو لترك الترتیب و لیس علیہ اعادة ما قبلھا ولو قدم الركوع علی القراءة لزمه السجود لكن لا يعتد بالركوع فيفرض اعادته بعد القراءة كذا فی البحر الرائق (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ کتاب الصلوة الباب الثانی عشر فی سجود السہو) فقط و اللہ اعلم بالصواب ۲ اشوال المکرم ۱۳۹۹ھ۔

قرأت میں تکرار کرے تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں:

(سوال ۲۶۴) قرأت میں تکرار کرے جیسے حفاظ تراویح میں کسی آیت پر آگے کی آیت یاد نہ آنے پر کرتے ہیں تو سجدہ سہو لازم ہے؟ اگر یہ تکرار تین آیتیں ہو جانے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟ بیّنوا تو جروا۔

(الجواب) اس صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں، اگرچہ یہ تکرار تین آیات پڑھنے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے، دونوں صورتوں میں سجدہ سہو لازم نہیں۔ فقط اللہ اعلم بالصواب ۲ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ۔

امام قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو؟:

(سوال ۲۶۵) چوتھی رکعت میں التحیات پڑھ کر امام اٹھ رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا یا قعدہ اولیٰ چھوڑ کر امام سجدہ سے قیام کو جا رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو ہر دو صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ (حیدر آباد)

(الجواب) آخری قعدہ کر کے اگر امام پورا کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ بیٹھنے کے قریب تھا اور لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب نہیں، قعدہ اولیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ بیٹھنے کے قریب ہو تو سجدہ سہو واجب نہیں، اور اگر اوپر کھڑا ہو گیا یا کھڑے ہونے کے قریب ہو گیا تو سجدہ سہو لازم ہے۔ ومن سہی عن القعدة الاولى ثم تذکرو هو الى حالة القعود اقرب عادو قعدو تشهد لان ما يقرب من الشئنی یاخذ حکمه ثم قيل يسجد للسہو للتاخير والاصح انه لا يسجد كما اذا لم یقم ولو كان الى القيام اقرب لم يعد لانه كالقائم معنی ويسجد للسہو لانه ترك الواجب وان سہی عن القعدة الاخرة حتى قام الى الخامسة رجع الى القعدة مالم يسجد لان فيه اصلاح صلاته. (ہدایہ اولین ص ۱۳۹ باب سجود السہو) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا:

(سوال ۲۶۶) کسی نے بھول سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا بعد میں سیدھی جانب تو کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا۔
(الجواب) نماز ہو جائے گی اور دوبارہ بائیں طرف سلام پھیرنا اس پر لازم نہیں ولو سلم اولاً عن يساره ناسياً او ذاكراً يسلم عن يمينه وليس عليه ان يعيده عن يساره وليس عليه سهواً اذا فعله ناسياً (الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۵۵ باب صفة الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب۔

عیدین و جمعہ کی نماز میں سجدہ سہو کس وقت ساقط ہوتا ہے؟

(سوال ۲۶۷) عید کی نماز میں تکبیر زائدہ واجبہ ترک ہو جائے یا اور کوئی موجب سجدہ سہو غلطی ہو جائے تو سجدہ سہو کیا جائے یا نماز دہرائی جائے؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) عیدین کی نماز میں اسی طرح جمعہ وغیرہ میں مجمع کثیر ہو جس کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے سے انتشار ہونے اور لوگوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور حرج عظیم کی وجہ سے اعادہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔ (ولا یاتی الا امام بسجود السهو فی الجمعة والعیدین) دفعا للفتنة بكثرة الجماعة وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة وفساد الصلوة بتركه (مراقی الفلاح ص ۹۳) (قوله بكثرة الجماعة) واخذ العلامة الوانی من هذه السببية ان عدم السجود مقيد بما اذا حضر جمع كثير اما اذا لم يحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعي الى الترك وهو التشويش (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۰ باب سجود السهو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۵ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب۔

سجدہ سہو کے بعد تشهد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

(سوال ۲۶۸) سجدہ سہو کے بعد التحیات پڑھے یا درود شریف و دعا پڑھنا کافی ہے؟ اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) سجدہ سہو کے بعد التحیات (تشہد) پڑھنا ضروری ہے اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر واجب کا تارک ہوگا لہذا نماز واجب الاعادہ ہوگی، درمختار میں ہے (ویجب ایضاً) تشهد و سلام لان سجود السهو یرفع التشهد (قوله یرفع التشهد) ای قراءتہ حتی لو سلم بمجرد رفعه من سجدة فی السهو صحت صلاته ویكون تاركاً للواجب وکذا یرفع السلام امداد (درمختار شامی ج ۱ ص ۶۹۲، باب سجود السهو) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۵۰ باب سجود السهو) (عمدة الفقه ص ۳۶۱ ج ۲) فقط و الله اعلم بالصواب۔

مغرب یا عشاء کی آخری رکعتوں میں امام نے سورہ فاتحہ جہراً پڑھ لی
تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں

(سوال ۲۶۹) محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت فیضہم، بعد سلام مسنون! مزاج گرامی! عرض ہے کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۲۳۷ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب کے آخر میں، فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت بالجہر کے عنوان سے دیکھئے ۱۹۷ مرتب) میں ایک فتویٰ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جہراً قرأت کی تو سجدہ سہو واجب ہوا، بحر الرائق اور طحاوی کا حوالہ ہے براہ کرم عبارت کتب بالانقل فرما کر ممنون فرمائیں، غور طلب یہ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جب قرأت کا درجہ ہی مسنونیت کا ہے تو جہراً پڑھنے سے سجدہ سہو کیسے واجب ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) فرض کی آخری ایک یا دو رکعت میں صحیح قول کے مطابق سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے مگر ان رکعتوں میں بالاتفاق امام کے لئے سرأقرأت کرنا واجب ہے لہذا اگر امام جہراً قرأت کرے گا تو ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا، طحاوی علی الدر المختار میں ہے۔ (والجہر) للامام (والا سرار) للکل (فیما یجہر) فیہ ویسر (درمختار) (قوله والا سرار للکل) ای للامام اتفاقاً ومنفرداً علی الاصح (بحر) (قوله ویسر) ای فیما یسر فیہ وهو صلوۃ الظهر والعصر والثالثة من المغرب والا خیران من العشاء و صلوۃ الکسوف والا ستسقاء (طحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۲۳ واجبات الصلوۃ)

بحر الرائق میں ہے (قوله والجہر والا سرار فیما یجہر ویسر) فالحاصل ان الا خفاء فی صلوۃ المخافتة واجب علی المصلی اما ما کان او منفرداً وہی صلوۃ الظهر والعصر والركعة الثالثة من المغرب والا خیران من صلوۃ العشاء و صلوۃ الکسوف والا ستسقاء وهو واجب علی الامام اتفاقاً و علی المنفرد علی الاصح الخ (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۲ واجبات الصلوۃ)

مراقی الفلاح میں ہے (ویجب الا سرار) فی جمیع رکعات (الظهر والعصر) ولو فی جمعہما بعرفة (و) الا سرار (فیما بعد اولی العشاءین) الثالثة من المغرب وہی والرابعة من العشاء. (مراقی الفلاح مع حاشیہ طحاوی ص ۱۳۸ واجبات الصلوۃ)

وتسن (قراءة الفاتحة فیما بعد الا ولین) فی الصحیح وروی عن الامام وجوبہا وروی التخییر بین قراءة الفاتحة والتسبیح والسکوت۔

طحاوی میں ہے (قوله وتسن قراءة الفاتحة فیما بعد الا ولین) یشمل الثلاثی والرباعی (قوله فی الصحیح) هو ظاهر الروایة کما فی الحلبي (مراقی الفلاح و طحاوی علی مراقی ص ۱۳۷ سنن الصلوۃ) فقط و الله اعلم بالصواب۔

کنیا مسبوق تراویح میں سجدہ سہو کرے گا۔

(سوال ۲۷۰) تراویح کی پہلی رکعت میں حافظ صاحب کے سہو کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا اس کے بعد دوسری

رکعت میں ایک شخص نے اقتداء کی آیا یہ نووارد سجدہ سہو کرے گا یا نہیں؟ امام صاحب کا کہنا ہے چونکہ حافظ صاحب سے سہو پہلے ہوا اور اقتداء بعد میں (یعنی دوسری رکعت میں) کی ہے، لہذا اس نووارد پر سجدہ سہو نہیں؟، اس مسئلہ کو مدلل تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) وہ مقتدی مسبوق ہے اور مسبوق کا حکم یہ ہے کہ امام کے اتباع میں سجدہ سہو کرے اگرچہ سہو اس کے اقتداء کرنے سے پہلے ہوا ہو، درمختار میں ہے والمسبق يسجد مع امامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء او بعده (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السهو) یعنی مسبوق (جو امام کے ساتھ ایک رکعت کے بعد شریک ہوا ہو) امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا، چاہے امام سے سہو مسبوق کے اقتداء سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں۔ البتہ مسبوق سلام پھیرنے میں امام کی اتباع نہ کرے، سلام پھیرے بغیر سجدہ سہو کرے، اس کا ضرور خیال رکھے، اگر مسبوق نے یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے امام صاحب کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر سہو اسلام پھیرا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدہ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا۔ (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶ فصل فی بیان من یجب) علیہ السهو ومن لا یحب علیہ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۱، ۱۹۲) فقط والله اعلم بالصواب۔

مقتدی کے سہو سے سجدہ سہو:

(سوال ۲۷۱) امام کی اقتداء کی حالت میں مقتدی سے سہو ہو جائے تو کیا بوقت سلام امام و مقتدی پر سجدہ سہو ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں مقتدی سجدہ سہو نہ کرے البتہ اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق سے فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں سہو ہو جائے تو سجدہ سہو ضروری ہے وسهو المؤتم لا یوجب السجود علی الامام لا نہ متبوع لا تابع ولا علیہ ای ولا علی المؤتم الخ (کبیری) (ص ۴۳۷ فصل فی بیان من تجب علیہ السهو ومن لا یحب علیہ) وان سهی فی ما یقضى بعد فراغ الامام یسجد السهو ایضاً. (ایضاً ص ۴۳۸)

سجدہ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں:

(سوال ۲۷۲) امام صاحب سے سہو ہونے پر سجدہ سہو کیا، لیکن سجدہ سہو صرف ایک کیا، نماز کا وقت گزر جانے پر خیال آیا کہ سجدہ سہو بھی سہو ایک ہی کیا ہے تو اب نماز کا اعادہ کس طرح کیا جائے، آیا ان مقتدیوں کو جمع کر کے نماز پڑھی جائے یا فرداً فرداً پڑھی جائے؟ مقتدیوں کو جمع کرنا ممکن ہے، اگر اعادہ نماز کی ضرورت نہ ہو تو بھی تحریر فرمائیں، بینوا تو جروا۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ سجدہ سہو میں دو سجدے کرنا واجب ہے لہذا ایک سجدہ رہ جانے سے نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوتی ہے، یجب سجدة الخ باب سجود السهو (نور الايضاح ص ۱۱۵) وان النقص اذا دخل فی صلوۃ الامام ولم یجبر وجبت الاعادة علی المقتدی، ایضاً (شامی ۱/ ۴۲۵ باب

صفة الصلاة مطلب كل صلاة اديت مع الكراهة التحريم تجب اعادتها) ایسی صورت میں نماز کی مستشر ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو نماز کا اعادہ باجماعت ضروری ہے، مستشر ہونے کے بعد سب کو جمع کرنا ضروری نہیں، فرادی فرادی ادا کر لینا کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام وتر کی تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو کر خاموش رہا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۷۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ امام نماز وتر کی تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد خاموش رہا، مقتدی نے الحمد کے بعد لقمہ دیا، پھر امام نے فوراً الحمد للہ کے بعد سورۃ ملا کر دعاء قنوت پڑھ لی اور نماز ترتیب سے ختم کی، صرف خاموش ہونے سے سجدہ سہو کرنا ہوگا؟ اگر سجدہ سہو بھی نہ کیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا نماز وتر دوبارہ پڑھنی چاہئے۔
(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش رہنے کے بعد الحمد پڑھنی ہے تو سجدہ سہو لازم ہے، اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز قابل اعادہ ہے۔

واعلم انه اذا شغله ذلك الشك ففكر قدر اداء ركن ولم يشتغل حالة الشك بقراءة ولا تسبيح ذكره في الذخيرة وجب عليه سجود السهو. (باب سجود السهو در مختار ج ۱ ص ۷۰۶)
امام خاموش نہیں رہا بلکہ سورۃ فاتحہ سر اڑھنے لگا تو اگر بقدر تین آیت پڑھنے کے پھر جہر اڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے۔ والجر فيما يخافت فيه و عكسه بقدر ما تجوز به الصلوة (در مختار ج ۱ ص ۶۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت بالجہر:

(سوال ۲۷۴) مغرب اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں امام قرأت بالجہر سہو کرے تو سجدہ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں سجدہ سہو کرنا واجب ہے (طحاوی ج ۱ ص ۳۲۲) (۱) بحوالہ الرئق واجبات الصلوة ص ۲۵۲ ج ۱۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ومنها جهر الامام فيما يجهر فيه والا سرار في محله مطلقاً واختلف في القدر الموجب للسهو والا صح انه قدر ما تجوز به الصلوة في الفصلين، باب سجود السهو واجبات الصلوة

سجدہ تلاوت

آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا:

(سوال ۲۷۵) رمضان المبارک میں حفاظ قرآن کا دور کرتے ہیں۔ ایک پڑھتا ہے اور دوسرے حفاظ اور حاضرین سنتے ہیں۔ اس طرح آیت سجدہ بار بار پڑھنے اور سننے میں آتی ہے تو سجدہ ایک ہی کیا جائے یا جتنی بار آیت پڑھی اور سنی جائے اتنی دفعہ سجدہ کرے؟

(الجواب) آیت سجدہ اگر ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھی جائے تب بھی ایک سجدہ واجب ہوتا ہے۔ صورت مسئلہ عنہا میں ایک ہی سجدہ کرے کیونکہ آیت اور مجلس ایک ہی ہے (شامی ج ۲ ص ۷۶) (۱) (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۵ ایضاً)

آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے:

(سوال ۲۷۶) نماز تراویح میں امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ میں گیا مگر مقتدی رکوع سمجھ کر رکوع میں گیا تو اس کی نماز اور سجدہ ادا ہو گیا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں مقتدی کو چاہئے کہ رکوع چھوڑ کر سجدہ میں چلا جائے۔ اگر رکوع کر کے پھر سجدہ میں گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی اور سجدہ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا (در مختار شامی ج ۱ ص ۷۲۲) (۲)

نماز میں سجدہ تلاوت کے بعد دوبارہ آیات سجدہ پڑھ لے:

(سوال ۲۷۷) حافظ صاحب نے تراویح میں سجدہ تلاوت ادا کرنے کے بعد کھڑے ہو کر بجائے اگلی آیت کے وہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھ لی سجدہ تلاوت کے اعادہ کا حکم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں پہلا سجدہ کافی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۵) (۳)

چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت و سماعت کریں تو کتنے سجدے کریں:

(سوال ۲۷۸) ماہ رمضان میں حفاظ کرام دور سناتے ہیں ایک پڑھتا ہے دوسرے سنتے ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے سب پڑھتے ہیں اگر آیت سجدہ کی تلاوت ہو تو سب پر ایک ہی سجدہ ہے یا جس قدر حفاظ ہیں اسی قدر سجدے ہوں گے اور اسی طرح جتنی بار سماعت ہوتی ہو اسی کا سجدہ ہے؟ شرعی حکم کی وضاحت فرمائیں؟

(الجواب) اگر ایک ہی مجلس میں اس طرح تلاوت ہوتی ہو اور آیت سجدہ بھی ایک ہی ہو تو ایک ہی سجدہ واجب ہے کہ

(۱) 'قوله ولو كررها في مجلسين تكررت الاصل انه لا يتكرر

۱ جنوب الاباحد امور الثلاثة اختلاف التلاوت او السماع او المجلس مالم يكن للمكانين حكم الواحد كمسجد والبيت والسقينة الخ باب سجود التلاوة

(۲) وتؤدى بسجودها كذلك اى على الفور وان لم ينبو بالاجماع ولو نواها في ركوعه ولم ينبوها المؤتمر لم تجزه ويسجد اذا سلم الامام ويعيد القعدة ولو تركها فسدت صلاته باب سجود التلاوة

(۳) ولو تلاها في ركعة فسجدها ثم اعادها في تلك الركعة لا تجب الثانية كذا في محيط السر خسي الباب الثالث عشر في سجود التلاوة

آیت سجدہ اور مجلس متحد ہے یعنی آیت بھی ایک ہے اور مجلس بھی ایک ہے (شامی ج ۱ ص ۷۲۶ حوالہ بالا بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۵ باب سجود التلاوة) فقط و الله اعلم بالصواب .

تراویح میں سجدہ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں:

(سوال ۲۷۹) تراویح میں سجدہ تلاوت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں رکعت میں سجدہ ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ (الجواب) خیر القرون میں عرب و عجم میں کثیر تعداد میں جہلاء اور نو مسلم ہونے کے باوجود سلف صالحین سے اعلان ہذا ثابت نہیں حالانکہ وہ اسلامی اعمال کی تبلیغ میں نہایت چست اور عبادات کی درستی کے بڑے حریص تھے۔ فقہاء نے بھی اس طرح کے اعلان کی ہدایت نہیں کی ہے اگر ضرورت ہوتی تو ضرورتاً تاکید فرماتے جیسے کہ مسافر امام کو خصوصی طور پر تاکید فرمائی ہے کہ نمازیوں کو اپنے مسافر ہونے کی اطلاع دے دے چاہے نماز سے پہلے ہو یا بعد میں کہ ”میں مسافر ہوں“ کیونکہ یہاں ضرورت ہے لیکن سجدہ تلاوت میں عام طور پر ایسی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر بلا ضرورت یہ طریقہ جاری رہا تو قوی اندیشہ ہے کہ جس طرح بعض شہروں کا رواج ہے کہ نماز جمعہ کے وقت اعلان کیا جاتا ہے۔ الصلوة سنة قبل الجمعة۔ یا۔ یہ کہا جاتا ہے انصتوا رحمکم الله اور دوسرا اعلان سنت یا فعل حسن سمجھا جاتا ہے اسی طرح سجدہ تلاوت کا یہ اعلان بھی ضروری اور بہت ممکن ہے سنت سمجھا جانے لگے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مباح چیز کو ضروری سمجھنے سے دیگر خرابی کے سواء اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مباح کو مسنون سمجھ لیا جائے اور غیر مسنون کو مسنون سمجھ لینا تحریف دین ہے (ازالة الخفاء مجلس نمبر ۱ فصل نمبر ۵) البتہ اگر مجمع کثیر ہو جیسا کہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے کہ صفیں دور تک ہوتی ہیں۔ کچھ صفیں بالائی منزل میں بھی ہوتی ہیں اور وہاں مغالطہ کا تو احتمال رہتا ہے کہ لوگوں کو سجدہ تلاوت کا پتہ نہ چلے اور سجدہ کے بجائے رکوع کرنے لگیں تو ایسے موقع پر بے شک بموجب ”الضرورات تبیح المحذورات“۔ اعلان کی اجازت دی جاسکتی ہے مگر ہر جگہ کا یہ حکم نہیں ہے۔ ہمارے یہاں اس کی (اعلان کی) ضرورت نہیں میرا اپنا برسوں کا تجربہ ہے لہذا اس کا ترک ضروری اور اس کی پابندی غلط ہے۔

مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدہ تلاوت ایک ہے یا دو؟

(سوال ۲۸۰) ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے۔ مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے آیت پڑھی تو ایک سجدہ تلاوت ہے یا دو سجدے؟

(الجواب) امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا ہے اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ سجدہ کافی ہے۔ اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں ہیں۔ (۱) فقط۔

(۱) اذا تلا الا امام آية لسجدة سجدها وسجد المأموم فان تلا المأموم لم يلزم الا امام ولا المؤتم السجود لا في الصلاة ولا بعد الفراغ منها ، فتاوى عالمگیری سجود التلاوة ج ۱ ص ۱۳۳۔

سورہ ص میں سجدہ تلاوت کی آیت کون سی ہے؟

(سوال ۲۸۱) سورہ ص میں سجدہ تلاوت ”اناب“ پر ہے یا ”حسن مآب“ پر؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) محقق قول کی بنا پر اولیٰ یہ ہے کہ ”حسن مآب“ پر سجدہ تلاوت کیا جائے۔ شامی میں ہے:- وفی ص عند حسن مآب وهو اولیٰ من قول الزیلعی عندو اناب (ج ۱ ص ۱۶۷ باب سجود التلاوة) علم الفقہ میں ہے (۱۰) سورہ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت وخیرا کعاً واناب فغفر ناله، ذلک وان له، عندنا لزلقی وحسن مآب۔ اس آیت میں ”حسن مآب“ کے لفظ پر سجدہ ہے بعض علماء کے نزدیک ”اناب“ کے لفظ پر ہے مگر یہ قول محقق نہیں (درمختار) (علم الفقہ ص ۱۹۵ حصہ دوم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہوں گے:

(سوال ۲۸۲) ترواح میں امام نے پہلی رکعت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کی اتفاقاً دوسری رکعت میں اسی آیت سجدہ کو دہرایا تو پہلا سجدہ کافی ہے یا دوسرا لازم ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) پہلا سجدہ کافی ہو جائے گا، بدائع الصنائع میں ہے: واما اذا كرر التلاوة فی رکعتین ان یکفیه سجدة واحدة وهو قول ابی یوسف الا خیر وفی الا ستحسان یلزمه لكل تلاوة سجدة وهو قول ابی یوسف رحمه الله الاول وهو قول محمد وهذا من المسائل الثلاث التي رجع فیها ابو یوسف رحمه الله عن الاستحسان الى القياس الخ (ص ۱۸۲ فصل سبب وجوب السجدة جلد اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا!:

(سوال ۲۸۳) نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا تین آیت کے بعد کیا تو ادا ہوا؟ یا سجدہ سہو کرنا ہوگا؟ یا نماز واجب الاعادہ ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے۔ اگر تین آیتوں سے زیادہ پڑھنے کے بعد سجدہ کیا گیا تو قضا شمار ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔ علی المذهب المختار، سجدہ سہو نہ کیا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ جو سجدہ تلاوت نماز میں واجب ہوا ہو وہ سلام پھیرنے سے پہلے بلکہ سلام پھیرنے کے بعد جب تک کوئی حرکت منافی نماز نہ کی ہو۔ سجدہ کر لینا چاہئے۔ اس کے بعد بجز توبہ واستغفار کے معافی کی کوئی صورت نہیں۔

درمختار میں ہے۔ فعلى الفور لصيرورتها جزءاً منها ويأثم بتأخيرها ويقضيها ما دام فى حرمة الصلوة ولو بعد السلام. وفى الشامى (قوله فعلى الفور) اى فان كانت صلوة فعلية فعلى الفور ثم تفسير الفور عدم طویل المدة بين التلاوة والسجدة بقراءة اكثر من آيتين او ثلاث على ما سيأتى عليه۔

(قوله و یا ثم بتاخيرها) لانها رجبت بما هو عن افعال الصلوة وهو القراءة وصارت من اجزائها فوجب اداؤها مضيقاً كما في البدائع ولذا كانت المختار وجوب سجود السهو لو تذكرها بعد محلها كما قد مناه في بابه عند قوله لترك واجب صارت كما لو اخرجت السجدة الصلية عن محلها فانها تكون قضاء ومثله ما لو اخرج القراءة الى الاخرين على القول بوجوبها في الاولين وهو المعتمد. اما على القول بعدمه فيهما فهي اداء في الاخرين كما حققناه في واجبات الصلوة فانهم (درمختار مع الشامي ج ۱ ص ۳۳ باب سجود السهو) (وهكذا في المراقى الفلاح وحاشية الطحطاوى ص ۲۶۷)

وفي عالمگیری: وفي الغياثية واداءها ليس على الفور حتى لو اداها في اي وقت كان مودياً قاضياً كذا في التاتارخانية هذا في غير الصلوات اما الصلواتية اذا اخرجها حتى طالت القراءة تصير قضاءً و یا ثم هكذا في البحر الرائق ج ۱ ص ۸۶، ۸۷ الباب العاشر في سجود التلاوة) وفي موضع اخر: وفي الولو الخية المصلى اذا تلا آية السجدة ونسى ان يسجد لها ثم ذكرها وسجد ووجب عليه سجود السهو لانه تارك للوصل وهو واجب وقيل لا سهو عليه والاول الاصح كذا في التاتارخانية (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ الباب الثاني عشر في سجود السهو) مالا بد منه میں ہے:۔ سجدہ تلاوت کہ در نماز واجب شدہ بعد نماز قضا نہ شود ص ۱۷ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع اور سجدے میں سجدہ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے :

(سوال ۲۸۴) حافظ صاحب نے تراویح میں سورہ اعراف کی آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدہ تلاوت نہیں کیا۔ نماز کے بعد دریافت کرنے پر حافظ صاحب نے کہا کہ رکوع میں یا سجدہ میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ سجدہ ادا ہو جائے گا۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز میں سجدہ تلاوت ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کا رکوع کرے (جیسا کہ صورت مسئلہ میں ہوا ہے) یا دو تین چھوٹی آیتیں پڑھ کر نماز کا رکوع کرے اور اس میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ میں سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا خواہ سجدہ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، لیکن اگر امام نے رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کی اور مقتدیوں نے نہیں کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا۔ لہذا ایسی صورت میں امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کرے نماز کے سجدہ میں سب کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ وتؤدی برکوع صلوة اذا كان الركوع على الفور من قراءة آية) او ايتين وكذا الثلاث على الظاهر كما في البحر (ان نواه) ای کون الركوع لسجود التلاوة على الرجوع (وتو وی بسجودها كذلك) ای على الفور (وان لم ينو) بالاجماع ولو نواها في ركوعه ولم ينو المؤتم لم تجزه. (قوله لم تجزه) ای لم تجزئیه الا امام المؤتم ولا تندرج فی سجوده وان نواها المؤتم فيه لانه لما نواها الامام فی ركوعه تعین لها. افاده ح هذا الخ (درمختار مع الشامي ج ۱،

ص ۲۳، ج ۱ ص ۲۴ باب سجود التلاوة)

صورت مذکورہ میں امام کے ساتھ مقتدیوں نے بھی رکوع میں سجدہ تلاوت ادا کرنے کی نیت کی ہوگی تو سب کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ اور اگر مقتدیوں نے نیت نہیں کی ہو اور امام نے کر لی ہو تو مقتدیوں کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا۔ اور اگر امام نے رکوع میں نیت نہیں کی تھی تو نماز کے سجدہ میں کوئی نیت کرے یا نہ کرے سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا۔ (بشرطیکہ تین آیتوں سے کم پڑھا ہو)

مسئلہ سے لوگ واقف نہیں ہوتے اس لئے بہتر یہ ہے کہ سجدہ تلاوت مستقل ادا کیا جائے۔ نماز کے رکوع اور سجدہ میں ادا کر کے لوگوں کو تشویش میں نہ ڈالے۔ مسئلہ پرنسپل کرانا ہو تو نمازیوں کو پہلے سے مسئلہ سمجھا دے پھر عمل کرے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہو کر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے:

(سوال ۲۸۵) کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد قصد سورۃ علق۔ (اقرأ باسم ربک) تلاوت کی تکبیر کہہ کر فوراً رکوع کیا، اور مدعی ہیں کہ میرا یہ فعل عین سنت کے مطابق ہے، تو سوال یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ اور طرز عمل حدیث و سنت کے مطابق ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط بینوا تو جروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ سجدہ تلاوت کے بعد بلا کچھ پڑھے رکوع کر لینا سنت کے مطابق ہے تو اس کی دلیل پیش کرنا ان کے ذمہ ہے محض دعویٰ کافی نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک دو تین آیتیں پڑھے بغیر رکوع کر لینا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔ ولو كانت تختم السورة فلا فضل ان یرکع بها ولو سجدوا لم یرکع فلا بد ان یرقء شیئاً من السورة الاخری بعد ما رفع راسه من السجود ولو رفع ولم یرقء شیئاً جاز (عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۳ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة)

وحاصله علی ما ذکره الفقهاء كما فی البدائع ملخصاً ان المتلوة خارج الصلوة تو دی علی نعت سجدة الصلوة والمتلوة فی الصلوة الا فضل ان یسجد لها ثم اذا سجد وقام یرکع له ان یرکع كما رفع سواء کان آية السجدة فی وسط السورة از عند ختمها وبقي بعدها الى الختم قدر آيتين او ثلاث فینبغی ان یرقء ثم یرکع فینتظر ان كانت الآية فی الوسط فانه ینبغی ان یختمها ثم یرکع وان كانت عند الختم فینبغی ان یرقء آیات من سورة اخرى ثم یرکع (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۳ باب سجود التلاوة) فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

سجدہ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم:

(سوال ۱۲۸۱) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) امام نے سورہ الم سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا پھر اسی جگہ نماز فجر میں اسی سورت کو پڑھا تو اس کے ذمہ سجدہ تلاوت ہے یا پہلے کیا ہوا سجدہ کافی ہے کہ جگہ بدلی نہیں ہے۔

(۲) خارج صلوٰۃ آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ تلاوت نہ کیا، نماز میں اسی آیت کو پڑھا اور نماز میں سجدہ تلاوت کر لیا تو یہ ایک سجدہ کافی ہے۔ یا خارج صلوٰۃ جو ایک آیت سجدہ تلاوت کی تھی اس کے لئے دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا؟

(۳) نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ تلاوت کر لیا۔ پھر نماز کے بعد اسی جگہ وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو دوسرا سجدہ لازم ہوگا یا نہیں؟ امید ہے کہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گی۔ بینواتو جروا۔

(الجواب) (۱) صورت مذکورہ میں دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ امام اور اس کے ساتھ مقتدیوں کو سجدہ ثلاث کرنا ضروری ہوگا۔ اذا كرر اية السجدة في مكان متحد كفته واحدة الا في مسئلة اذا قرأها خارج الصلوة وسجد لها ثم اعادها في مكانه في الصلوة فانه تلزمه اخرى. یعنی ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ مکرر پڑھے تو ایک سجدہ کافی ہے مگر اس مسئلہ میں کہ نماز کے باہر سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی پھر اسی جگہ نماز پڑھی اور وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو اس کو دوسرا سجدہ لازم ہوگا (الاشباہ والنظائر ص ۱۹۱ الفن الثانی) مراقی الفلاح میں ہے (ولو تلا اية خارج الصلوة فسجد) لها (ثم) دخل في الصلوة و (اعاد) تلاوتها (فيها) اي في الصلوة في مجلسه (سجد) سجدة (اخرى) لعدم تبعيتها للخارجية لقوة الصلوة الخ (مراقی الفلاح مع حاشیة طحطاوی ص ۲۸۶ باب سجود التلاوت) (مالا بد منه ص ۷۱)

(۲) نماز میں جو سجدہ کیا وہ کافی ہے۔ دوسرا لازم نہیں (وان لم يسجد اولاً) حين تلا او سمع خارج الصلوة (كفته) سجدة (واحدة) وهي الصلوة عن التلاوتين لقوتها في ظاهر الرواية (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ايضاً) (مالا بد منه ص ۷۱) مگر سجدہ کر لینے میں احتیاط ہے۔ چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله في ظاهر الرواية) وفي رواية النوادر يسجد للاول اذا فرغ من الصلوة لان السابق لا يكون تبعاً لاحق ولان المكان قد تبدل بالاشتغال بالصلوة فصار كما لو تبدل بعمل اخر. وجه الظاهر. ان الدخول في الصلوة فصار كما لو تبدل بعمل اخر. وجه الظاهر. ان الدخول في الصلوة عمل قليل وبمثله لا يختلف المجلس كذا في الشرح (ص ۲۸۶ ايضاً)

(۳) ظاہر روایت یہ ہے کہ دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ و کذا لو سجد في الصلوة ثم اعادها بعد سلامه يسجد اخرى في ظاهر الرواية لعدم بقاء الصلوة حكماً (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۸۶ ايضاً) فقط والله اعلم بالصواب.

سورہ ص میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۸۶) ہمارے یہاں گذشتہ کل تراویح میں سورہ ص میں اناب پر سجدہ تلاوت ہوا۔ ایک بڑی عمر کے حافظ صاحب کہہ رہے کہ سجدہ ”مآب“ پر کرنا چاہئے لہذا اس رکوع کا اعادہ کرو، اور دوبارہ سجدہ کرو۔ ورنہ ایک سجدہ رہ جائے گا۔ آپ تحریر فرمائیں کہ کیا اعادہ ضروری ہے؟ بینواتو جروا۔

(الجواب) بہتر یہ ہے کہ سورہ ص میں سجدہ تلاوت ”حسن مآب“ پر کیا جائے، ”اناب“ پر سجدہ کرنا خلاف احتیاط ہے۔ شامی میں ہے وفي ص عند و حسن مآب وهو اولی من قول الزيلعي عند و اناب (شامی ج ۱ ص

۱۶ باب سجود التلاوة) صورت مسئلہ میں اناب پر سجدہ کیا گیا ہے یہ خلاف احتیاط ہوا۔ لیکن اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ۔

دو رکعت پوری کر کے دوسری نماز میں وہی سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی

جو پہلی دو رکعت میں پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۸۷) تراویح میں امام نے دو رکعت کی نیت باندھی پہلی یا دوسری رکعت میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا اور دو رکعت پوری کی، پھر دوسری دو رکعت کی نیت باندھی اور سہوا وہی سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی۔ لیکن سجدہ نہیں کیا نماز کے بعد ایک مقتدی کے استفتاء پر امام صاحب نے فرمایا کہ پہلی نماز کا سجدہ تلاوت دوسری نماز کے لئے کافی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا فرمان صحیح ہے یا دوسری نماز میں مستقل سجدہ کرنا ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) اس صورت میں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر دوسری نماز شروع کرنے سے حکماً مجلس بدل جاتی ہے۔ ولان المكان قد تبدل بالا شتغال بالصلوة فصار كما لو تبدل بعمل اخر (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) نیز مراقی الفلاح میں ہے و کذا لو سجد فی الصلوة ثم اعادها بعد سلامه یسجد اخری فی ظاہر الروایة لعدم بقاء الصلوة حکماً، یعنی نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کیا۔ پھر وہی آیت سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ پڑھی تو ظاہری روایت کے مطابق دوسرا سجدہ کرے نماز میں جو سجدہ کیا تھا وہ حکماً بھی باقی نہ رہا (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ۔

سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا :

(سوال ۲۸۸) سجدہ تلاوت آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے واجب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) واجب ہوگا اس لئے کہ ترجمہ اسی آیت کا مفہوم ہے نور الایضاح میں ہے۔ ویجب علی من تلا آية ولو بالفارسیة (قوله ولو بالفارسیة) اتفاقاً فهم اولم يفهم لكونها قرأنا من وجه (باب سجود التلاوة مراقی الفلاح ص ۹۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جاسکتا ہے :

(سوال ۲۸۹) ایک حافظ صاحب آج سے پندرہ بیس سال قبل بمبئی آتے جاتے گاڑی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے تھے مگر تقریباً ایک سو کے قریب قریب سجدہ تلاوت ذمہ میں باقی رہ گئے ہیں، اب وہ حافظ صاحب بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے، اسنے سجدے کرنا ان کے بس کی بات نہیں تو اب وہ حافظ صاحب کیا کریں بطور فدیہ گیہوں دے دیں تو کیا ذمہ داری ختم ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) ریل گاڑی میں سجدہ کی آیت پڑھی گئی مگر سجدہ کا موقعہ نہیں تھا، اس لئے بہت سے سجدہ تلاوت رہ گئے اپنے مقام پر پہنچ کر کر لینا ضروری تھا تاخیر کے لئے توبہ استغفار ضروری ہے اور اب جب کہ سجدہ کرنے سے معذوری ہے تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتے ہیں۔ یعنی جتنا جھک سکنے کی طاقت ہو اتنا جھک کر سجدہ ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح اشارہ سے سجدہ تلاوت ادا کر لئے جائیں تو ادا ہو جائیں گے، اس کے بجائے فدیہ دینا کافی نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ تلاوت:

(سوال ۲۹۰) امام نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کیا تو مقتدی کرے یا نہیں؟
(الجواب) صورت مسئلہ میں مقتدی بھی امام کی اتباع میں سجدہ نہ کرے۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔

آیت سجدہ سے قبل سجدہ:

(سوال ۲۹۱) حافظ صاحب نے سجدہ والی آیت پڑھنے سے قبل ہی سجدہ کر دیا تو کیا نماز میں خلل واقع ہوگا؟
(الجواب) جی ہاں خلل واقع ہوگا اور اس کی تلافی سجدہ سہو کرنے سے ہو جائے گی ویسب سجدتان بتشهد وتسليم لترک واجب بتقدیم او تأخیر او زیادة او نقص (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مختصراً ص ۲۵۰ باب سجود التلاوة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدہ تلاوت کر لیا (۲) آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدہ تلاوت نہیں کیا:

(سوال ۲۹۲) تراویح کی نماز میں امام صاحب نے سورہ معلق پڑھی اور آیت سجدہ باقی رکھ کر سجدہ تلاوت کر لیا اور حسب قاعدہ نماز ختم کر دی تو یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ان دونوں رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا یا نہیں؟
(ب) دوسری دو رکعتوں میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، اس کا کیا حکم ہے؟
(الجواب) حامد اومصلیٰ و مسلماً! جب کہ آیت سجدہ پڑھی نہیں گئی تو سجدہ بھی واجب نہیں ہوا اس لئے جو سجدہ کیا گیا وہ فضول اور بے موقع ہوا ہے، لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور ان دو رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا۔ و اگر در نماز سجدہ کند ادا نہ باشد لیکن نماز باطل نہ شود (مالا بدمنہ ص ۷۱)

(ب) دوسرے دو گانہ میں سجدہ تلاوت واجب ہوا ہے اور نماز ہی کے اندر اس کا ادا کرنا ضروری تھا مگر نماز میں ادا کرنے سے رہ گیا اس لئے ساقط ہو گیا خارج نماز میں قضا نہیں کیا جاسکتا، اگر قصد ترک کیا جائے تو آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے و اذا اتلاھا فی الصلوة سجدها فیھا لا خارجھا لما مرو فی البدائع و اذا لم یسجد اثم فلتزمہ التوبۃ (درمختار) (قوله و اذا لم یسجد اثم) افادانه لا یقضیہا قال فی شرح المنیۃ و کل

(۱) لان الامام لو لم یسجد لا یسجد المأموم وان سمعها لانه ان سجدها فی الصلوة وحده صار مخالفاً امامه، باب سجود التلاوة ج ۱ ص ۱۲۳۔

سجدة وجبت فی الصلوة ولم تؤد فیها سقطت ای لم یبق السجود لها مشروعاً لفوات محله
 اه (شامی ج ۱ ص ۲۲ باب سجود التلاوة)

اگر صورت مذکورہ میں امام نے سجدہ کی آیت کے بعد دو یا تین آیتوں سے زائد نہیں پڑھا تھا اور رکوع کر لیا
 تھا اور اس میں امام اور مقتدیوں نے سجدہ ثلاث ادا کرنے کی نیت بھی کر لی ہو تو سب کا سجدہ ادا ہو گیا اگر امام نے رکوع
 میں سجدہ کرنے کی نیت نہیں کی تو پھر سجدہ میں بلا نیت بھی سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر تین آیتوں سے زائد
 پڑھنے کے بعد رکوع کیا ہے تو سجدہ تلاوت ادا نہیں ہو لہذا اس خطا کی خدا سے معافی چاہیے (قولہ نعم لو رکع
 وسجد لها) للصلوة فوراً ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلا نية تبہ السجود امامہ
 (شامی ج ۱ ص ۲۳ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

ایک ہی مجلس میں استاذ کے مختلف طلبہ سے ایک آیت سجدہ

سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا:

(سوال ۲۹۳) ایک مدرس طلبہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے جماعت بندی کی وجہ سے پوری جماعت اپنے استاذ کو
 ایک ہی سبق سناتی ہے سبق میں بعض مرتبہ سجدہ تلاوت کی آیت بھی ہوتی ہے ہر طالب علم اپنی اپنی باری پر وہ آیت
 پڑھتا ہے اور استاذ اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور سب کا سبق سنتا ہے۔ مذکورہ صورت میں استاذ پر اور اسی طرح جماعت میں
 جو نابالغ بچے ہیں ان پر ایک سجدہ واجب ہوگا یا جتنی مرتبہ آیت پڑھی گئی ہے اتنے سجدے واجب ہوں گے؟ بینو تو جروا۔
 (الجواب) صورت مسئلہ میں استاذ کے لئے اور نابالغ طلبہ کے لئے ایک سجدہ کافی ہوگا، شامی میں ہے۔ و اشار الی
 انه متى اتحد الایة والمجلس لا يتكرر الوجوب وان اجتمعت التلاوة والسماع ولو من جماعة
 (شامی ج ۱ ص ۲۲ تحت قولہ بشرط اتحاد الایة والمجلس باب سجود التلاوة، فتاویٰ
 رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۸) فقط و الله اعلم بالصواب.

باب قضاء الفوائت

کیا آنحضور ﷺ کی نماز کبھی قضا ہوئی تھی :

(سوال ۲۹۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم نے وعظ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی آنکھ مبارک نہ کھلی جس کی وجہ سے آپ کی نماز قضا ہو گئی اور جب سورج کی کرنیں نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر پڑیں تو بیدار ہوئے اور قضا نماز ادا فرمائی، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ ہماری دانست میں حضور ﷺ سے ایسے چوک نہیں ہو سکتی، اگر واقعہ صحیح ہے تو حوالہ دے کر اس کی وجوہات مفصل ارقام فرمائیں، اس کی وجہ سے ہمارے یہاں نزاع ہو رہا ہے۔
بیوا تو جروا۔

(الجواب) وبالله التوفیق :- بے شک ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ آنحضور ﷺ کی نماز آنکھ نہ کھلنے کی وجہ سے قضا ہو گئی، آپ ﷺ بشر اور مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں اور نیند نہ آتا صرف خدا کی ہی صفت ہے لا تاخذہ سنة ولا نوم یعنی نہ تو اس کو (خدا کو) اونگھ دیا سکے نہ نیند (سورہ بقرہ ۱۱۰)

مذکورہ واقعہ سے شان نبوت پر ذرہ برابر حرف نہیں آتا، حضور ﷺ نے معاذ اللہ سستی، غفلت یا بے پرواہی نہیں کی تھی، واقعہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ سفر میں تھے، آخر رات میں ایک منزل پر قیام فرمایا بہت ٹھکے ہوئے تھے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہم کو بیدار کرنے کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں لیتا ہوں، حضرت بلالؓ کو نماز کے وقت بیدار کرنے کا ذمہ دار بنا کر تھوڑی دیر آرام کی غرض سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم لیٹ گئے، باوجود اس کے کہ حضرت بلالؓ نے بیدار رہنے کی امکانی کوشش کی مگر آپ کی بھی آنکھ لگ گئی اور نتیجہ سب کی نماز قضا ہو گئی، اس واقعہ میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں قضا نماز ادا کرنا اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کرنا، چنانچہ آپ ﷺ نے اذان، اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا، یا ایہا الناس ان الله قبض ارواحنا ولو شاء لردھا الینافی حین غیر هذا..... الخ یعنی اے لوگو! اللہ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں اگر وہ چاہتا تو طلوع آفتاب سے پہلے (نماز کے وقت پر) ہماری روحیں لوٹا دیتا اور ہم بیدار ہو جاتے، جب تم میں سے کوئی سو رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو لازم ہے کہ نماز پڑھ لے، جس طرح (ادا نماز) پڑھا کرتا تھا، یہ پوری حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن زید بن اسلم قال عرس رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلةً وکل بلاً لا أن یوقظهم للصلوة فرقد بلال رقدوا..... الخ. (مشکوٰۃ شریف ص ۶۷ قبیل باب المساجد) (۱)

(۱) جب آنحضرت ﷺ غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو راستے میں یہ واقعہ پیش آیا، یہ واقعہ لیلۃ التعریر کے نام سے مشہور ہے مشکوٰۃ ص ۶۷ (ایضاً)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق ہر امر میں خدا کی محتاج ہے، کوئی اس کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے

(سوال ۲۹۵) ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور عصر کی جماعت شروع ہو چکی تو پہلے ظہر کی نماز پڑھے یا عصر کی نماز میں شریک ہو جائے؟ ضروری کیا ہے؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے (۱) تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ظہر کی نماز پڑھے، اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے تو پہلے عصر کی نماز باجماعت ادا کر لے پھر ظہر کی قضا پڑھے، لو خاف فوت الجماعة الحاضرة قبل قضاء الفائتة فان كان صاحب الترتيب قضی وان لم یکن فهل یقضی لیکون الاداء بحسب ما وجب الی قوله . ام یقتدی لا حرار فضيلة الجماعة مع جواز تاخیر القضاء وامکان تلافیه قال الخیر الرملى لم اراه ثم نقل عن الشافعية اختلاف الترجیح فیہ واستظهر الثانی قلت ووجه ظاهر لان الجماعة واجبة عندنا او فی حکم الواجب ولذا یتروک لا جملها سنة الفجر التی قبل عندنا بوجوبها الخ (شامی ج ۱ ص ۶۶۵ باب ادراک الفریضہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا نماز یاد آئے:

(سوال ۲۹۶) ایک شخص جماعت میں شریک ہو گیا پھر اس کو نماز میں یاد آیا اس نے اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے تو اب وہ کیا کرے؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) نماز باجماعت پوری کر کے قضا نماز پڑھے پھر اس نماز کو جو امام کے ساتھ پڑھی ہے لوٹا لے، اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے، ورنہ ضرورت نہیں، مؤطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر انه كان يقول من نسی صلوة من صلوته فلم ی ذکرها الا هو مع الامام فاذا سلم الامام فلیصل صلوته التی نسی ثم لیصل بعدها الصلوة الاخری (ای الی صلاھا مع الامام) قال محمد وبهذا ناخذ الخ (مؤطا امام محمد ص ۱۰۵ باب الرجل یصلی فی ذکر ان علیہ اصلوة فائتة) (فتاویٰ محمدی ص ۸۸) فقط واللہ اعلم۔

(۱) سوال میں مذکورہ صورت میں مریض پر نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں

(۲) زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے؟

(سوال ۲۹۷) دریافت طلب امر یہ ہے کہ مریض لقوہ (فالج) جس میں عام طور پر دماغ زیادہ متاثر ہوتا ہے اطباء اور ڈاکٹر بھی یہی کہتے ہیں کہ اس کا تعلق دماغ کی رگوں اور پٹھوں سے ہوتا ہے اس میں مریض کا احساس اور شعور کافی مجروح ہوتا ہے بالکل احساس اور شعور فنا ہو جاتا ہو ایسا بھی نہیں، بعض مرتبہ بات سمجھ لیتا ہے، دوسرے انسان کو پہچان

(۱) صاحب ترتیب و شخص ہے جس کے ذمہ بلاغ سے اب تک چھ نمازیں قضا نہ ہوں۔ (کفایہ المفتی ص ۳۳۹ ج ۳، امداد الفتاویٰ ص ۵۰۶ ج ۱۔

طرف دھیان جاتا ہے کبھی بالکل نہیں جاتا، نماز پڑھنے میں رکعتوں کا شمار بھی گا ہے یا نہیں رہتا، تو اس شخص پر نماز فرض ہوگی یا نہیں؟ اور زندگی میں فدیہ دینا صحیح ہوگا یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ مدلل تحریر فرمائیں، مفروضہ مسئلہ نہیں پیش آمدہ شکل ہے، بیوقوف جو۔

(الجواب) اگر ایک دن رات سے زیادہ وقت اس طرح گزرے کہ بالکل شعور اور احساس نہ ہو بالفاظ دیگر مسلسل بے ہوشی طاری رہے تو نماز ساقط ہو جائے گی ورنہ ساقط نہ ہوگی وقت ملنے پر نمازیں ادا کر لیا کرے، اس صورت میں اگر قضاء نہ پڑھ سکے تو فدیہ کی وصیت کرے زندگی میں فدیہ دینا صحیح نہیں ہے، اگر اکثر وقت بے ہوشی طاری رہتی ہے اور گا ہے افاقہ ہو جاتا ہو اگر افاقہ کا وقت مقرر ہو مثلاً صبح کے وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے تو اس افاقہ کا اعتبار ہوگا، اس سے قبل اگر بے ہوشی ایک رات دن سے کم ہے تو بے ہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور نمازوں کی قضا لازم ہوگی، اور اگر افاقہ کا وقت مقرر نہ ہو دن میں کسی بھی وقت افاقہ ہو جاتا ہو تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ بے ہوشی متصل اور لگاتار سمجھی جائے گی، اور اگر اکثر وقت ہوش و حواس قائم رہتے ہوں گا ہے بے ہوشی اور بے شعوری طاری ہوتی ہو اور یہ سلسلہ رہتا ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے نماز ساقط نہ ہوگی، اگر رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو اور کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔

درمختار میں ہے (ومن جن او غمی علیہ) ولو بفزع من سبع او آدمی (یوماً وليلة قضی الخمس وان زادت وقت صلوة) سادسة (لا) للخرج ولو افاق فی المدة فان لا فاقته وقت معلوم قضی والا لا (درمختار).

ردالمحتار میں ہے (قوله ان لا فاقه وقت معلوم) مثل ان يخف عنه المرض عند الصبح مثلاً فيفقد قليلاً ثم يعاوده فيغمی عليه تعتبر هذه الا فاقه فيبطل ما قبلها من حكم الاغماء اذا كان اقل من يوم وليلة وان لم يكن لا فاقته وقت معلوم لكنه يفقد بغنة فيتكلم بكلام الا صحاء ثم يغمی عليه فلا عبرة بهذه الا فاقه ح عن البر. (ودالمختار على الدر المختار ج ۱ ص ۱۲۷ باب صلوة المريض) غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے (ومن جن. الى قوله. وقت معلوم قضی والا لا. اور جو شخص مجنون ہو یا بے ہوش ہو اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بے ہوش ہو یا ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں قضا پڑھے اور اگر بڑھ جائے بے ہوشی وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے، بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اس کو افاقہ ہو جاتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت متعین ہو تب قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے، مثلاً دن رات بے ہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بے ہوشی بے کار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑے گی اور اگر وقت ہوش کا معین نہیں یکا یک ہوش میں آ جاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہیں، کذا فی الطحاوی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۳۳۸، ض ۳۳۹ ج ۱۔)

بحر الرائق میں ہے (قوله ومن جن او غمی عليه خمس صلوات قضی ولو اکثر لا) وهذا استحسان والقياس ان لا قضاء عليه اذا استوعب الا غماء وقت صلوة كاملة لتحقيق العجز وجه الاستحسان ان المدة اذا طالت كثرت الفوائت فيخرج في الا داء واذا قصرت قلت فلا حرج والكثير ان يزيد على يوم وليلة لانه يدخل في حد التكرار والجنون كالا غماء على الصحيح اه

(بحر الرائق ص ۱۷ ج ۲ باب صلوة المريض)

بدائع میں ہے:- واما المغمى عليه فان آغمى عليه يوماً وليلة او اقل يجب عليه القضاء لانعدام الحرج وان زاد على يوم وليلة لا قضاء عليه لانه يحرج في القضاء لدخول العبادة في حد التكرار، وكذا المريض اذا جاز عن الايماء اذا فاتته صلوات ثم برأ فان كان اقل من يوم وليلة او يوماً وليلة قضاؤه وان كان اكثر لا قضاء عليه لما قلنا في المغمى عليه الخ. (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۳۶ فصل واما حكم هذه الصلوات الخ) (هدايہ اولین ص ۱۴۲ باب صلوة المريض)

شامی میں ہے:- (تسمہ) فی البحر عن القنیة ولا فدية فی الصلوات حالة الحيوة بخلاف الصوم اه (شامی ص ۱۲ ج ۱ باب صلوة المريض)

علم الفقہ میں ہے: اگر کوئی مریض سر سے اشارہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز اس وقت نہ پڑھے، بعد صحت کے اس کی قضا پڑھ لے پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضا بھی نہیں جیسا کہ قضاء کے بیان میں گذر چکا۔

اگر مریض کو رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو تو اس پر بھی اس وقت کی نماز ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضا پڑھ لے، ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلاتا جاوے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے، یہی حکم ہے اس شخص کا ہے جو زیادہ بڑھاپے کے سبب مخطوط العقل ہو گیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنی غالب رائے پر عمل کرے (نفع المفتی) (علم الفقہ ج ۲ ص ۱۴۰، مریض اور معذور کی نماز)۔ بیمار شخص جو پاکی کے اہتمام سے قاصر ہو اس سے متعلق ایک فتویٰ ”فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۱۵، ج ۶ ص ۴۱۶۔ پر ہے اسے بھی ضرور ملاحظہ فرمالیں (جدید ترتیب کے مطابق باب صلوة مریض اور مریضہ کی نماز بہ الت نجاست کے عنوان سے، دیکھیں ص ۱۵۹ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بلا عذر نماز قضا کرنا:

(سوال ۲۹۸) ایک شخص نمازی تو ہے مگر وقت کی پابندی نہیں کرتا، کیا پھر بھی وہ فاسق و گنہگار ہے؟ (الجواب) شریعت میں نماز کی بہت ہی تاکید ہے مقررہ وقت پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے، باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ان الصلوة كانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً۔

ترجمہ:- بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں (نساء) لہذا بلا عذر شرعی نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔

حضرات صحابہ میں سے بعض بیٹے حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت ابوداؤدؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ تو تارک نماز کو کافر ہی مانتے ہیں۔

اختلف العلماء فی کفر تارکھا عمد اذھب جماعة من الصحابة و من بعدهم الی الکفر

اما الصحابة فمنهم عمرو وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عباس ومعاذ بن جبل وجابر بن عبد الله وابو الدرداء وابو هريرة وعبد الرحمن بن عوف (مجالس الا برار، مجلس ۵۱/۳۲۱)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے نماز پڑھی اتنی کہ اس کا وقت گزر گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں کئی حقہ عذاب کیا جاوے گا اور حقہ اسی برس کا ہوتا ہے روى انه عليه السلام قال من ترك الصلوة حتى مضى وقتها ثم قضى عذب في النار حقبا والحقب ثمانون سنة. ايضاً ص ۳۲۰

اسی لئے فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت ولادت حاملہ عورت کے بچے کا سر نکل چکا ہو اور اس وقت نماز کا وقت تنگ ہونے لگے تو ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں وضو نہ کر سکتی ہو تو تیمم کر کے بچے کی حفاظت کے ساتھ نماز پڑھے، نماز قضا کرنے کی اجازت نہیں۔

اور ایسے ہی جو سمندر کے اندر تختے پر ہوتے بھی نماز معاف نہیں، اعضا وضو کو پانی سے تر کر کے اشارہ سے نماز پڑھ لے، نماز قضا کرنے کی اجازت نہیں۔

ایسے ہی جس کے دونوں ہاتھ پاؤں سن ہو چکے ہوں اور اس کے پاس کوئی ایسا آدمی نہ ہو جو وضو یا تیمم کروائے تو اپنا منہ اور ہاتھ کہینوں تک تیمم کی نیت سے دیوار پر مل لے اور نماز پڑھے، قضا کرنے کی اجازت نہیں، ذکر فی الذخيرة ان امرأة اذا خرج رأس ولدها وخافت وقت الصلوة تتوضأ ان قدرت والا تتيمم (الی قوله) وكذا من وقع في البحر على لوح وخاف خروج وقت الصلوة يدخل اعضا الوضوء في الماء بنية الوضوء ثم يصلي بالایماء ولا يترك الصلوة وكذا من شلت يدها وليس معه احد يوضيه او يتممه يمسح وجهه وذراعيه على الحائط بنية التيمم ويصلي ولا يجوز له ترك الصلوة ولا تاخيرها عن وقتها (ايضاً ص ۳۲۰) بعض فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو جانتا ہے کہ جب وہ حج کے لئے جاوے گا تو اس کی ایک نماز فوت ہوگی تو اس کو حج کے لئے جانا حرام ہے مرد ہو یا عورت، اس واسطے کہ جس کی ایک نماز قضا ہوتی ہے تو اس کا عوض ستر حج سے کم میں نہیں ہوتا۔

ومن علم انه اذا خرج الى الحج تفوته صلوة واحدة يحرم عليه الحج رجلاً كان او امرأة لان من يترك صلوة واحدة لا يكفرها اقل من سبعين حجة (مجالس الا برار، مجلس ۲۰ ص ۱۵۳ و ۱۵۴)

اس سے نماز کو بروقت پڑھنے کی اہمیت معلوم ہو سکتی ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیمار کی نماز کی قضا اور فدیہ:

(سوال ۲۹۹) بیمار آدمی کی نماز قضا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) بیمار شخص جب کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھے بیٹھے رکوع وسجدہ سمیت نماز پڑھے، اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے اشارے سے نماز پڑھے، اگر بیٹھے بیٹھے بھی نماز ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو چپٹ لیٹ کر گھٹنے کھڑے رکھے یا کروٹ پر لیٹ کر سر کے نیچے تکیہ رکھ دے پھر سر کے اشارے سے رکوع

وجہ کر کے نماز پڑھے، اگر سر کے اشارے سے رکوع، سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔ اذا تعذر علی المريض کل القيام صلی قاعداً برکوع وسجود وان تعذر الركوع والسجود صلی قاعداً بالایماء وان تعسر القعود او ما مستلقياً علی جنبه والاولیٰ ویجعل تحت راسه وسادة لیصیر وجهه الی القبلة لا السماء وینبغی نصب رکبته ان قدر حتی لا یمد هما الی القبلة وان تعذر الا یماء اخرت عنه مادام يفهم الخطاب. (نور الايضاح ملخصاً ص ۱۰۴ باب صلوٰۃ المريض و ص ۱۰۵)

پھر پانچ نماز تک یہی حالت رہی اور اچھا ہو جاوے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر اسی حالت میں انتقال ہو جاوے تو قضا ضروری نہیں اور فدیہ کی وصیت بھی واجب نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وان مات من ذلک المرض لا شئی علیہ ولا یلزمه فدیة، کذا فی المحيط (ج ۱ ص ۱۳۷ الباب الرابع عشر فی صلاة المريض)

اگر پانچ نماز سے زیادہ یہی حالت رہے تو قضا نہیں ہے، معاف ہے، اسی طرح اگر پانچ نماز کے وقت سے زائد مجنون یا بے ہوش رہے تب بھی ان اوقات کی نمازوں کی قضا اور فدیہ نہیں وہ معاف ہیں ومن جن او اغمی علیہ خمس صلوات قضی ولو اکثر لا. (نور الايضاح ص ۱۰۵ و ص ۱۰۶ باب صلوٰۃ المريض) فقط و الله اعلم بالصواب.

نوافل و سنن

ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں کتنی رکعت سنت ادا کرنا چاہئے :

(سوال ۳۰۱) ظہر سے قبل کی چار رکعت سنت پڑھنا شروع کی ظہر کی جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں چار رکعت سنت مؤکدہ ادا کرنا ضروری ہے دو رکعت کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ چار رکعت بیک سلام مسنون ہے۔ درمختار میں ہے (وسن مؤکداً) (اربع قبل الظهر) (اربع قبل الجمعة) و (اربع بعدها بتسليمه) فلو بتسليمتم لم تنب عن السنة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۳۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی السنن والنوافل) فقط و الله اعلم بالصواب

ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے :

(سوال ۳۰۱) ایک آدمی نے ظہر کی سنت کے لئے نیت باندھی اس کے بعد جماعت کھڑی ہو گئی تو دو رکعت پر ہی سلام پھیر دیا۔ اب جماعت کے بعد صرف دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا پوری چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ نیز ایسی صورت حال میں دو رکعت پر سلام پھیر دینا بہتر ہے یا چار رکعت پوری کر لینا چاہئے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں بعد میں چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے۔ دو رکعت کافی نہیں۔ اور مذکورہ صورت میں دو رکعت پر سلام پھیرنے کی ضرورت نہ تھی چار رکعت پوری کر لیتے تو اچھا ہوتا اور یہی رائج قول ہے، اگرچہ دو رکعت پر سلام پھیرنا بھی درست ہے۔ درمختار میں ہے (والشارع فی نفل لا یقطع مطلقاً) و یتمة رکعتین (و کذا سنة الظهر) سنة (الجمعة اذا اقيمت او خطب الامام) یتمة اربعاً (علی) القول (الراجح) لا نه صلوة واحدة وليس القطع للاكمال بل للأبطال خلافاً لما رجحه الکمال (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۶۸ باب ادراک الجماعة)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:-

(سوال) متعلق سنن ظہر (۵۲۳)

(الجواب) ظہر کی سنتیں جو فرض شروع ہونے سے پہلے پڑھا تھا اگر درمیان میں فرض شروع ہو جائیں تو سنتیں پوری کر کے سلام پھیرے اور فرض میں شامل ہو جائے لیکن اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض میں شریک ہو جائے اور پھر چاروں رکعتیں فرض کے بعد ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ پہلی صورت بہتر ہے (مولانا مفتی) کفایت اللہ کان اللہ ولیہ۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۷۲)

بہشتی ثمر میں ہے۔ مسئلہ: ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو رائج یہ ہے کہ اس کو پوری کرے۔ (بہشتی ثمر ص ۱۳۴ حصہ اول) فقط واللہ اعلم بالصواب

شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۰۲) بعد سلام مسنون اینکہ ہم نو جوانان نذر بار شبینہ کرنا چاہتے ہیں اس کی ترکیب کیا ہے؟ یعنی قرآن پاک ایک رات میں ختم کیا جائے یا تین راتوں میں؟ اور کتنی رکعتوں میں ختم کیا جائے؟ بیس رکعتوں میں یا اس سے زائد رکعتوں میں؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) اس زمانہ میں شبینہ مروجہ کراہت اور مفاسد سے خالی نہیں ہے ایک خرابی تو یہ ہے کہ نفل یا جماعت میں قرآن پڑھا جاتا ہے حالانکہ نفل باجماعت (اگر دو تین مقتدیوں سے زائد ہوں تو) مکروہ تحریمی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے۔ واما لو اقتدی واحدا واثنا بواحد فلا یکرہ وفي الثلاثة اختلاف وفي الاربعة یکرہ اتفاقاً (مجالس ابرار ص ۱۳۹ مجلس نمبر ۱۹) (ہکذا فی الدر المختار و رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۶ باب الوتر و النوافل مطلب فی کراہیۃ الاقضاء فی النفل علی حیل التداعی الخ و ج ۱ ص ۶۶۳ و ۶۶۴ باب الامامة) (کبیری ص ۳۸۹ فصل فی النوافل)۔

البتہ تراویح میں درست ہے بشرطیکہ قرآن صاف اور صحت کے ساتھ پڑھا جاوے اور شہرت مقصود نہ ہو اور مقتدی سست نہ ہوں (۱) اگر کچھ بیٹھے رہیں اور باتیں کرتے رہیں اور کھانے پینے کے انتظام میں لگے رہیں اور نتیجہ ان کی تراویح بھی فوت ہو جائے تو جائز نہ ہوگا اس زمانے میں ایسے حفاظ کہاں ہیں؟ جو پورا قرآن صاف اور صحت کے ساتھ ایک رات میں ختم کریں یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا لہذا اس قسم کے حفاظ کا تین روز سے کم میں قرآن ختم کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

صلوۃ التسبیح کا طریقہ، اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل !!:

(سوال ۳۰۳) (۱) صلوۃ التسبیح کی کیا فضیلت ہے؟ (۲) الف، اس نماز کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ (۳) اس نماز کا کوئی وقت معین ہے یا نہیں؟ (ج) اس کی تسبیح کس طرح گنی جائیں؟ (د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا کمی ہو جائے تو اس کی قضا کس طرح کی جائے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ مینواتو جروا۔

(الجواب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے یہ نماز اپنے محترم چچا صاحب حضرت عباسؓ کو سکھائی اور فرمایا کہ آپ اس کو پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے، پچھلے، قدیم جدید نئے پرانے، دانستہ نادانستہ، چھوٹے بڑے، خفیہ علانیہ سب گناہ معاف کر دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف) (۲) اس فضیلت کے پیش نظر عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ تو یہ نماز

(۱) ویکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الا امام ان یرکع یقوم وکذا اذا غلبۃ النوم یکرہ ان یصلی مع القوم الخ فتاویٰ عالمگیری، فصل فی التراویح ج ۱ ص ۱۱۹۔

(۲) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن مطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک لا امحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ و آخرہ قدیمہ و جدیدہ خطاء و عمدہ صغیرہ و کبیرہ سرۃ و علانیۃ الخ صلوۃ التسبیح ص ۱۱۷۔

پڑھنی چاہئے۔

(۲) (الف) اس نماز کے پڑھنے کے دو طریقے احادیث سے ثابت ہیں۔ (پہلا طریقہ) چار رکعت کی نیت کی جائے اور الحمد وسورة کے بعد رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر، پڑھیں اور بعض روایت کے موافق ولا حول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم بھی ملا لینا چاہئے۔ پھر رکوع میں رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات دس۔ ۱۰ مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں دس۔ ۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس۔ ۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائیں اور دس مرتبہ پڑھیں۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر ۵۷ تسبیح ہوئیں اسی طرح باقی رکعتوں میں پڑھیں پہلے اور دوسرے قعدہ میں التحيات سے پہلے تسبیح پڑھی جائے اس طرح کلی تسبیحات تین سو ۳۰۰ ہو جائے گی۔

(دوسرا طریقہ) یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء (سبحانک اللہم الخ) پڑھنے کے بعد قراءت سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھے۔ پھر قراءت کے بعد رکوع سے پہلے دس۔ ۱۰ مرتبہ۔ پھر رکوع میں (رکوع کی تسبیح کے بعد) ۱۰ دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر (قومہ) میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں (سجدہ کی تسبیح کے بعد) دس۔ ۱۰ مرتبہ پڑھے اس دوسری ترتیب میں دوسرے سجدہ کے بعد تسبیح پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس طرح ایک رکعت میں پچھتر ۵۷ تسبیح کا عدد پورا ہو جائے گا۔ اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پہلے پندرہ ۱۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر قراءت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ اس طرح چار رکعتیں پوری کرے۔ ان دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ از روئے سند زیادہ قوی ہے۔ مگر دونوں طریقے صحیح اور قابل عمل ہیں جو طریقہ آسان معلوم ہوا اس کو اختیار کیا جائے۔ اور یہ بھی مناسب ہے کہ کبھی اس طریقہ سے اور کبھی اس طریقہ سے پڑھا جائے کیونکہ دونوں صورتیں روایات حدیث اور تعامل سلف سے منقول و ماثور ہیں اور اس صلوٰۃ التبیح میں قراءت فاتحہ کے بعد اختیار ہے کہ جو سورت بھی چاہے پڑھے۔ بعض روایات میں سورۃ اذا زلزلت اور عادیات اور اذا جاء نصر الله اور قل هو الله احد منقول ہے۔ اور بعض روایات میں الهکم التکاثر، سورۃ عصر، سورۃ کافرون، اور سورۃ اخلاص (قل هو الله) وارد ہوا ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۶۳۳) (۱)

(ب) اس نماز کا کوئی وقت معین نہیں ہے۔ اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دن میں کسی وقت پھر رات میں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۳۳) (۲) (فضائل ذکر)

(۱) وہی اربع بتسلیمۃ او تسلمتین بقول فیہا ثلثمائة مرة سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله و الله اكبر وفي رواية ولا حول ولا قوة الا بالله يقول ذلك في كل ركعة خمسة وسبعين مرة فبعد الثناء خمسة عشر ثم بعد القراءة وفي ركوعه والرفع منه وكل من السجدة في الجلسة بينهما عشراً عشر بعد تسبيح الركوع والسجود وهذه الكيفية هي التي رواها الترمذي في جامعه عن عبد الله بن مبارك احد اصحاب أبي حنيفة..... الرواية الثانية ان يقتصر في القيام على خمسة عشر مرة بعد القراءة والعشرة الباقية تأتي بها بعد من الرفع من السجدة الثانية واقتصر عليها في الهاوي القدسي والحلية والبحر وحديث اشهر لكن قال في شرح المنية ان الصفة التي ذكرها ابن مبارك هي التي ذكرها في مختصر البحر وهي موافقة لمذهبنا لعدم الاحتياج فيها الى جلسة الاستراحة اذ هي مكروهة عندنا باب الوتر والنوافل مطلب في صلاة التسيح (۲) يفعلها في كل وقت لا كراهية. باب الوتر والنوافل مطلب في صلاة التسيح

(ج) ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گئے۔ زبان سے گنتے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں رکھ کر گننا جائز ہے مع الکراہت۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر تسبیح پر ایک ایک انگلی کو اس جگہ دباتا رہے (فضائل ذکر، غایۃ الاوطار، شامی) (۱)

(د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا مقررہ عدد سے کم پڑھے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے۔ البتہ اس تسبیح کی قضا رکوع سے اٹھ کر قومہ میں اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں نہ کرے کہ چھوٹا رکن میں ہے۔ ان کے بعد جو رکن ہے اس میں چھوٹی ہوئی تسبیح بھی پڑھ لے۔ مثلاً رکوع میں بھول گیا تو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں قیام کی تسبیح کے ساتھ پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے (۲) (فضائل ذکر، نجات المسلمین، غایۃ الاوطار) غرض کہ تسبیحات کی تعداد (تین سو ۳۰۰) پوری ہونی چاہئے اور قصد از یادہ نہ کرنا چاہئے ورنہ بعض علماء کی قول کے موافق اس نماز کا جو خاص ثواب ہے وہ فوت ہو جاتا ہے اور اگر سہوً بلا قصد زیادہ پڑھی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (نجات المسلمین) اگر صلوٰۃ التسبیح میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدہ سہو میں صلوٰۃ التسبیح کی تسبیح نہ پڑھی جائے اس لئے کہ اس نماز کی کل تسبیحات تین سو ہیں وہ چار رکعتوں میں پوری ہو چکیں (ترمذی، شامی) ہاں اگر اس تعداد میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔ (فضائل ذکر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تسبیح میں کمی ہو گئی تو سجدہ سہو سے تلافی ہوگی یا نہیں :

(سوال ۳۰۴) صلوٰۃ التسبیح پوری پڑھ لینے کی بعد معلوم ہوا کہ تسبیحات تین سو سے کم پڑھی گئی ہیں تو کیا سجدہ سہو کرنے سے تلافی ہو جائے گی؟ اگر اس سے تلافی نہ ہو تو تلافی کی صورت کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) اگر نماز پوری کرنے کے بعد یاد آیا کہ تسبیحات کم پڑھی گئی ہیں تو اس کی وجہ سے اس پر سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ کیونکہ سجدہ سہو ترک واجب پر مرتب ہوتا ہے۔ اور تسبیحات واجب نہیں۔ اس صورت میں یہ نماز مطلقاً نفل ہو گئی۔ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ (نجات المسلمین از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند رحمۃ اللہ علیہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (۳)

تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے :

(سوال ۳۰۵) جس مسجد میں ہم نماز پڑھتے رہتے ہیں اس میں بار بار آمد و رفت میں پنجوقتہ نماز کے وقت اولاً تحیۃ المسجد پڑھ سکتے ہیں؟ نماز (جماعت) ہونے کو تقریباً سات منٹ دیر ہو تو سنن سے قبل اسے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) وفي القنية لا يعد التسبيحات بالاصابع ان قدر ان يحفظ بالقلب والا يغمر الاصابع.
(۲) قال الملا علي في شرح المشكاة مفهومه انه ان سها ونقص عدد امن محل معين ياتي به في محل آخر تكملة للعدد المطلوب اه قلت واستفيد انه ليس له الرجوع الى المحل الذي سها فيه وهو ظاهر وينبغي كما قال بعض الشافعية ياتي بما ترك فيما يليه ان كان غير قصير فتسبيح الاعتدال ياتي به في السجود اما تسبيح الركوع فتاتي به في السجود ايضا لا في الاعتدال لا نه قصير قلت وكذا تسبيح السجدة الاولى ياتي به في الثانية لا في الجلسة لان تطويلها غير مشروع عندنا على ما مر في الواجبات. ايضا.
(۳) حواله بالا.

(الجواب) وقت مکروہ نہ ہو تو پڑھی جاسکتی ہے، جماعت شروع ہونے سے پہلے فراغت ہو سکتی ہے تو پڑھے ورنہ ترک کر دے، مسجد میں بار بار جانے والے کے لئے ایک مرتبہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، ہر مرتبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تحیۃ الوضو پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے :

(سوال ۳۰۶) بعض نمازی مسجد میں آکر پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز تحیۃ الوضوء وغیرہ پڑھتے ہیں تو کیا اولاً بیٹھنا مسنون ہے؟

(الجواب) مسجد کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا شخص بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ اولاً بیٹھ جانا مسنون نہیں ہے بلکہ خلاف سنت ہے (ہاں کسی عذر کی وجہ سے بیٹھنا پڑے تو مضائقہ نہیں) حدیث میں ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس (صحاح ستہ مشکوٰۃ باب المساجد مواضع الصلاة الفصل الاول) ”تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے فقط۔ اللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۳۰۷) مسجد محلہ میں نماز فجر پڑھے اور دوسری مسجد میں قرآن کی تفسیر سننے کے لئے جائے اور وہاں اشراق پڑھے تو اشراق کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ یا جہاں نماز پڑھی ہو وہاں نماز اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد میں سے گھر لرم پانی سے وضو کے لئے جائے اور گھر میں نماز اشراق ادا کرے تو ثواب ملے گا؟ بیوقوف جروا۔

(الجواب) ان دونوں صورتوں میں نماز اشراق کا ثواب ملے گا کہ اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: ای استمر فی مکانہ ومسجدہ الذی صلی فیہ فلا ینافیہ القیام لطواف اولطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل لو رجع الی بیتہ واستمر علی الذکر حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین۔ نئی اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہ کر نماز اشراق پڑھنے والا ثواب کا حق دار ہے چاہے وہیں بیٹھا رہے۔ یا اگر مسجد زام میں ہے تو خانہ کعبہ کا طواف کر لے یا کسی حلقہ درس یا مجلس وعظ میں شریک ہو جائے بلکہ اگر اپنے گھر چلا جائے وراشراق کے وقت تک ذکر (تلاوت یا تسبیح) میں مصروف رہے اور پھر نوافل اشراق پڑھ لے تب بھی اس ثواب کا مستحق ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوۃ الفصل الثانی ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مطبع مدادیہ ملتان (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تہجد باجماعت کا حکم

(سوال ۳۰۸) نماز تہجد باجماعت پڑھے یا تنہا۔ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) نماز تہجد علیحدہ علیحدہ (تنہا تنہا بلاجماعت) ادا کرے باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، اگر کبھی کبھار دو تین آدمی

(۱) ان اصحابنا یکرہونہا فی الاوقات المکروہۃ تقدیماً لعموم الخاطر علی عموم المبیح..... قوله وتکفیه لكل یوم مرقاۃ اذا تکرر دخولہ لعذر۔ شامی، باب الوتر والنوافل مطلب فی تحیۃ المسجد ج ۱ ص ۲۳۵، ۲۳۶۔

(۲) حوالہ آگے بعنوان، نماز اشراق کے لئے یقین مکان شرط ہے؟ کے تحت آ رہا ہے

جو بغیر بلائے اور بلا کسی اہتمام کے جمع ہوں وہ جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، امام کے سوا دو آدمی ہوں تو بالا اتفاق مکروہ نہیں، تین ہوں تو اختلاف ہے، چار ہوں تو بالا اتفاق مکروہ ہے۔

یکرہ ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد (در مختار) (قوله علی سبیل التداعی) هو ان یدعو بعضهم بعضاً کما فی المغرب وفسره الوافی بالکثرة و هو لا زم معناه (قوله اربعة بواحد) اما اقتداء واحد بواحد او اثنين بواحد فلا یکرہ وثلاثة بواحد فی خلاف بحر عن الکافی (باب الوتر والنوافل مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ شامی ج ۱ ص ۶۶۴) اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے:-

(الجواب) جماعت در نماز تہجد بتداعی مکروہ است وبغیر تداعی کہ اتفاقاً یک دو کس یا سہ کس اقتدای متہجد نمایند مکروہ نیست التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر المختار۔ فاضل چلبی در حاشیہ شرح وقایہ می آرد الجماعۃ فی التہجد الذی ہی نافلۃ بدعۃ قطعاً۔ یعنی لوگوں کو بلا کر تہجد کی نماز میں جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اور بلا تداعی یعنی بلا وے کے بغیر ایک دو آدمی یا تین آدمی اتفاقاً تہجد پڑھنے والے کی اقتدا کریں تو مکروہ نہیں فاضل چلبی حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز تہجد باجماعت قطعاً بدعت ہے (مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص ۷۲-۷۳) اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”افسوس ہزار افسوس!! بعضے از بدعتہا کو در سلاسل دیگر اصلاً موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند و نماز تہجد باجماعت میگزارد اطراف و جوانب در آن وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند و جمیعہ تمام ادا می نمایند و اس عمل مکروہ است بکراہت تحریمی، جمعے از فقہاء کہ تداعی شرط کراہت داشتہ اند جواز جماعت نفل را مقید بنا حیہ مسجد ساختہ زیادہ از سہ کس را بالاتفاق مکروہ گفتہ اند۔ یعنی افسوس صد افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام و نشان تک نہیں پایا جاتا وہ اس طریقہ علیہ (مشارح نقشبندیہ) میں نمودار ہو گئی ہیں۔ نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور گرد و نواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں اور بڑی جمعیت سے ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی۔ حضرت فقہاء کی ایک جماعت جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے ان کے نزدیک جواز جماعت کے لئے یہ قید ہے کہ وہ مسجد کے کونے میں ہو تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالا اتفاق مکروہ کہا ہے (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب ۱۳۱ ص ۱۴۴) البتہ بعض علماء کے نزدیک ماہ رمضان کا تہجد اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر علماء محققین ان سے متفق نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:-

(سوال) نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان میں تہجد اور اذان کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جماعت نوافل کی سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمہ ہے فقہ میں لکھا ہے اگر تداعی ہو اور مراد تداعی سے چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے۔ پس جماعت صلوٰۃ کسوف، تراویح، استسقاء کی درست اور باقی سب مکروہ ہے۔ کذا فی کتب الفقہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۴۷)

دوسرا فتویٰ

مسئلہ: بعض قصبات میں رواج ہے کہ رمضان شریف میں بعض حفاظ نماز تہجد میں باہم قرآن شریف سنتے سنتے ہیں اور دو چار آدمی اور بھی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے گھر جا کر جگاتے ہیں اور کسی روز بے اطلاع سب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، سو یہ جماعت درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح و کسوف و استسقاء کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے خواہ خود جمع ہوں خواہ بطلب آویں اور تین میں خلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں۔ کذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (جلد دوم ص ۵۵)

تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہو جائے:

(سوال ۳۰۹) مجھے تہجد کا شوق ہے۔ ایک دن تہجد کی دو رکعت کی نیت کی اسی اثناء میں اذان ہوئی میں نے دو رکعت پوری کی تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اذان بروقت ہوئی ہے اور دو رکعت جو پڑھی گئی ہے وہ صبح صادق کے بعد ادا ہوئی ہے اب سنت فجر پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سوچ میں جماعت کھڑی ہو گئی اور سنت پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہو گیا تو اب کیا کروں سنت فجر کی قضا ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں جب یقین ہے کہ دو رکعت صبح صادق کے بعد ادا کی گئی ہے تو یہ دو رکعت سنت فجر کے قائم مقام ہو گئی یعنی سنت فجر پڑھنے کی ضرورت نہیں (منیہ ص ۹۸ کبیری ص ۳۸۵ شامی ج ۱ ص ۳۸۸) (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں:

(سوال ۳۱۰) نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں؟ حاجی نفل کہاں پڑھے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے مگر حاجی کے لئے بیت اللہ اور مسجد نبوی میں نفل پڑھنا افضل ہے کہ ان کو یہ موقع میسر نہ ہوگا۔ ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں ہے۔ والظاہر ان الکعبۃ والروضۃ الشریفۃ تستثنیان للغرباء لعدم حصو لهما فی مواضع آخر فتغتم الصلوۃ فیہما قیاساً علی ما قالہ امتنا ان الطواف للغرباء افضل من الصلوۃ النافلۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی۔ مسجد میں نوافل پڑھنے کے مقابلہ میں گھر میں نوافل پڑھنا افضل ہے۔ لیکن باہر والوں کے لئے (حاجیوں کے لئے) مکہ مکرمہ اور روضہ شریفہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ اور جگہ ان کو یہ حرم میسر نہیں آ سکتے۔ پس ان غریب الوطنوں کو چاہئے کہ ان مقدس حریموں میں نماز ادا کرنے کو غنیمت سمجھیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین کا ارشاد ہے کہ باہر والوں کے لئے جو مکہ مکرمہ میں پردیسی ہیں۔ خانہ کعبہ کا نفلی طواف نفلی نماز سے افضل ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ طبع ملتان ج ۳ ص ۱۸۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) قوله ولو سنة فجر حتى لو تهجد بر كعتين ثم تبين انها بعد الفجر نأبنا عن السنة باب شروط الصلاة

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ :

(سوال ۳۱۱) عشاء سے پہلے چار رکعت سنت کا ثبوت حدیث سے ہے یا بے اصل ہے؟

(الجواب) نماز عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ مستحب ہے۔۔۔ حدیث وتعالیٰ سلف صالحین سے ثابت ہے بے اصل نہیں ہے۔ ”مظاہر حق“ میں ہے۔ اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جو کوئی نماز عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھے گویا اس نے تہجد پڑھی اس رات، اور جو کوئی بعد عشاء چار رکعت پڑھے گویا اس نے چار رکعت شب قدر میں پڑھی۔ رواہ سعید بن منصور وفی سنة ع ح وبرهان شرح مواہب الرحمن۔ (مظاہر حق ص ۳۸۱ ج ۱)

وندد اربع قبل العشاء لما روی عن عائشة رضی اللہ عنہا انه علیہ السلام کان یصلی قبل العشاء اربعاً ثم یصلی بعدها اربعاً ثم یضطجع (مراقی الفلاح فصل فی بیان النوافل ص ۷۵)
وعن عائشة انه علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یصلی قبل العشاء اربعاً ثم یصلی بعدها اربعاً ثم یضطجع (الاختیار شرح المختار باب التور والنوافل ص ۶۶ ج ۱) واما الاربع قبل العشاء فلیست بسنة لعدم المواظبة فكانت مستحبة الخ (عینی شرح کنز باب التور والنوافل ص ۷۷ ج ۱) وبراویۃ بعد نماز مغرب بست رکعت آمدہ وپیش از عشاء چہار رکعت مستحب است (مالا بدمنہ ص ۶۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز تہجد کا صحیح وقت :

(سوال ۳۱۲) تہجد کی نماز کا صحیح وقت کون سا ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ حضرت اقدس ﷺ نے نماز تہجد ابتدائی شب میں بھی، نصف شب میں بھی اور آخری شب میں بھی پڑھی ہے مگر آخر زندگی میں زیادہ تر آخری شب میں پڑھنا ہوتا تھا۔ رات کا حصہ جتنا بھی مؤخر ہوتا جاتا ہے اتنی ہی رحمتیں اور برکتیں زیادہ ہوتی ہیں اور سدرس آخر (رات کا آخری چھٹا حصہ) تمام حصوں سے زیادہ افضل ہوتا ہے۔

تہجد (لفظاً) ترک ہجو یعنی ترک نوم سے مشتق ہے۔ یعنی سونے کے اوقات! اور عشاء کے بعد تمام اوقات تہجد کے ہی اوقات ہیں! (مکتوبات شیخ الاسلام نمبر ۷ ص ۲۰۲)

فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا :

(سوال ۳۱۳) اگر کسی کے ذمہ فرض نماز چند سال کی ادا کرنا باقی ہو اور وہ شخص فرض نماز ادا نہ کرتا ہو بلکہ نوافل پڑھتا ہو تو اس کو نفل نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) فرائض مانند اصل (جربیاز) کے ہیں اور نوافل مثل شاخوں کے، جس طرح شاخیں بدون اصل (جڑ) کے قائم نہیں رہ سکتیں، نوافل بھی بلا فرائض کے بے سہارا اور بے حقیقت ہیں اور جس طرح شاخوں سے جڑ کو رونق حاصل ہوتی ہے نوافل بھی فرائض کے ساتھ نور علی نور کے درجہ میں ہیں۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔ وما تقرب الی عبدی شئی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی ۱۔

النج (یعنی) اور میرا بندہ میری پسندیدہ چیزوں (عملوں) میں سے کسی بھی چیز (عمل) کے ذریعہ مجھ سے اس قدر قریب نہیں ہوتا جس قدر ان چیزوں کی ادائیگی کے ذریعہ قریب ہوتا ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مجھے محبوب ہو جاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا سول پورا کر دوں اور جو مانگے اسے دے دوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے (آفات و بلیات سے) پناہ دے دوں۔ (بخاری شریف)

اگر فرائض کی کمی ہوگی اور ان میں کچھ قصور ہوگا تو نوافل کے ذریعہ پوری کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے فان انتقص من فريضة شئني قال الرب تبارك وتعالى انظرو اهل لعبدى من تطوع فيكمل بها ما انتقص من الفريضة ثم يكون سائر عمله كذلك (یعنی) اگر کسی بندہ کے فريضة نماز میں کمی ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے دیکھو! میرے بندہ کے پاس نوافل بھی ہیں؟ اگر ہوں گے تو ان کے ذریعہ فرض نمازوں کی کمی پوری کر دی جائیں گی۔ پھر اس کے بعد باقی اعمال روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا بھی اسی طریقہ پر حساب ہوگا یعنی فرضوں کی کمی اور خالی نفل چیزوں سے پوری کی جائے گی (مشکوٰۃ) بہر حال سب سے زیادہ حق تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی بندہ کو فرائض کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، نوافل دوسرے درجہ میں ہیں اور فرائض کے ساتھ مفید ہوں گے، بلا فرائض کے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:-

نوافل را در حسب فرائض پنج اعتبار نیست ادائے فرضیہ از فرائض در وقت از اوقات بہ از ادائے نوافل ہزار سالہ است اگرچہ بنیت خالص ادا شود، ہر تفلکہ باشد از صلوٰۃ و صوم و فکر و ذکر و امثال لہ نہا لہ یعنی:- وہ عمل جس سے بارگاہ الہی میں قرب حاصل ہوتا ہے فرض ہیں یا نفل، فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگرچہ وہ ہزار سالہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں خواہ نوافل از قسم روزہ و ذکر و فکر وغیرہ ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ تمام شب جاگے اور صبح کی نماز باجماعت چھوٹ جائے اس سے بہتر ہے کہ تمام شب سوئے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرے۔

زکوٰۃ کی نیت سے ایک دانگ (۶ رتی) کا دینا بہتر ہے اس سونے کے پہاڑ سے جو بطریق صدقہ نافلہ دیا گیا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۳۶) حضرت امام ربانی مزید فرماتے ہیں:-

در ادائے فرض اہتمام تمام باید نمودہ و در حل و حرمت احتیاط باید فرمودہ، و عبادات نافلہ در حسب عبادات فرائض کما لمطروح فی الطريق اند و از اعتبار ساقط اند اکثر مردم این وقت در ترویج نوافل اند و در تخریب فرائض و رایتان نوافل عبادات اہتمام در اند و فرائض را خوار و بے اعتبار شمرند لہذا یعنی خاص کر ادائے فرض اور حل و حرمت میں بڑی احتیاط بجالانی چاہئے اور عبادات فرائض کے مقابلہ میں عبادات نوافل ایسے ہیں جیسے راستے کی گری پڑی چیز جس کی کوئی عظمت نہیں ہوتی (مگر) اس زمانہ میں اکثر لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خوار اور بے اعتبار جانتے

ہیں۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۱۵۴)

لہذا جس کے ذمہ فرض نمازوں کی قضا ہے ان کو لازم ہے کہ اس کی ادائیگی کی فکر کریں اور نفلوں کے بجائے قضا نمازیں پڑھ لیا کریں کہ قیامت میں فرضوں کے بارے میں سوال ہوگا ہاں فرضوں کی کامل مکمل ادائیگی کرتے ہوئے جس قدر بھی نوافل ادا کئے جائیں بہتر ہوگا، جو لوگ فرض کے ساتھ نوافل پڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں نزدیک ہو جاتے ہیں اور ان کی طبائع و اعضاء و جوارح ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ نیکیوں سے مانوس ہو جاتے ہیں اور گناہ کے کام چھوٹے چلے جاتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے نامہ اعمال میں فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی ذخیرہ ہے۔ جس طرح نوافل بلا فرائض مقبول نہیں اسی طرح فرائض میں سے بعض کا ادا کر لینا کافی نہیں ہے تا وقتیکہ سب ہی کو ادا کرے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:-

اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن جاء بثلاث لم يغنین عنه شیئاً حتی یأتی بہن جمیعاً الصلوۃ والزکوۃ وصیام رمضان وحج البیت۔ یعنی چار چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض قرار دیا ہے جو شخص ان چار میں سے تین ادا کرے وہ اس کے لئے کچھ مفید نہیں ہو سکتیں تا وقتیکہ سب نہ کرے نماز اور زکوۃ اور صوم رمضان اور حج بیت اللہ (مسند احمد) یہ اس لئے کہ جس مسلمان پر حق تعالیٰ نے جتنی چیزیں فرض کی ہیں ان فرضوں پر اسلام کا قصر (محل) قائم ہے۔ ان فرضوں میں سے ایک بھی چھوڑ دینے سے دین کا محل خطرے میں پڑ جاتا ہے جس طرح محل کے بعض ستون گر جانے سے دوسرے ستون بھی متزلزل ہو جاتے ہیں اس لئے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا من لم یزک فلا صلوۃ لہ یعنی جو شخص زکوۃ ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے :

(سوال ۳۱۴) مسجد محلہ صبح کی نماز پڑھے اور تفسیر قرآن کی سماءت کی غرض سے دوسری مسجد میں جائے اور وہاں نماز اشراق پڑے تو نماز اشراق کا اجر و ثواب ملے گا یا نہیں؟ کیا فرض نماز پڑھ کر اسی جگہ پر اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد سے مکان پر استنجا کے لئے یا گرم پانی سے وضو کرنے کے لئے جائے اور مکان ہی میں اشراق ادا کرے تو اجر و ثواب کا حق دار ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز اشراق کی پوری فضیلت اور مکمل ثواب کا وہ شخص مستحق ہے جو نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کرے یا بعد معذوری گھر میں پڑھے اور اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر الہی میں مشغول رہے پھر وقت مکروہ نکل جانے کے بعد دو رکعت یا چار رکعت صلوۃ الضحیٰ ادا کرے۔ اور وہ شخص جو تفسیر قرآن سننے کے لئے دوسری مسجد میں جائے اور وقت ہونے پر اشراق کی نماز پڑھ لے وہ بھی اشراق کی فضیلت پائے گا مگر نسبت کم۔ اسی طرح وہ شخص بھی جو طبعی عذر (استنجا یا وضو کی ضرورت) کی وجہ سے گھر جانے پر مجبور ہوا ہے اور حاجت سے فراغت پا کر دنیوی کام میں مشغول ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے وہ بھی اشراق کے ثواب سے محروم نہ ہوگا۔ اور اس آمد و رفت کو مسجد میں ٹھہرے رہنے کا درجہ دیا جائے گا۔ اور جس طرح معتکف کے لئے طبعی حاجت کی بناء پر خروج مسجد منافی اعتکاف نہیں ہے اس کے لئے بھی منافی نہ ہونا

چاہئے۔

(قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله
ای استمر فی مکانہ ومسجدہ الذی صلی فیہ فلا ینا فیہ القیام لطواف او لطلب علم او مجلس
وعظ فی المسجد بل وكذا لو رجع الى بيته واستمر على الذكر (حتى تطلع الشمس ثم صلی
رکعتین) (مرقاۃ باب الذکر بعد الصلوۃ مطبوعہ ملتانی ص ۳۶۵ ج ۲)

(قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قعد) ای استمر (فی مصلاہ) من المسجد
البيت مشغلاً بالذكر او الفكر او مفید العلم او مستفیذاً او طائفاً بالبيت (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۰۳
باب صلوۃ الضحی الفصل الثانی ملتانی)

مخفی نہماند کہ قعود در جائے نماز شرط کردای اگر بر خیزد و بجائے دیگر بنشیند ایں ثواب بر آن مرتب نگردد چنانچہ
ظاہر فتوای کلام است۔ اما اگر برخاستن و در جائے دیگر نشستن برائے دفع ریادہ فقط حضور بود از باب تکمیل و تمیم خواہد بود و
حکم تکلم بخیر دار و بعض محققین گفته اند کہ ثواب ذکر و خلوت باقی است اما شاید کہ آنچه ثواب صحابت و جزائے مرابطت
ست مخصوص بقعود در مصلا باشد۔ (شرح سفر السعاده ص ۹۵۱) (اشعة اللمعات ص ۲۲۳ ج ۱ باب
الذکر بعد الصلوۃ اشعة اللمعات ص ۵۵۳ ج ۱)

ف۔ پھر بیٹھے یاد کرے اللہ کو یعنی ہمیشہ ذکر میں رہے بیچ جگہ نماز اپنی کے اور مسجد اپنی کے کہ جس میں نماز
پڑھی ہے۔ پس نہیں منافی ہے اٹھنا واسطے طواف کے یا طلب علم کے یا مجلس وعظ کے مسجد میں اور اسی طرح اگر گھر
میں چلا جاوے اور ذکر کرتا رہے اس کا بھی یہی ثواب ہوگا۔ اور آفتاب نکلنے کے بعد پھر نماز پڑھے۔ یعنی بعد بلند ہونے
آفتاب کے، بقدر نیزے کے نماز پڑھے کہ وقت کراہت کا جاتا رہے اور اس نماز کو اشراق کہتے ہیں الخ۔ (مظاہر حق
کتاب الصلوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ ج ۱ ص ۳۲۰)

دوسری جگہ ہے۔

ف۔ جو شخص بیٹھا رہے الخ ملا علی قاری کی شرح سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے۔ کہ ہمیشہ مشغول
رہے ذکر و فکر میں اور نیک کاموں میں مثل سیکھنے سکھانے علم کے اور وعظ اور نصیحت کے اور طواف کرنے بیت اللہ کے
بعد فارغ ہونے کے نماز صبح سے یہاں تک کہ پڑھے دو رکعت صبح کی خواہ مسجد میں اور اس کے مابین سوائے کلام نیک
کے نہ کرے تو بخشے جاتے ہیں صغیرہ گناہ اور احتمال ہے کہ کبیرہ بھی بخشے جاویں۔ انتہی۔ پس ان کی تقریر سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ یہ جو فرمایا کہ بیٹھا رہے نماز کی جگہ یہ بطور تمثیل کے فرمایا ہے اور مراد مشغول رہنا ذکر اللہ اور اچھے کاموں میں
ہے اور حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ مراد صبحی سے نماز اشراق کی ہے۔ اور حدیثوں میں صبحی سے احتمال اشراق اور چاشت
دونوں کا ہے۔ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب جب ہوتا ہے کہ نماز ہی کی جگہ بیٹھا رہے اور اگر خلوت
میں جا کر مشغول عبادت میں ہو یہ ثواب نہیں پائے گا۔ اور ہیچ وصیتوں مشائخ کے مذکور ہے کہ اگر ڈر پریشانی کا ہو یا ریا
راہ پاوے، خلوت میں جاوے۔ اور مشغول ہوئے۔ اور لکھا ہے علماء نے کہ اس وقت میں قبلہ رخ بیٹھنے کو ہاتھ سے نہ
دیوے۔ اور اگر نیند آوے دفع کرے۔ (مظاہر حق کتاب الصلوۃ باب الضحی ص ۲۲۶ ج ۱)

سنت پڑھے بغیر فرض شروع کر دے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۱۵) فجر کے فرض شروع کرتے وقت یاد آ گیا۔ کہ سنت نہیں پڑھی ہے۔ ایسی حالت میں فرض توڑ کر سنت نماز پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں! سنت کے لئے فرض نہ توڑے۔ ولو ذكر في الفجر انه لم يصل ركعتي الفجر لم يقطع. کیسی فرض نماز میں یاد کیا کہ سنت پڑھی نہیں ہے تو سنت کے لئے فرض نہ توڑے (بحر الرائق ص ۲۸ ج ۲ باب الوترو النوافل) فقط و الله اعلم بالصواب.

وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر:

(سوال ۳۱۶) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟ حضور اکرم ﷺ کا عمل کیا تھا؟ آپ ﷺ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر ادا فرماتے تھے؟ مستند کتابوں کے حوالہ سے جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کے لئے نصف ثواب ہے اور آنحضرت ﷺ سے دونوں طریقے ثابت ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا اجر و ثواب ملتا تھا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ کیونکہ اس میں بھی امت کی تعلیم تھی کہ کھڑا ہونا فرض نہیں ہے امت کو تعلیم دینا بتوت کے واجبات میں سے ہے۔ پس آپ ﷺ کے بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی واجب کی ادائیگی ہے۔ جس کا ثواب نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔ قتال ابن حجر و من خصائصه عليه السلام ان ثواب تطوعه جالس الخ (مرقاۃ المفاتیح ملتانی ص ۱۲۷ ج ۳ باب الوتر) اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصف الا بعذر. (درمختار ص ۶۵۳ ج ۱ باب الوترو النوافل) (قوله اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن خصائصه ان نافلته قاعداً مع القدرة علی القيام كما فلتة قائماً ففي صحيح مسلم من عبد الله بن عمرو قلت حدثت يا رسول الله انك قلت صلاة الرجل قاعداً على نصف الصلاة وانت تصلي قاعداً قال اجل ولكني لست كما حد منكم بحر ملخصاً ای لانه تشريع لبيان الجواز وهو واجب عليه. (شامی ص ۶۵۳ ج ۱ ایضاً)

البتہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی تتبع سنت وتر کے بعد کی دو رکعت گاہے گاہے اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے میں بھی اتباعاً بیٹھ کر پڑھوں، تو عجب نہیں کہ اس کو اس کی نیت کے مطابق پورا اجر و ثواب ملے۔ چنانچہ ”مالا بدمنہ“ میں ہے۔ و بعد وتر دو رکعت نشتر خواندن مستحب است۔ (ص ۶۱) لیکن از روئے حدیث تو کھڑے ہو کر پڑھنے والا پورے ثواب کا اور بیٹھ کر پڑھنے والا نصف ثواب کا حق دار ہے۔ فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب:

(سوال ۳۱۷) نماز عصر سے پہلے دو رکعت یا چار رکعت نفل نماز کا ثبوت ہے یا نہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ بلا دلیل

ہے۔

(الجواب) عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت یا دو رکعت نماز مستحب ہے۔ روایات سے ثابت ہے بلا دلیل نہیں ہے۔ ”مالا بدمنہ“ میں ہے۔ و پیش از نماز عصر دو رکعت یا چار رکعت مستحب است (ص ۶۰) اور ”شرح نقایہ“ میں ہے و جب ای ندب الا ربع قبل العصر لما روی ابو داؤد و الترمذی وقال حدیث حسن عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رحم الله امرءاً صلى قبل العصر اربعاً وبقول علي كان عليه السلام يصلي قبل العصر ركعتين رواه ابو داؤد و رواه الترمذی و احمد و قال اربعاً. ولما رواه الطبرانی بسند حسن عن ابن عمر رضي الله عنه ومن صلى قبل العصر اربعاً حرمه الله على النار وحب قبل العشاء وبعده الخ (شرح نقایہ ص ۱۰۰ باب الوتر والنوافل) واما العصر فليس فيه سنة مؤكدة الا ان لمندوب ان يصلي قبلها اربع ركعات او ركعتين لما روی ابن عمر رضي الله عنه قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رحم الله امرءاً صلى قبل العصر اربعاً وعن امير المؤمنين علي كرم الله وجهه قال كان يصلي رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل العصر ركعتين رواهما ابو داؤد وان شاء صلاهما بتسليمتين لما عن امير المؤمنين علي كرم الله وجهه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي قبل العصر اربع ركعات يفصل بينهما بالتسليم على الملائكة المقربين ومن تابعهم من المسلمين والمؤمنين رواه الترمذی وقال الفقهاء المندوب ان يصلي قبل العشاء اربع ركعات وسعت مطلع الاسرار الالهية مجمع العلوم . العقلية والنقلية ابی قدس سره يقول لم يوجد ذكر هذه الا ربع في كتب الحديث ولكن كان هو رحمه الله مواظباً عليها حتى مات رحمه الله تعالى (رسائل الاركان ص ۱۳۳، ص ۱۳۴ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے؟

(سوال ۳۱۸) عصر اور عشاء سے قبل سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو سنت ادا ہوگی یا نہیں؟ عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت سنت ہیں یا دو رکعت پڑھنا بھی کافی ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) اگر موقع ہو تو چار رکعت پڑھے، اور اگر موقع نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو دو رکعت پڑھ لینا بھی کافی ہے، عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت یا دو رکعت دونوں پڑھ سکتا ہے، درمختار میں ہے (و يستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسليمة) وان شاء ركعتين (درمختار) شامی میں ہے (قوله ويستحب اربع قبل العصر) لم يجعل للعصر سنة راتبة لانه لم يذكر في حديث عائشة المار بحر، قال في الامداد وخير محمد بن الحسن والقنوري المصلي ان يصلي اربعاً او ركعتين قبل العصر لا اختلاف الآثار (قوله وان شاء ركعتين) كذا عبر في منية المصلي وفي الامداد عن الاختيار يستحب ان يصلي قبل العشاء اربعاً وقيل ركعتين وبعدها اربع وقيل ركعتين اه والظاهر ان الركعتين المذكورتين غير

المؤکد تین (شامی ج ۱ ص ۶۳۰، ص ۶۳۱ مطلب فی السنن والنوافل)

مراقی الفلاح میں ہے (وندب) ای استحباب (اربع) رکعات (قبل) صلوٰۃ (العصر) لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی اربع رکعات قبل العصر لم تمسہ النار ووردانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی رکعتین وورد دار بعاً فلذا خیرہ القدوری منہما اربعاً الخ (درمختار و شامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدة الفقہ میں ہے: چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر و جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگر ان کو دو سلاموں سے ادا کیا یعنی (دو رکعت پر سلام پھیرا) تو وہ ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدة الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

نوٹ:- ظہر سے قبل سنت شروع کر دی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ چار رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے۔

ظہر اور جمعہ سے قبل کی چار رکعت سنت ایک سلام سے یا دو سلام سے :

(سوال ۳۱۹) ظہر سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے پڑھنا ضروری ہے یا دو سلام سے بھی پڑھ سکتے ہیں؟ سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) ظہر سے قبل جو چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ہے، اگر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ سنت شمار نہ ہوگی بعد میں چار رکعت ایک سلام سے پڑھے..... (واربع قبل الظهر، الی قولہ) (بتسلیمة) لتعلقہ بقولہ واربع وقال الزیلعی حتی لو صلاھا بتسلیمتین لا یعتدبھا عن السنة اہ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ فصل فی بیان النوافل)

درمختار میں ہے (واربع قبل الظهر) (اربع قبل الجمعة و) (اربع بعدها بتسلیمة) (فلو بتسلیمتین لم تنب عن السنة، شامی میں ہے۔) (قولہ بتسلیمة) وعن ابی ایوب کان یصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الزوال اربع رکعات فقلت ما هذه الصلوة التي تداوم علیها فقال هذه ساعة تفتح ابواب السماء فیها فاحب ان یعصدا لی فیها عمل صالح فقلت افی کلھن قرأہ قال نعم فقلت بتسلیمة واحدة ام بتسلیمتین فقال بتسلیمة واحدة رواہ الطحاوی و ابو داؤد و الترمذی وابن ماجہ من غیر فصل بین الجمعة و الظهر فیکون ستة کل واحد سہما اربعاً الخ (درمختار و شامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدة الفقہ میں ہے: چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر و جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو ایک سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگر ان کو دو سلاموں سے

اذا کیا یعنی دو دور رکعت پر سلام پھیرا تو ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدة الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔ فقط واللہ واعلم بالصواب۔

نوٹ:- ظہر سے قبل سنت شروع کر دی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ چار رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے (ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۳۱۵، ص ۳۱۶)

نوافل کی چار رکعت میں دو رکعت پر تشہد کے بعد دو دعا پڑھنے کی گنجائش:

(سوال ۳۲۰) چار رکعت نفل میں دو رکعت پر تشہد کے بعد دو شریف و دعا اور تیسری رکعت میں ثناء اور تَعُوذ پڑھنا کیسا ہے؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) پڑھ سکتے ہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے (بخلاف) الرباعیات (المندوبة) فيستفتح ويتعوذ ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم في ابتداء كل شفع منها وقال في شرح المنية مسألة الاستفتاح ونحوه ليست مروية من الأئمة وإنما هي اختيار بعض المتأخرين (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۴، فصل فی النوافل)

در مختار میں ہے (وفی لبواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ویستفتح) ويتعوذ ولو نذر لان كل شفع صلوة (وقیل) لا یأتی فی الكل و صححه فی القنیة. شامی میں ہے (قوله وقیل لا الخ) قال فی البحر ولا یخفی ما فیہ و الظاهر الاول زاد فی المنح ومن ثم عولنا علیہ وحکینا ما فی القنیة بقیل، نیز شامی میں ہے فیقبال هنا ایضاً لا یصلی ولا یستفتح ولا یتعوذ لو قرعہ فی فسط الصلوة لان الاصل کون الكل صلاة واحدة للاتصال واتحاد التحریمة ومسئلة الاستفتاح ونحوه لیست مروية عن المتقدمین وإنما هی علی اختیار بعض المتأخرین الخ (در مختار، وشامی ص ۶۳۳، باب الوتر والنوافل) (عمدة الفقہ ص ۳۱۰، ص ۳۱۱ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

تہجد کے لئے جس کی آنکھ نہ کھلتی ہو اس کا عشاء کے بعد چار رکعت بہ نیت تہجد پڑھنا:

(سوال ۳۲۱) ایک شخص کو تہجد کا شوق ہے مگر تہجد کے وقت عموماً آنکھ نہیں کھلتی کبھی اٹھ بھی جاتا ہے، اگر یہ شخص تہجد کی نیت سے عشاء کے بعد دو چار رکعت پڑھ لے تو کیا اسے تہجد کا ثواب ملے گا؟ مینواتو جروا۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں اگر وہ شخص عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت سنت پڑھ کر چند رکعت نفل پڑھ لے تو انشاء اللہ تہجد کی سنت ادا ہو جائے گی۔

شامی میں ہے: وما كان صلوة العشاء فهو من الليل وهذا يفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء فهو من اليل وهذا يفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء قبل النوم اه (شامی ج ۱ ص ۶۳۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوة اللیل)

مراقی الفلاح میں ہے: (و) ندب اربع (بعده) ای بعد العشاء لما روينا ولقوله صلى الله عليه

وسلم من صلى قبل الظهر اربعا كان كأنما تهجد من ليلته ومن صلاهن بعد صلوة العشاء كان كمثلهن من ليلة القدر (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ باب الوتر فصل فی بیان النوافل) فقط و الله اعلم بالصواب.

تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟:

(سوال ۳۲۲) ایک شخص تہجد پڑھتا ہے، اثنائے صلوة کوئی شخص آ جائے اور نمازی کے دل میں یہ بات گذرے کہ وہ آدمی کہے گا کہ فلاں بڑا نمازی ہے اور اس شخص کے آنے سے یہ نمازی رکوع و سجدہ بھی اچھی طرح ادا کرتا ہے، لیکن پھر دل میں آتا ہے کہ یہ ریا کاری ہو رہی ہے تو اس عبادت کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز پر کسی کے اطلاع ہونے پر اس لئے خوشی ہو کہ یہ مجھ کو بڑا نمازی سمجھے گا اور اس کے دل میں میری عظمت ہوگی شیطانی وسوسہ ہے اس سے اپنے قلب کو پاک کرنا چاہئے اور کسی کے دیکھنے پر رکوع و سجدہ لمبا کرنا اور اچھی طرح ادا کرنا ریا کاری اور اس کے ثواب سے محرومی ہے اور قابل مواخذہ ہے، اعاذنا اللہ مذکورہ صورت تو ریا کاری میں داخل ہے، البتہ اگر دل میں خوشی صرف اس وجہ سے ہو کہ مجھ کو دیکھ کر اس کو بھی عمل کی توفیق ہوگی اور وہ عمل کرے گا تو مجھے بھی ثواب ملے گا یا خوشی طبعاً ہو کہ بفضلہ تعالیٰ مجھے عمل کی توفیق ملی اور اس نے اچھی حالت میں مجھے دیکھا تو یہ شخص میرے عمل پر گواہ ہوگا تو یہ صورت ریا کاری میں داخل نہ ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے: عن ابی ہریرۃ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا فی بیتی فی مصلائی اذا دخل علی رجل فاعجبنی الحال التی رانی علیہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمک اللہ یا ابا ہریرۃ لک اجران اجرا السر و اجرا العلانیہ، رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴ باب الریاء والسمعة)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے گھر میں مصلیٰ پر (نماز پڑھ رہا تھا) کہ اس وقت اچانک میرے پاس ایک شخص آیا مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس نے مجھے نماز پڑھنے کی حالت میں دیکھا (تو کیا اس وقت میرا خوش ہونا ریا میں شمار ہوگا یا نہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہؓ! تم پر اللہ کی رحمت ہو تم دو ثواب کے مستحق ہوئے ایک پوشیدہ کا اور ایک ظاہر ہونے کا۔

حاشیہ مرقاة کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے:- قوله فاعجبنی الحال الخ قیل معناه فاعجبه رجاء ان يعمل من راہ بمثل عملہ فیکون له مثل اجرہ والا ظهر ان اعجابه بحسب اصل الطبع المطابق للشرع من انه یعجبه ان یراہ احد علی حالة حسنة ویکره ان یراہ علی حالة قبیحة مع قطع النظر ان یکون ذلک العمل سطمحاً للرویا ومضہاً للسمعة فیکون من قبیل قوله صلی اللہ علیہ وسلم من سرقة، حسنته، وساتہ، سینتہ، فهو مؤمن ۱۲ مرقاة (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴، حاشیہ نمبر ۸)

مظاہر حق جدید میں ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جو اس بات سے خوش ہوئے کہ اس شخص نے ان کو نماز کی حالت میں دیکھا تو اس کا سبب حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ پاکیزہ جذبہ تھا کہ مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر اس میں

بھی اس وقت کی نماز کے تعلق سے میری اتباع کا داعیہ پیدا ہوگا اور یہ شخص بھی اسی طرح نماز پڑھے گا جس طرح میں پڑھ رہا ہوں، یا ان کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ ان کی حالت نماز گویا ایک شخص کے سامنے نیکی کے راستہ کے انتہا و اعلان کا باعث بنی اور اس شخص کو اس وقت کی نماز کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ بنی اور جیسا کہ فرمایا گیا ہے من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها انہیں بجا طور پر یہ خوش کن توقع ہوئی کہ جب یہ شخص نماز پڑھے گا تو اس کی نماز کا مجھے بھی ثواب ملے گا، لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو ہریرہ کا خوش ہونا اس طبعی خواہش کی تکمیل کے تئیں تھا جو شریعت کی نظر میں بھی پسندیدہ ہے، یعنی ہر انسان کی یہ طبعی خواہش ہوتی ہے کہ جب اس کو کوئی دیکھے تو وہ اچھی حالت میں ہو، کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ بری حالت میں دیکھا جائے اور ظاہر ہے کہ اس طبعی خواہش کی بنیاد ریاضی و سمعہ پر نہیں ہوتی بلکہ قلب سلیم کے اتقاصہ اور پاکیزگی خیال پر ہوتی ہے پس یہ بات اس ارشاد نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے من سرتہ حسنتہ وساءتہ سنیتہ فھو مؤمن۔ نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قل بفضل اللہ وبرحمۃ فبذلک فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون۔ لہذا مؤمن کی شان ہی یہ ہے کہ وہ نیک اعمال و احوال کی توفیق حاصل ہونے پر خوش ہوتا ہے، ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا خوش ہونا اس احساس شکر کے طور پر تھا کہ بارے اس شخص کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان عبادت و توفیق کے ساتھ متعارف ہوا اور ایک نمازی کے طور پر جانا پہچانا گیا، ان لوگوں کے زمرہ میں شمار ہونے کا موقع نصیب ہوا جو نماز جیسی اہم عبادت اور اسلام کے سبب سے بڑے رکن کو قائم کرتے ہیں، اور ایک مسلمان اس بات کا گواہ بنا، یہ قول حدیث کے ان الفاظ اجر السرا جرا العلانیۃ کے مفہوم سے زیادہ قریب ہے (مظاہر حق جدید ص ۱۶۶ جلد نمبر ۶، ریا کا بیان)

شامی میں ہے: (قوله من صلی او تصدق الخ) اعلم ان اخلاص العبادۃ للہ تعالیٰ واجب والریا فیہا وھو ان یرید بہا غیر وجہ اللہ تعالیٰ حرام بالا جماع للنصوص القطعیۃ وقد سمي علیہ الصلوۃ والسلام الریاء الشرک الا صغر..... الی قوله..... وقال العلامة العینی فی شرح البخاری الا اخلاص فی الطاعة ترک الریاء ومعدنہ القلب اھ وهذه النیۃ لتحصل الثواب لا لصحة العمل الی. وکذا لو صلی مرئیا لکن الریاء تارۃً یکون فی اصل العبادۃ وتارۃً یکون فی وصفہا والاول هو الریاء المحیط للثواب من اصلہ کما اذا صلی لاجل الناس ولو لا هم ما صلی واما لو عرض له ذلک فی اثناء ما فھو لغو لانه لم یصل لاجلہم بل صلاتہم کانت خالصة للہ تعالیٰ والجزء الذی عرض له فیہ الریاء بعض تلک الصلوۃ الخالصة نعم ان زاد فی تحسینہا بعد ذلک رجع الی القسم الثانی فیسقط ثواب التحسین بدلیل ماروی عن الامام عن الامام فیمن أطال الركوع لا ید۔ الجائی لا للقربۃ حیث قال اخاف علیہ امر أعظیماً ای الشرک الخفی کما قالہ بعض المحققین الخ (شامی ج ۵ ص ۳۷۵، کتاب الحظر والا باحة، فصل فی البیع) فقط واللہ اعلم بالصواب.

صلوة الوتر

امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں چلے گئے۔ اور مقتدیوں میں سے بعض نے رکوع کیا بعض نے نہ کیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۲۳) امام صاحب نے وتر کی تیسری رکعت میں بدون دعائے قنوت پڑھے رکوع کیا مقتدیوں نے لقمہ دیا پھر بھی امام صاحب رکوع میں رہے۔ اور تذبذب میں ہے جس بناء پر رکوع میں زیادہ تاخیر ہوئی اس کے بعد امام نے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی، بعض مقتدیوں نے نہ رکوع کیا اور نہ دعائے قنوت پڑھی کہ وہ بھی تذبذب میں رہے اور نماز پوری کی۔ اور بعض مقتدیوں نے دعائے قنوت نہ پڑھی لیکن رکوع کیا تو اس صورت میں کن مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی اور کن مقتدیوں کی صحیح نہیں ہوئی؟ اور سب کی نماز فاسد ہوگئی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) اس صورت میں امام کی نماز صحیح ہوئی۔ اور جس نے امام کے ساتھ یا امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کیا ان کی نماز بھی ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن جن مقتدیوں نے رکوع نہیں کیا ان کی نماز فرض کے ترک ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی۔ اعادہ ضروری ہے۔ قنوت کے لئے رکوع سے قیام کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت سہو اچھوٹنے پر سجدہ سہو سے تلافی ہو جاتی ہے۔ دعائے قنوت سہو اچھوٹنے کی چار صورتیں ہیں (۱) رکوع میں دعائے قنوت پڑھ لی (۲) رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف عود کی اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا (۳) دوبارہ رکوع نہیں کیا (۴) دعائے قنوت نہ رکوع میں پڑھی نہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر پڑھی ان چاروں میں سجدہ سہو کرے تو نماز ہو جائے گی، درمختار میں ہے۔ ولو نسیہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الركوع لا یقنت فیہ لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح الا نہ فیہ رفض الفرض للواجب فان عاد الیہ وقت ولم یعد الركوع لم تفسد صلوٰتہ لکون رکوعہ بعد قرآنہ تامۃ وسجدہ للسہو قنت او لا لزوال محله (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۲۷ باب الوتر والنوافل) (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۲۴) غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) وتر کی جماعت غیر رمضان میں مکروہ تحریمی ہے۔ کبیری میں ہے ولا یصلی الوتر بجماعة الا فی شہر رمضان ومعناه الکراهۃ دون عدم الجواز لانہ، نفل من وجہ ولا نہ لم یقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا عن احد من الصحابة فتكون بدعة مکروہة۔ (کبیری ص ۴۳۰ الباب الثامن فی صلاة الوتر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر کی نماز میں امام صاحب سہو اُقعده اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے
پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتی بہ قول ہے

(سوال ۳۲۵) زید وتر کی نماز رمضان میں پڑھا رہا تھا۔ اس نے قعدہ اولیٰ سہو ترک کر دیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد مقتدیوں کے لقمہ دینے سے واپس قعدہ کی طرف لوٹا تو یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹا اب اس کی نماز سجدہ سہو کرنے سے صحیح ہوگی یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو کیوں؟ اور اگر صحیح ہوگئی جیسا کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۱۱ اردو میں ہے ”کہ نماز صحیح ہو جائے گی لیکن برا کام کرنے والا ہوگا۔ اس لئے کہ یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹنا نہیں ہے بلکہ تدارک کے لئے ہے“ یہ وجہ آپ نے فتاویٰ رحیمیہ میں تحریر فرمائی ہے۔ لیکن فتاویٰ عالمگیری اردو کی اس عبارت سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ ”وتر کا حکم حضرت امینؑ محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو نوافل کا ہے (نوافل کا حکم ان کے نزدیک یہ ہے کہ اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا ہو تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور آخر میں سجدہ سہو کرے) اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس میں بھی قیاس اور استحسان ہے۔ اور استحسان یہ ہے کہ اس میں نماز نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ (قعدہ کی طرف لوٹ آنے سے) نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہی مختار میں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ اردو ترجمہ)

اب آنحضور کی خدمت میں عرض ہے کہ عالمگیری میں فساد کو مختار لکھا ہے۔ اور آپ نے عدم فساد لکھا ہے۔ مفتی بہ قول کیا ہے تحریر فرمائیں تاکہ ہمارا اشکال دور ہو۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مسئلہ مختلف فیہ ہے رائج یہ ہے کہ قیام سے قعود کی طرف لوٹنے والے کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر آدمی خطا وار ہوگا۔ فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوٰۃ لہ فرض الفرض لما لیس بفرض وصحة الزیلعی وقیل لا تفسد لکنہ یكون مسیناً ویسجد لتاخیر واجب وهو الا شبه کما حققہ الکمال هو الحق (در مختار و شامی باب سجود السہو ج ۱ ص ۶۹۷) (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۵ ایضاً) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۷۱ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ دوسری میں سورہ کافرون تیسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کی جائے!:

(سوال ۳۲۶) کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔ اور تعلیم الاسلام حصہ چہارم میں بھی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے یہی تحریر فرمایا ہے اس لئے اگر کوئی شخص مسئلہ سے پورا واقف ہو اور اس مستحب پر ہمیشہ عمل کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ دیگر رمضان المبارک میں وتر جب کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام مسئلہ کے ہر پہلو کو مقتدیوں کو بتلا دے اور پھر اس پر عمل کرے۔ یعنی رمضان المبارک کے پورے مہینے میں انہی سورتوں کو وتر میں پڑھے تو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ سے وتر میں اس کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے فقط والسلام۔

بینوا تو جروا۔

(الجواب) وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ دوسری میں کافرون، تیسری میں سورۃ اخلاص پڑھنا مسنون و مستحب ہے حضور اکرم ﷺ سے اس طرح پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن آپ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔ لہذا مواظبت کرنا زیادتی ہے اور اس سے ایہام وجوب و جبران الباقی لازم آتا ہے۔ شامی میں ہے۔ (قوله بل یندب قراءتہما احیاناً) قال فی جامع الفتاویٰ و هذا اذ اصلی الوتر بجماعة و ان صلی وحده یقرء کیف یشاء ۵۱۔ الی قوله۔ و مقتضاه اختصاص الکراهة بالامام و نازعه فی البحر بان هذا مبني علی ان العلة ایهام التفصیل و التعین اما علی ما علل به المشائخ میں ہجر الباقی فلا فرق فی کراهة المداومة بین المنفرد و الامام و السنة و الفرض فتکرہ المداومة مطلقاً لما صرح به فی غایة البیان من کراهة المواظبة علی قراءة السور الثلاث فی الوتر اعم من کونه فی رمضان اماماً او لا۔ الی قوله۔ و ایضاً ذکر فی وتر البحر عن النہایة ج انه لا ینبغی ان یقرء سورة متعينة علی الدوام لتلا یظن بعض الناس انه واجب اه (شامی ج ۱ ص ۵۰۸ باب الامامة) اور دوسری جگہ باب الوتر میں تحریر فرماتے ہیں۔ (قوله) و السنة السور الثلاث ای الا علی و الکافرون و الا خلاص لکن فی النہایة ان لتعین علی الدوام یفرضی الی اعتقاد بعض الناس انه واجب و هو لا یجوز فلو قرأ بما ورد به الآثار احياناً بلا مواظبة یكون حسناً بحر الخ (شامی ج ۱ ص ۲۲۳ باب الوتر و النوافل)

وتر کی تینوں رکعتوں میں دوسری سورتیں پڑھنا بھی مسنون ہے۔ چنانچہ پہلی رکعت میں۔ اذا زلزلت الارض دوسری میں انا اعطینک الکوثر تیسری میں قل هو اللہ احد۔ عمدۃ الرعاۃ علی شرح الوقایہ میں ہے۔ قوله و سورة آتائی سورة شاء۔ الی قوله۔ و ورد ایضاً انه کان یقرء فی الاولی سبوح اسم و فی الثانية قل یا ایہا الکافرون و فی الثالثة قل هو اللہ احد ذکرہ الترمذی و ورد ایضاً انه کان یقرء فی الاولی الہکم التکاثر و انا انزلناہ فی لیلۃ القدر و اذا زلزلت و فی الثانية و العصر و اذا جاء نصر اللہ و انا اعطیناک الکوثر و فی الثالثة قل یا ایہا الکافرون و تب و قل هو اللہ احد، اخرجه احمد و غیرہ الخ (عمدۃ الرعاۃ حاشیہ نمبر ۳ ص ۲۰۰ باب الوتر) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

تہجد گزار کے لئے بھی رمضان المبارک میں وتر جماعت سے ادا کرنا افضل ہے:

(سوال ۳۲۷) رمضان المبارک میں نماز تراویح باجماعت کا ثبوت تحریر فرما کر اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ ایک آدمی رات کے آخری نورانی حصہ میں تہجد پڑھتا ہے تو اسے وتر تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے یا جماعت چھوڑ دے اور وتر کو حدیث کے موافق رات کی آخری نماز بناتے ہوئے تہجد سے فراغت کے بعد پڑھے۔ دونوں میں افضل کیا ہے۔ بینوا تو جروا۔ (ازلندن)

(الجواب) رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح باجماعت کا ثبوت فتاویٰ رحیمیہ جلد اول، اردو، انگریزی، اور

گجراتی میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ (جدید ترتیب میں تراویح کے لئے مستقل باب ہے اسی میں دیکھ لیا جائے۔ مرتب)

اختصاراً یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دورات میں بیس ۲۰ رکعت تراویح اور وتر باجماعت صحابہ گو پڑھائیں پھر تراویح فرض ہو جانے کے خوف سے ترک کر دیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رافعیؒ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالناس عشرين ركعة ليلتين فلما كان في الليلة الثالثة اجتمع الناس فلم يخرج اليهم ثم قال من الغداني خشيت ان تفرض عليكم فلا تطيقونها۔ حافظ ابن حجرؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ متفق علی صحته اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے (تلخیص النجیر ج ۱ ص ۱۱۹)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت ابی ابن کعبؓ صحابہ وغیرہ کو بیس ۲۰ رکعت تراویح باجماعت پڑھاتے تھے اس وقت سے لے کر آج تک تمام اسلام و اخلاف کا تعامل تراویح اور وتر رمضان المبارک میں باجماعت ادا کرنے کا رہا ہے لہذا تہجد گزار شخص کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ وتر باجماعت ادا کرے۔ جماعت نہ چھوڑے و صلواتہ مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً اخر الليل فی اختیار قاضی خاں قال هو الصحيح و صحیح غیرہ خلفہ (نور الايضاح ص ۱۰۰ باب الوتر)

مراقی الفلاح میں ہے لانه لما جازت الجماعة كانت افضل ولان عمر رضی اللہ عنہ کان يؤمهم فی الوتر (الی قولہ) وفي الفتح والبرهان ما يفيد ان قول قاضی خان ارجح لانه صلی اللہ علی وسلم او تر بهم فيه ثم بين عذر الترك و هو خشية ان يكتب علينا قيام رمضان و كذا الخلفاء الراشدون صلوه بالجماعة (مراقی الفلاح شرح نور الايضاح ص ۷۴ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

”وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعتیں واجب الاعداد ہیں تو کیا حکم ہے“۔

(سوال ۳۲۸) رمضان المبارک میں تراویح کی بیس رکعت کی ادائیگی کے بعد وتر پڑھے بعد میں معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعت میں غلطی ہونے کی وجہ سے وہ واجب الاعداد ہیں، لہذا وہ رکعت دوہرائی اور اس خیال سے کہ وتر کی نماز تراویح کی بیس رکعات کی ادائیگی کے بعد ہی پڑھی جاسکتی ہے لہذا وتر کی پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر نہیں ہے دوبارہ وتر جماعت سے پڑھی تو یہ ٹھیک ہوا یا نہیں؟

(الجواب) پہلے پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر تھی، دہرانے کی ضرورت نہ تھی، دہرائی ٹھیک نہیں ہوا۔ نور الايضاح میں ہے ویصح تقدیم الوتر علی التراویح و تاخیرہ عنہا (یعنی) وتر کو تراویح سے پہلے پڑھنا بھی صحیح ہے اور بعد میں پڑھنا بھی صحیح ہے (فصل فی التراویح ص ۱۰۵) لہذا تراویح کی بیس رکعت سے پہلے پڑھے ہوئے وتر معتبر اور صحیح ہیں۔ فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں؟
(سوال ۳۲۹) رمضان شریف میں وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا۔ وہ شخص قنوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی کے وقت دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) جس کو امام کے ساتھ تیسری رکعت ٹلی یعنی تیسری رکعت کے قیام یا رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا اس کے لئے قنوت شدہ باقی رکعتیں ادا کرتے وقت دوبارہ دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے ولو ادرك الإمام في ركوع الثالثة من الوتر كان مدر كماً للقنوت فلا يأتي به فيما سبق به (نور الايضاح ص ۹۶، ۱۰۰ باب الوتر) واما المسبوق فيقنت مع امامه فقط ويصير مدر كماً بادر اك ركوع الثالثة (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۲۶۸ باب الوتر والنوافل قبيل مطلب في القنوت النازل) فقط والله اعلم بالصواب۔

رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے؟

(سوال ۳۳۰) رمضان شریف میں جو امام نماز عشاء پڑھائے وہی وتر پڑھائے کیا دوسرا وتر باجماعت نہیں پڑھا سکتا؟

(الجواب) جو فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے یہ بہتر ہے ضروری نہیں۔ امام راضی ہو تو دوسرا آدمی بھی وتر پڑھا سکتا ہے۔ لیکن بلا وجہ اس کی عادت بھی نہ بنالینی چاہئے۔ (۱) فقط والله اعلم بالصواب۔

تہجد گزرا وتر باجماعت پڑھے:

(سوال ۳۳۱) تہجد پڑھنے والا رمضان میں وتر تہجد کے بعد پڑھے یا جماعت کے ساتھ؟ افضل کیا ہے؟
(الجواب) تہجد گزار کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ رمضان میں وتر باجماعت پڑھے۔ ”نور الايضاح“ میں ہے۔ وصلوٰتہ مع الجماعة في رمضان افضل من ادائه منفرداً آخر الليل في اختيار قاضي خان قال هو الصحيح وصحح غيره خلافاً (ص ۱۰۰ باب الوتر) (هو الصحيح) لانه لما جازت الجماعة كانت افضل ولان عمر رضى الله عنه كان يومهم في الوتر (مراقى الفلاح ص ۷۴ ايضاً) فقط والله اعلم بالصواب۔

عشاء کی نماز فاسد ہونے یا بلا وضو پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی
تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں

(سوال ۳۳۲) ہماری مسجد میں امام صاحب عشاء اور وتر کی نماز پڑھاتے ہیں، تراویح کے لئے حافظ الگ ہیں امام صاحب کے پیچھے عشاء اور وتر ادا کی مگر صبح عشاء کا فساد معلوم ہوا، تو اس صورت میں وتر کا اعادہ بھی ضروری ہے یا نہیں؟
بینواتر و جروا۔

(۱) واذا جازت التراویح بامامین علی هذا الوجه جازان یصلی الفریضة احدهما ویصلی التراویح الآخر وقد كان عمر رضى الله تعالى عنه یومهم فی الفریضة والوتر وكان ابی یومهم فی التراویح کذا فی السراج الوهاج (فتاویٰ عالمگیری فصل فی التراویح ص ۱۱۶)۔

(الجواب) صورت مسئلہ میں وتر کا اعادہ ضروری نہیں، مالا بدمنہ میں ہے، مسئلہ: اگر عشاء بقراموشی بے وضو خواندہ سنت و وتر با وضو خواندہ، ہمراہ عشاء سنت باز خواندہ و اعادہ و تر نہ کند و نزد صاحبین و تراجم اعادہ کند۔ یعنی غلطی سے عشاء کی نماز بے وضو اور سنت و وتر با وضو پڑھی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کے ساتھ ساتھ سنت کا بھی اعادہ کرے اور وتر کا اعادہ نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے۔ (مالا بدمنہ ص ۳۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز وتر میں مسنون قرأت:

(سوال ۳۳۳) فتویٰ رحیمیہ ص ۲۳۱، ص ۲۳۲ جلد ۵ میں آپ نے وتر کی نماز میں مشہور مسنون قرأت (پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ دوسری میں سورۃ کافرون تیسری میں سورۃ اخلاص) کے علاوہ دوسری مسنون سورتیں بھی عمدۃ الرعایہ کے حوالہ سے تحریر فرمائی ہیں، مگر عمدۃ الرعایہ کی عبارت اچھی طرح سمجھ میں نہ آ سکی آپ اس کی وضاحت فرمائیں، جزاکم اللہ۔ بینواتو جروا۔

(الجواب) عمدۃ الرعایہ میں ہے وورد ایضاً انه كان يقرأ في الاولى الهکم التکاثر، وانا انزلناه فی لیلة القدر، واذا زلزلت وفي الثانية والعصر واذا جاء نصر الله وانا اعطیناک الکوثر وفي الثالثة قل یا ایها الکافرون وتبت ید او قل هو الله احد اخرجه احمد و غیره الخ. (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ باب الوتر)

اس عبارت میں وتر کی مسنون قرأت کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صورت:

پہلی رکعت میں سورۃ الهکم التکاثر، دوسری رکعت میں والعصر، تیسری رکعت میں قل یا ایها الکافرون۔

دوسری صورت:

پہلی رکعت میں انا انزلناه فی لیلة القدر، دوسری رکعت میں اذا جاء نصر الله تیسری رکعت میں تبت ید ابی لہب۔

تیسری صورت:

پہلی رکعت میں اذا زلزلت، دوسری رکعت میں انا اعطیناک الکوثر اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد، پڑھے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر باجماعت:

(سوال ۳۳۴) ایک بچے چاند کی اطلاع پہنچنے پر تراویح اور وتر باجماعت پڑھی، حالانکہ عشاء کی نماز کے ساتھ وتر تھا پڑھ چکے تھے تو کیا وتر دوسری مرتبہ باجماعت پڑھنا ضروری ہے یا پہلے پڑھی ہوئی کافی ہے؟

(الجواب) جو لوگ وتر پڑھ چکے تھے ان کو اب جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت نہیں، البتہ جنہوں نے وتر نہیں پڑھی تھی ان میں سے کوئی ایک امام بن کر جماعت سے پڑھا سکتا ہے۔ (۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

وتر کی دعایا دہ ہو:

(سوال ۳۳۵) جیسے دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ وتر میں کیا پڑھے۔

(الجواب) دعائے قنوت یاد کرنے کی سعی جاری رکھے یاد ہونے تک اللھم اغفر لی تین مرتبہ پڑھ لے یہ بھی یاد نہ ہو تو تین دفعہ یارب پڑھے ومن لا یحسن دعاء القنوت المتقدم قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ یقول اللھم اغفر لی ویکررها ثلاث مرات (الی قولہ) او یقول یارب یارب ثلاثاً ذکرہ الصدر الشہید (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۱۰، باب الوتر رد المحتار ج ۱/ ص ۶۲۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا:

(سوال ۳۳۶) ایک شخص کہتا ہے کہ وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے کیا یہ صحیح ہے؟
(الجواب) جی ہاں نماز وتر میں دعائے قنوت پوری کر کے اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد پڑھنا مستحب ہے، ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی۔ (درمختار مع الشامی باب الوتر والنوافل ج ۱ ص ۲۲۳) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مقتدی دعائے قنوت پوری کرے یا نہیں:

(سوال ۳۳۷) مقتدی نے دعائے قنوت پوری نہیں پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اب مقتدی کیا کرے؟
(الجواب) صورت مسئلہ میں مقتدی امام کا اتباع کرے، جتنی مقدار دعائے قنوت کی پڑھی ہے وہ کافی ہے۔
ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من قراءة القنوت او قبل شروعه فيه وخاف فوت الركوع مع الامام تابع امامه (باب الوتر طحطاوی ص ۲۱۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

دعائے قنوت چھوٹ گئی:

(سوال ۳۳۸) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اتنے میں امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کیا کرے؟
(الجواب) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اور امام نے رکوع کر دیا یا امام نے دعائے قنوت بھول کر رکوع کر دیا ایسی صورت میں اگر مقتدی دعائے قنوت پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو سکتا ہو تو پڑھ لے اور اگر شریک نہ ہو سکتا ہو تو چھوڑ دے۔

ایضاً ولو ترک الامام القنوت یا تی بہ المؤتم ان امکنہ مشارکۃ الامام فی الركوع

(۱) وصلوٰتہ مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائہ منفرداً آخر اللل فی اختیار قاضی خان قال هذا الصحيح وصح غیرہ خلافہ نور الايضاح باب الوتر ص ۹۳۔

لجمعه بین الواجبین بحسب الامکان وان کان لا یمكنه المشارکة تابعه لان متابعه اولی (طحطاوی ص ۲۱۱) فقط و الله اعلم بالصواب .

وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا:

(سوال ۳۳۹) امام نے وتر میں دعائے قنوت ترک کر کے رکوع کر دیا تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔
(الجواب) سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاوے گی، رکوع یا قومہ میں دعائے قنوت کا پڑھنا ممنوع ہے اگر پڑھے گا تب بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا، اگر امام رکوع میں سے دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے تو یہ دوسرا رکوع لغو ہوگا (کیونکہ پہلا رکوع صحیح ہو گیا تھا) لہذا جس مسبوق نے اس دوسرے رکوع میں امام کی اقتداء کی تو اس کے حق میں یہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

(ولو نسیه) ای القنوت (ثم تذکر فی الركوع لا یقنت) فیہ لفوات محلہ (ولا یعود الی القیام) فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب (فان عاد الیہ وقت ولم یعد الركوع لم تفسد صلوٰتہ) لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ (وسجد للسہو) (در مختار)
وفی الشامیۃ حتی لو عاد وقت ثم رکع فاقتدی بہ رجل لم یدرک الركعة لان هذا الركوع لغو (شامی ج ۱/ ۲۶۷، باب الوتر والنوافل فقط و الله اعلم بالصواب .

تمت بالخیر ویتلوہ الجزء السادس

خواتین کے لئے دلچسپ کوماٹی اور ٹسٹر اسٹائل کی کپڑے

تختہ زوجین	اردو	انگریزی
بہشتی زیور		
اسلام خواتین		
اسلامی شادی		
پردہ اور حقوق زوجین		
اسلام کا انعام عفت و عصبیت		
جیلہ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق شیعہ نکاح		
خواتین کے لئے شہ عی احکام		
سیر الصبیات مع اسوۂ صوابیات		
چھ گناہ کار عورتیں		
خواتین کا حج		
خواتین کو طریقہ ناز		
ازواج مطہرات		
ازواج الانبیاء		
ازواج صحابہ کرام		
پیلے نئی کی پیاری و ناجزاویاں		
نیک بیبیاں		
جنت کی خوشبوئی پانے والی خواتین		
دور نبوت کی برکت و خواتین		
دور تابعین کی نامور خواتین		
تحفہ خواتین		
مسلم خواتین کے لئے بیس سبق		
نرجان کی حفاظت		
شرعی پردہ		
میاں بیوی کے حقوق		
مسلمان بیوی		
خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق		
خواتین اسلام کا شالی کردار		
خواتین کی دلچسپ معلومات و دلچسپ		
امریکا معروف دینی مین اسکرین خواتین کی زندگی		
قصص الانبیاء	مستند ترین	
اعمال و شہ آبی	عملیات و ذہن	
آئینہ عملیات		
اسلامی و مخالف	قرآن و حدیث سے ماخوذ و مخالف کا مجموعہ	

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی بہ تفسیر مہذبات ہدایت جلد ۱	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
تفسیر مظہری اردو ۱۲ جلدیں	قاضی محمد شفیع علی پوری
قصص القرآن ۳ حصے در ۱ جلد کامل	مولانا محمد رفیع عثمانی
تاریخ ارض القرآن	علامہ سید سلیمان ندوی
قرآن اور ماحولیات	انجینئر شفیع حیدر شاہ
قرآن سائنس اور ہدایت تمدن	ڈاکٹر حفصہ انیس بیگم
لغات القرآن	مولانا عبدالرشید نعمانی
قاموس القرآن	قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن اکرمی (اردو، انگریزی)	ڈاکٹر عبدالرشید نعمانی
ملک البیان فی مناقب القرآن (اردو، انگریزی)	عبدان پیرس
امس ال قرآنی	مولانا رشید علی تھانوی
قرآن کی آیات	مولانا محمد سعید صاحب

حدیث

تفسیر الہامی مع ترجمہ و شرح اردو ۳ جلد	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
تفسیر سیم السلم ۳ جلد	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
جانب ترمذی ۲ جلد	مولانا فضل الرحمن صاحب
سنن ابوداؤد شریف ۳ جلد	مولانا رشید علی تھانوی دارالعلوم دیوبند
سنن نسائی ۲ جلد	مولانا فضل الرحمن صاحب
معارف الحدیث ترجمہ و شرح ۳ جلد، حصے کامل	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات ۲ جلد	مولانا عبدالرشید نعمانی دارالعلوم دیوبند
بیاض الصالحین مترجم ۱ جلد	مولانا فضل الرحمن صاحب
الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح ۱۰ جلد	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
مناہج برقی بدیع شرح مشکوٰۃ شریف ۵ جلد کامل	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
تقریر باری شریف ۲ حصے کامل	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
تجوید مجازی شریف ۱ جلد	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
تفہیم الاشیات ۲ جلد	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
شرح البیہود لہود ۲ جلد	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند
قصص الحدیث	مولانا محمد رفیع عثمانی دارالعلوم دیوبند

ناشر دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ اورینٹل اسلام آباد پاکستان (۲۱) ۲۸۸۳۳
دیگر لوازم کی کتب دستیاب ہیں پیرن ملک بھیجے گا انتظام ہے / فرسٹ کتب سنت ڈاک میں بھیجیں گے